انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافرخانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

فی پرچہ ۶۰ پیسے

سالانہ چھ روپیے

TELEGRAM - HARMAIN BOMBAY -

ماہنامہ البلاغ بمبئی

تاریخ اشاعت ۱۲ اگست

ہند و پاک سے سالانہ چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

جلد ۲۳ ؛ ماہ رجب ۱۳۹۲ھ مطابق اگست ۱۹۷۲ء ؛ شمارہ ۷

شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۵ - ۱۴
رسول اکرم کی جسمانی طاقت	عظمت ہاشمی	۱۵ - ۲۲
مسلم خواتین	قاضی اطہر مبارکپوری	۲۳ - ۳۲
حاجیوں کی باتیں	محی الدین منیری	۳۳ - ۳۶
فرقہ بابیہ اور فرقہ بہائیہ	(ادارہ)	۳۷ - ۳۹
حرم کی پکار	(ماخوذ)	۴۰ - ۴۳
باب الاستفتاء	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب	۴۴ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی

پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نوردجی اسٹریٹ بمبئی ۳ میں چھپوا کر دفتر البلاغ صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

کئی سالوں سے حجاج کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی حالانکہ اس سے زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ اس درمیان میں ملکی حالات میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں، زرمبادلہ کے اصول بدلے۔ اور ملک کا اقتصادی نظام بھی بدلا، مگر حجاج کی تعداد میں زرمبادلہ کی کمی کے نام پر اضافہ نہیں کیا جاتا تھا، اصل بات یہ تھی کہ حج کمیٹی کے ارکان اس طرف سے بے توجہی برت رہے تھے، ورنہ اضافہ ہو جاتا، چنانچہ گذشتہ سال کوشش کی گئی تو پانچ سو کا اور اس سال ڈیڑھ ہزار کا اضافہ ہوا، یعنی اس سال کل سترہ ہزار حجاج جائیں گے، اور آئندہ اس میں اضافہ ہوتا رہے گا، ایک اخباری خبر کے مطابق وزیر خزانہ نے بیان دیا ہے کہ حاجیوں کی تعداد بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور آئندہ تین سالوں میں تدریجاً حاجیوں کی تعداد اکیس ۲۱ ہزار تک بڑھا دی جائیگی ریزرو بنک کو اس کی ہدایت کر دی گئی ہے، اس سال بھی بجائے پندرہ ہزار حجاج

کے دو ہزار کے اضافہ کے ساتھ ستّرہ ہزار حجاج جا سکیں گے [۱]
یعنی ۱۹۷۵ء تک اکیس ہزار حجاج کو حکومت ہند زرمبادلہ دے گی اور وہ حج زیارت
کو جا سکیں گے، یہ تعداد بھی کم ہے اور اس میں مزید اضافہ کی ضرورت باقی رہے گی،
اگر حکومت ہمت کرکے مزید اضافہ کردے تو درخواستوں کی تعداد میں خود بخود کمی آجائیگی
اور پابندی کا ہوّا ختم ہونے سے لوگ اپنے اپنے موقع سے اطمینان کے ساتھ درخواست
دینے لگیں گے،

معلوم ہوا ہے کہ حجاج کرام کی درخواستوں کی قرعہ اندازی کا کام ۱۴ اگست
سے شروع ہونے والا ہے اور یہ کہ اس سال قبل رمضان دو جہاز جائیں گے جس کا مطلب
یہ ہے کہ اس سال قبل رمضان کے حجاج زیادہ تعداد میں جا سکیں گے، حج کا کوٹہ بڑھنے
کی یہ پہلی خوش آئند بات ہے، اس کے ساتھ ضرورت ہے کہ صوبہ وار حجاج کی تعداد
پر نظر ثانی کے ساتھ درخواستوں کی قبولیت کے طریقوں پر بھی نظر ثانی کی جائے، خاص طور
سے حج بدل کے سلسلے میں آسانی پیدا کی جائے، حج بدل کی اہمیت اور ضرورت کے
پیش نظر فوری طور سے اس بارے میں مناسب تبدیلی ہونی چاہئے، اسی طرح جو لوگ
ایک بار حج کرچکے ہیں ان کے لئے بھی آسانی کی شکل نکالنی چاہئے،

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کا ایک وفد جو تین ارکان پر مشتمل تھا، گذشتہ ماہ ہندوستان
کے دورے پر آیا، اس کا مقصد یہاں کے مسلمانوں کی تعلیمی، تہذیبی اور علمی، دینی سرگرمیوں سے
واقفیت تھا، مگر اسے اپنے مقصد میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ کچھ ایسے حالات

---

[۱] الجمعیۃ دہلی ۲۷ر جولائی

رہے کہ وہ مسلمانوں کے اداروں سے زیادہ ربط پیدا نہ کرسکے، حالانکہ ایسے وفود کو زیادہ سے زیادہ مواقع ملنے چاہئیں تاکہ وہ ہندستان کے مسلمانوں کی تعلیمی تہذیبی اور دینی سرگرمیوں کو قریب سے دیکھ سکیں اور ان کو معلوم ہوسکے کہ یہاں کے مسلمان بھی اپنے بھائیوں کی طرح اسلامی زندگی کی قدروں کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ بھی عام مسلمانوں کے انداز پر کام کر رہے ہیں۔

مرکزی حکومت اور اترپردیش کی حکومت نے اردو زبان کی طرف پچیس سال میں پہلی بار خصوصی توجہ کرکے اسکی ترویج و ترقی کے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو بہرحال یہ بات ہے، اب اردو والوں کا کام ہے کہ وہ اس صورتِ حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور پہلی کی غفلت کو چھوڑ کر میدان میں آئیں۔ اس میں شک نہیں کہ خود اردو کے حامیوں اور اسکے ہمدردوں کی غفلت نے اسکو زبردست نقصان پہونچایا ہے اور حکومت کی طرح وہ بھی اردو کے بارے میں مسئول ہیں مگر اب جبکہ حکومت نے اقدام کیا ہے ضروری ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اردو کی تعلیم و ترقی کے مواقع فراہم کئے جائیں، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ حکومت کا عملہ اس بارے میں مطمئن نہیں ہے اور اسکی طرف سے طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی، اس کی اس روش کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ویسے حکومت کا یہ اقدام اردو کے لئے ابھی بہت زیادہ خوش آیند نہیں ہے، کیونکہ اسے معاشی حیثیت نہیں دی گئی ہے اور سرکاری ملازمتوں میں اسکا کوئی درجہ نہیں رکھا گیا ہے جب تک یہ بات نہیں ہوگی اردو یا کسی بھی زبان کی ترقی پورے طور سے نہیں ہوسکتی ہے۔

امام ابو الفیض محمد بن محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول" اصول حدیث میں نہایت معتبر جامع اور سہل و مستوعب کتاب ہے، اب تک غیر مطبوع تھی، راقم نے اس کے قلمی نسخوں کو سامنے رکھکر تصحیح و تعلیق کی اور مناسب حواشی لکھے، اب یہ کتاب شرف الدین الکتبی واولادہ، تجار الکتب محمد علی روڈ بمبئی ۳ کے یہاں سے چھپکر شائع ہونیوالی ہے غالباً اس سال کے آخر تک تیار ہوجائیگی، ضخامت تقریباً ۱۵۰ صفحات ہوگی، اصول حدیث پر نہایت عمدہ کتاب ہے اور مدارس عربیہ کے طلبا کیلئے بڑے کام کی چیز ہے۔

مطالعات
و
تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

ایک لڑکے کا سفر حج:- حضرت امام نودی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں امام ابن السنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک لڑکے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں حج کا ارادہ کر رہا ہوں۔ پوری حدیث یہ ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال جاء غلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی ارید الحج فمشی معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا غلام زودک اللہ التقوی ووجھک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں حج کا ارادہ کر رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکے کے ساتھ کچھ

فی الخیر وکفاك الهم فلما رجع الغلام سلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا غلام تقبل الله حجك وغفر ذنبك واخلف نفقتك[1]

دور چلے اور فرمایا اے لڑکے! اللہ تجھے تقویٰ کا توشہ دے، اور نیک کام کیطرف لیجائے اور رنج وغم سے روکے، جب وہ لڑکا حج سے واپس آیا تو جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کیا، آپ نے فرمایا اے لڑکے! اللہ تیرا حج قبول کرے اور تیرا گناہ بخشدے اور تیرے اخراجات سے جو کمی ہوگئی ہے اسے پورا کرنے کی سبیل نکال دے۔

اس حدیث میں لڑکے کے حج کو جانے کا ثبوت ہے، وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کی دعا کے ساتھ، حاجی کو رخصت کرتے وقت کس قسم کی دعائیں کرنی چاہئیں اس کا بیان اس حدیث میں ہے، اور پھر حج سے واپسی پر حاجی کو کیا کرنا چاہئیے اور لوگوں کو اس کے حق میں کیسی دعا کرنی چاہئیے۔ اس کا بیان بھی اسی میں ہے۔ حاجی کو جاتے وقت تین باتوں کے لئے خصوصی دعا کرنی چاہئیے۔ (۱) اصل زادِراہ خداترسی اور تقویٰ رہے (۲) یہ سفر سراسر نیکی کا ہو اور اس کا ہر کام نیکی کے ماتحت ہو (۳) پورے سفر میں سکون واطمینان رہے اور کسی قسم کا غم وتردد نہ رہے، سفر حج میں یہ باتیں نہایت ضروری ہیں۔ واپسی پر حج کی برقراری کے لئے دعا کرتے وقت بھی تین باتوں کی خصوصیت سے دعا کرنی چاہئیے (۱) حج کی مقبولیت کی (۲) گناہ کی مغفرت کی،

[1] کتاب الاذکار ص۱۹۹

(۴) اور اس سفر میں جو اخراجات ہو گئے ہیں مستقبل قریب میں حلال و طیب طریقہ سے ان کے پورا ہو جانے کی۔

حاجی کا مقام و مرتبہ :-

سنن بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اللّٰھم اغفر للحاج ولمن استغفر لہ[1]

اے اللہ! حاجی کو بخش دے اور جو شخص حاجی کی مغفرت کی دعا کرتا ہے اس کو بھی بخش دے۔

امام ابوعبداللہ حاکم نے اس حدیث کو علی شرط مسلم صحیح بتایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ پاک نیت سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکلتے ہیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہوتی ہے کہ اللہ ان کے گناہ معاف کر دے، سوچنا چاہیئے کہ جس آدمی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغفرت کی دعا اللہ سے کریں، وہ کس قدر خوش نصیب و خوش انجام ہوگا، اور حاجیوں کا مرتبہ و مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کیا ہے؟ ان کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں اے اللہ! جو لوگ حجاج کی مغفرت کی دعا کریں ان کو بھی تو بخش دے اور حجاج کی طرح حجاج کے حق میں دعا کرنے والوں کو بھی اپنی رحمت سے نواز، حج و زیارت کے مقام و مرتبہ کو اگر مسلمان صحیح طور سے جان کر اس کا لحاظ کریں تو اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی مغفرت کا اور کیا سامان ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس کہ مسلمان اس زمانہ میں حج تو بڑے ذوق و شوق سے کرتے ہیں مگر اس کی اہمیت و عظمت کا لحاظ پاس نہیں کرتے، جاتے وقت تو کسی حد تک

---

[1] الاذکار ص۱۹۹

اپنے کو حاجی ظاہر کرنے کے لئے محتاط رہتے ہیں، مگر عام طور سے حج سے واپسی پر یکایک سے ہی طرح طرح کی چالیں چلنا شروع کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نیکی کی توفیق دے اور ان کے نیک کاموں میں دوام و برکت عطا فرمائے۔

حج بدل:- حج ایک مقدس فریضہ ہے جس کے ذریعہ اسلام قطع نظر اور فوائد کے انسان کی نفسی و ذہنی زندگی میں خاص قسم کی تبدیلی کرنا چاہتا ہے، انتہائی مجبوری اور ناگزیر حالات میں حج بدل کی اجازت دی گئی ہے، کہ اگر مذکورہ تبدیلی کی صورت نہیں بنتی ہے تو کم سے کم فرض ہی ذمہ سے ساقط ہو جائے اور دوسرا شخص اس کے ذریعہ اپنے اندر مطلوبہ تبدیلی پیدا کرے، لیکن اب حج بدل فیشن اور پیشہ بنتا جا رہا ہے، سرمایہ دار محض عیش کی خاطر حج سے گھبراتا اور کثیر رقم اس کام کے لئے علیحدہ کر لیتا ہے، پھر جب کوئی معتبر پیشہ ور مل جاتا ہے تو رقم حوالہ کر کے اس کو حج کے لئے بھیج دیتا ہے، جس کی ایک مقدار سفر حج پر خرچ ہوتی ہے، اور بقیہ رقم اپنے تصرف میں آجاتی ہے، اس طرح نفلی حج کا رواج ہو رہا ہے جس کی مذکورہ صورت میں کوئی گنجائش نہیں ہے، مذہبی لوگوں کے ہاتھ سے مذہب کے نام پر مذہب کے کام جو زیادتی ہو رہی ہے اگر اس کے سدباب کی کوشش نہ کی گئی تو مذہب اپنی جاذبیت و کشش کھو دے گا، پھر جو توقعات مذہب سے وابستہ ہیں وہ ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ [۱]

بات یہ ہے کہ تقربات و عبادات پر اجرت اور مزدوری لینا جائز نہیں ہے اور جو لوگ حج بدل کے حریص ہوتے ہیں وہ ایک قسم کے پیشہ ور مزدور بن جاتے ہیں۔

۱؎ اقتباس علی گڑھ

اسلام طور سے ایک بڑی رقم ایک ساتھ لے لیتے ہیں کہ اگر کچھ رقم بچ جائے گی تو اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اس طرح وہ معذوروں کی طرف سے حج کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور گویا وہ تجارت کے طور پر حج کرتے ہیں، اسی طرح کوکر سے بعض معلمین اور مکہ کے لوگ حج بدل پچیس پچیس ریال پر یا اس سے کم زیادہ پر کرتے کراتے ہیں، یہ سب سراسر غلط ہے، اور اس طرح حج بدل ادا نہیں ہوتا، بلکہ یہ کمائی ہوتی ہے، حج بدل اپنی جگہ درست ہے اور جس پر حج فرض ہے کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے وہ خود حج نہ کر سکا تو دوسرے سے حج بدل کرایا جا سکتا ہے، اس میں کلام نہیں ہے، بلکہ کلام اس میں ہے کہ حج بدل کے نام پر دھندا کرنا کیا ہے؟

دنیا کا ایک منظر :- ایک مرتبہ حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک برادر زادے کا ہاتھ پکڑ کر کوڑے کے ایک گھورے پر لے گئے جہاں گندگی، غلاظت، ٹوٹے پھوٹے سامان، پھٹے پرانے کپڑے اور طرح طرح کی بے کار چیزیں پڑی ہوئی تھیں، وہاں پہونچ کر حضرت مسروق نے اس سے فرمایا کیا میں تم کو دنیا کا منظر دکھاؤں؟ پھر فرمایا۔

هذه الدنيا اكلوها فافنوها
لبسوها فابلوها، ركبوها
فانضوها، سفكوا فيها دماءهم
واستحلوا فيها محارمهم وقطعوا
فيها ارحامهم،
(طبقات ابن سعد جزء ۶ صفحہ ۵۲)

یہ گھورا دیکھ لو، یہی دنیا ہے جسے لوگوں نے کھا کر ختم کر دیا ہے، پہن کر پرانا کر دیا ہے، اس پر سواری کر کے بے کار کر دیا ہے، اسی دنیا کے بارے میں باہمی خونریزی کی ہے، اسی کے بارے میں اپنی عزت و آبرو ختم کی ہے، اور اسی کے لئے اپنی رشتہ داریوں کو کاٹ دیا ہے۔

اس منظر میں ہمارے آپکے لئے بھی بڑی عبرت و نصیحت ہے، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر تھوڑی دیر کھڑے ہو کر سوچا جا سکتا ہے کہ یہی دنیا ہے جس کے لئے انسان رات دن جان دیتا ہے، بے ایمانی کرتا ہے، بھائی کا گلا کاٹتا ہے، چوری ڈاکہ میں پکڑا جاتا ہے، جب دنیا کے لئے یہ سب کرتا ہے۔ اسکا انجام یہ ہے کہ وہاں کھڑے ہونے کو بھی جی نہیں چاہتا ہے۔ بقدر ضرورت دنیا حاصل کی جائے گی مگر اس کے لئے دین و ایمان اور جسم و جان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

جوانی کا وقار

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی مجلس خاص میں بڑے دکھ اور درد کے ساتھ ان دوستوں اور ساتھیوں کو یاد فرمایا جو دنیا سے چلے گئے، اور کہنے لگے کہ ہائے دوستی! میرے دوست احباب تو دنیا سے رخصت ہو گئے، راوی حارث بن نبہان کا بیان ہے کہ اس موقع پر میں نے عرض کیا۔

- اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا اب ایسے نوجوان پیدا نہیں ہو گئے ہیں جو دنوں کو روزے رکھتے ہیں! اور راتوں کو عبادت میں کھڑے رہتے ہیں، اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہیں،

آپ نے یہ سن کر فرمایا ہاں مگر وہ ایسے بھائی ہیں جن کو عجب غرور اور بڑائی کے تصور نے فاسد کر دیا ہے۔ [1]

بوڑھوں کے مقابلہ میں نوجوانوں کی صالح زندگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور جوانی کی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی مقبول و محبوب ہے، پھر ایسے نوجوان

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹۲

جو رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہیں، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جوانی کے بہترین اوقات کو خرچ کر کے غازی و مجاہد بنیں ان کی زندگی کی کامیابی کا کیا کہنا۔ مگر اس زمانہ میں جو چیز سب سے زیادہ خطرناک ہے اور ان تمام خوبیوں پر پانی پھیرتی ہے، وہ ابھرتے ہوئے جذبات پر غیر صالح عنصر کا غلبہ ہے، اور جوانی کا وہ دیوانہ پن ہے جسے فخر و غرور، عجب و تکبر، اور نمائش و ریاکاری کا خزانہ کہا جا سکتا ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ جوانی کے اسی دیوانہ پن کی خرابی بیان کر رہے ہیں اور اسے جوانی کی تمام نیکیوں کے لئے تباہ کن فرما رہے ہیں۔

پس ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک بننے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ متواضع، منکسر المزاج، با اخلاق اور انسانیت و شرافت کے پرتو بننے کی کوشش کریں کہ یہی صفت ان کو درحقیقت نیک بنانے والی ہے اور اسی سے انکی جوانی کا وقار اللہ تعالیٰ کے یہاں قائم ہے۔

حقیقی خیر :- حکیم الامت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا۔

لیس الخیر أن یکثر مالك وولدك. ولكن الخير أن يعظم حلمك. ويكثر علمك. وان تنادى الناس فى عبادة الله فاذا احسنت حمدت الله	بھلائی اس بات میں نہیں ہے کہ تمہارے مال اور اولاد کی کثرت ہو جائے بلکہ اچھائی اس میں ہے کہ تمہاری قوت حلم و برداشت زیادہ ہو اور تمہارا علم بڑھ جائے، اور تم لوگوں کو اللہ کی عبادت

وان اسأت استغفر الله ... ۔ لے

کے لئے پکارو، پھر اگر نیکی کرو تو خدا شکر ادا کرو، اور اگر برا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔

یعنی انسانیت کی برتری اور عظمت واہمیت اس بات میں نہیں ہے کہ کوئی شخص زیادہ مال و دولت کا مالک بن جائے اور اس کا کنبہ بہت بڑا ہو جائے مال و دولت کے خزانے سونا، چاندی اور لعل و جواہر کی شکل میں زمین اور سمندر کے تہ خانوں میں پٹے پڑے ہیں، اور بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ مگر ان باتوں کی وجہ سے نہ زمین کو فضیلت حاصل ہے نہ سمندر کی عظمت قائم ہے، اور نہ ہی بھیڑوں اور بکریوں کا وقار دنیا کی نظر میں ہے۔ بلکہ زمین کی قدر اس کی قوت نمو کی وجہ سے ہے، سمندر کی عزت اس کی مفید باتوں کی وجہ سے ہے اور بھیڑ بکری کی ضرورت اس کے دودھ اور گوشت کی وجہ سے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کمیت کوئی چیز نہیں ہے اصل چیز کیفیت ہے، اسی لئے انسان کی قدر و منزلت اور اس کی ضرورت اس کے صبر و ضبط اور علم و بردباری کی فراوانی اور علم و دانش کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی خوبی اس میں ہے کہ وہ صابر و حلیم اور دانا و علیم ہو۔ اللہ کا بہترین بندہ بننے کی کوشش کرے، اچھا کام کرے تو خوش ہو کر اپنے رب کی حمد و ثنا کرے اور اگر برا کام ہو جائے تو رنج و غم کے ساتھ اس کی جناب میں توبہ و استغفار کرے۔

یہی وہ اوصاف ہیں جو انسان میں انسانیت پیدا کرتے ہیں، مال و اولاد کی کثرت سے انسانوں میں تو اضافہ ہو سکتا ہے مگر انسانیت میں اس سے اضافہ

نہیں ہو سکتا بلکہ مشاہدہ ہے کہ وہ اس سے کم ہو جاتی ہے۔

اولاد اور والدین

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک لڑکے پر خفا ہوئے اور احنف بن قیس کو بلا کر ان سے پوچھا کہ اولاد کے بارے میں آپ جیسے عاقل و حکیم کی کیا رائے ہے؟ احنف بن قیس نے کہا۔

ثمار قلوبنا، وعماد ظهورنا ونحن لهم ارض ذليلة وسماء ظليلة فان طلبوا فاعطهم، وان غضبوا فارضهم، فانهم يمنحونك ودهم ويحبونك جهدهم ولا تكن عليهم ثقيلا فيملوا حياتك ويحبوا موتك۔

ہماری اولاد ہمارے دل کے ثمرات اور ہماری پشت کے ستون ہیں، اور ہم انکے لئے نرم زمین اور سایہ دار آسمان ہیں اگر وہ کوئی چیز طلب کریں تو انھیں دیدو اور اگر وہ ناراض ہو جائیں تو راضی کردو، ایسی حالت میں وہ اپنی محبت کا صلہ دیں گے اور تمہاری زندگی کے خواہاں ہوں گے، اور ان پر سختی نہ کرو کہ وہ تمہاری زندگی سے اکتا کر تمہاری موت کو پسند کرنے لگیں۔

ان باتوں کو سن کر حضرت معاویہ نے کہا سبحان اللہ احنف بن قیس! جب تم آئے تھے میں اولاد پر غصہ سے بھرا ہوا تھا، مگر تم نے میرے دل سے غصہ نکال دیا۔

اولاد کے بارے میں والدین کی ذمہ داریاں بہت زیادہ اور بہت نازک ہیں

ان کی تعلیم و تربیت میں بڑی دوراندیشی اور خیر خواہی سے کام لینا پڑتا ہے اگر نہ کیا جائے تو اولاد ناکارہ، آوارہ ہو جائے، جیسا کہ آج کل والدین کی بے توجہی سے یہ صورت عام ہو رہی ہے، اس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

ہمدردی کے طریقے :-

ایک مرتبہ سخت جاڑے کے زمانے میں کچھ لوگ حضرت بشر حافی کے پاس گئے دیکھا وہ اپنے بدن سے کپڑے اتارے ہوئے کانپ رہے ہیں، یہ دیکھکر لوگوں نے عرض کیا کہ ابو نصر! یہ کیا حال ہے؟ اس پر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ذکرت الفقراء و بردھم ولیس لی ما اواسیھم بہ فاحببت ان اواسیھم فی بردھم۔

میں نے اس سردی میں فقیروں کو یاد کیا مگر میرے پاس ان کی ہمدردی کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ میں اسی انداز سے ان کی سردی میں شریک ہو جاؤں۔

اس واقعہ کے ساتھ حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے الفوائد میں لکھا ہے کہ مومنوں کی غمخواری کئی طرح کی ہوتی ہے (۱) مال کے ذریعہ غم خواری (۲) جاہ و مرتبہ سے غم خواری (۳) بدن اور خدمت سے غمخواری (۴) خیر خواہی اور رشد و ہدایت سے غم خواری (۵) ان کے حق میں دعا و استغفار سے غم خواری۔ (۶) اور ان کے لئے آزردہ خاطر ہو کر غمخواری۔

یہ طرح کی غم خواریاں ایمان کے قوی و ضعیف ہونے کے مطابق ہوا کرتی ہیں اور جب ایمان کمزور ہوگا تو یہ ہمدردیاں کمزور ہونگی اور جب وہ قوی ہوگا تو یہ بھی قوی ہوں گی۔

رسول اکرمؐ کی جسمانی طاقت

عظمت ہاشمی

قدرت کی عطا کردہ ہزارہا نعمتوں میں سے حواس خمسہ کے ساتھ جسمانی قوت و طاقت کی فراوانی، اعضاء و جوارح کی مضبوطی و توانائی بھی ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے جو ہر کس و ناکس کو اس کے قویٰ کے موافق ملتی ہے لیکن اس قوت میں کمی بیشی ممکن ہے یعنی جسمانی نمود و بالیدگی کے ہمراہ قوت جسمانی کا بھی بڑھنا لازمی و ضروری ہو۔ مگر بسا اوقات صحت کے اصولوں سے غفلت بھی اس طاقت کے انحطاط و زوال کا باعث بن جاتی ہے۔ دراصل یہ طاقت و قوت جو فضل یزدانی سے عطا ہیں حق تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر استعمال کیا جائے تو یقیناً وہ سود مند ہوگی، چنانچہ اس طاقت کے مضمرات کے بارے میں قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة (پ ۱۰ س انفال) یعنی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اندر جتنی قوت پیدا کر سکتے ہو پیدا کرو، کیوں کہ اگر تم نحیف و کمزور ہوگئے تو دشمن پر کس طرح غلبہ پاسکو گے۔

اس ضمن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کی کئی ایک مثالیں دی ہیں

جیسے:۔ **حضرت موسیٰ کا مُکّا:۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی بات پر ایک ایک قبطی کو اس زور سے مُکّا مارا کہ وہ اس مُکّے کی تاب نہ لا کر وہیں مر گیا۔ قرآن میں یہ تذکرہ کچھ یوں ملتا ہے۔ فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ۔ (پ۲۰ س قصص) یہ حضرت موسیٰؑ کی قوت بازو اور مضبوط القویٰ ہونے ثبوت تھا نہ کہ پیغمبرانہ وصف یا معجزہ تھا

حضرت داؤدؑ کی طاقت:۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی خداوند قدوس نے تعریف کی اور ان کی قوت جسمانی کا یعنی وصف نمایاں فرمایا: واذکر عبدنا داؤد ذالاید (پ۲۳ س ص) یعنی ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو صاحب قوت تھا، اور ہر طرح کی طاقت اپنے اندر رکھتا تھا، گویا جسم کا مضبوط و توانا بلاشبہ قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے۔

حضرت طالوت کا جسم:۔ پھر حق تعالیٰ سبحانہٗ نے حضرت طالوت علیہ السلام کی طاقت اور ان کے جسم کی یوں توصیف فرمائی ہے۔ کہ وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم (پ۲ س بقرہ)

اس طرح جہاں قدرت نے آپ کو علم و فہم کی نعمتوں سے سرفراز کیا تھا وہیں آپ کے جسم کو بھی قوی و مضبوط بنایا اور یہ بطور ایک معجزہ تھا آپ اس طاقت کے ذریعہ بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرا جاتے اور کامیاب و کامراں ہوتے؛ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات سے اگر ایک طرف انسانی قوتِ جسمانی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے تو دوسری طرف روحانی مراتب کے حصول کے لئے اس طاقت کا ہونا ناگزیر ہے ورنہ ضعیف الجثہ شخص حق کی نصرت کیوں کر سکتا ہے، جب کہ ناتوانی کی وجہ سے وہ ریاضیات روحانی سے بھی خاطر خواہ مستفیض نہ ہو سکے گا۔ غرض جسمانی طاقت خدا کا ایک فضل اور اس کی رحمت ہے جو یقیناً

انسانی کرب و بلا کا بیکسانہ نمونہ یہ ہے کہ اس طاقت و قوت کا استعمال خدا اور رسول
کے بتائے ہوئے طریق پر ہوا کیا عجب کہ انسانی معاملہ ہو کہ ان کی بہتر سرپرستی نہ ہو
اور پھر افضل البشر خاتم النبیین حضور اکرم ہادی اعظم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا باوجود اخلاقی و روحانی کمالات و معجزات کے خود آپ کی جسمانی قوت و طاقت
بھی بالشان تھی۔ گویا

کوئی خوبی نہ ان سے بچ سکی : حسنت جمیع خصالہ

رکانہ سے مقابلہ :- چنانچہ ابتدائے اسلام میں حضور اکرم کا عرب کے مشہور
پہلوان رکانہ کو پچھاڑنا کیا کم کمال تھا۔ یہ محض طاقت کا اظہار نہ تھا بلکہ دین حق
کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط لگا کر تین بار پچھاڑا جس کے سبب وہ مسلمان
ہو گیا۔

غزوہ بدر :- اسی طرح حق و باطل اسلام و کفر کی پہلی جنگ غزوہ بدر کی گھمسان
کی لڑائی میں جبکہ محض تین سو تیرہ مسلمان نہتے اور بے سروسامان مسلح کافروں کے
شدید حملوں سے بے طرح گھبرا جاتے کافروں کے پیہم حملوں سے ان کے قدم ڈگمگا جاتے تھے
تو ایسے وقت میں تاریخ کے اوراق اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ حضور اکرم ہی کی وہ ذات اقدس
تھی جہاں مسلمان دوڑ دوڑ کر آپ ہی کے سایۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈتے تھے۔ یہ وہی معنوی
نبوت تھا جو اس قدر عالی ہمت و باحوصلہ تھا کہ کفار کا بڑے سے بڑا شجیع اور جنگجو کسی صورت
سے کبھی جرأت نہیں پاتا تھا کہ آپ کا سامنا کر سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری
مسلم ہے جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ فرماتے ہیں کہ :-
بدر میں جب شدید معرکہ کا رن پڑا تو ہم لوگوں نے آپ ہی کی آڑ لی، اور سب سے

پناہ سب سے زیادہ محفوظ و مضبوط تھی، گویا حضور علیہ التحیۃ السلام والتسلیم ہی کی ذات مبارک شجاعان عرب میں ممتاز و کرم ثابت ہوئی۔

غزوۂ احد:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی قوت و طاقت کا اس امر سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ لڑائیوں میں اکثر دو دو زرہیں پہنا کرتے، علاوہ ازیں آپ کبھی کبھی مغفر یعنی خود کا استعمال بھی فرماتے تھے، کیا یہ حضور کی طاقت کی اچھی مثال نہیں کہ ایک زرہ کی جگہ دو زرہوں کا استعمال مع خود کے اور پھر پھرتی و تندہی میں کسی بھی قسم کی کمی نہ ہو، اللہ اللہ

غزوۂ احد ہی کے موقع پر ایک اور بات سامنے آتی ہے حضور نے تمام صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ آیا شہر پناہ میں رہ کر ہی مدافعت کی جائے یا مدینہ سے باہر آکر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، کثرت رائے سے فیصلہ دوسری تجویز پر ہوا جبکہ حضور کی منشا پہلی بات یعنی مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کرنے کا تھا، چنانچہ مشورہ کے فوراً بعد حضور اسلحہ سے لیس باہر تشریف لائے، حضور کی اس تیاری کے دوران میں بعض صحابہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ شرمندہ تھے اور جیسے ہی آپؐ باہر تشریف لائے تو ان حضرات نے آپؐ سے رک جانے کے لئے عرض کیا، لیکن آپؐ نے بڑے جوش و جلال سے فرمایا: "پیغمبر زرہ پہن کر اتارا نہیں کرتے"[1]

غرض یہ حضور مقبول کے عزم و استقلال جرأت اور بہادری کی بہترین مثال ہے

اسی جنگ میں ابی بن خلف جو آپ کا سخت دشمن تھا، جو بدر میں فدیہ دے کر رہا ہوا اور یہ کہتا گیا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز جوار کھلایا کرتا ہوں، اسی پر سوار ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا اپنے اسی عہد کے مطابق احد کے میدان میں اسی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا صفوں کو چیرتا ہوا آنحضرتؐ کے روبرو پہونچ گیا، مسلمانوں نے چاہا کہ اس کو

[1] بخاری

مدد کی لیں، مگر حضورؐ نے انھیں منع کیا اور خود مقابلہ کے لئے آگے بڑھ آئے اور جیسے ہی ابن ابی خلف آپکے قریب آیا آپؐ نے اپنے نیزہ سے اس کی گردن میں ہلکا سا چرکا لگایا، پھر کیا تھا وہ چیخیں مارتا ہوا وہاں سے بھاگا، لوگوں نے کہا۔ یہ تو کوئی بڑا زخم نہیں اس نے جواب دیا۔ سچ ہے لیکن یاد رہے یہ زخم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا ہے۔ آخر اس زخم کی تکلیف سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔

ایک دفعہ مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آگیا، لوگ مقابلہ کے لئے تیار ہونے لگے لیکن اس موقع پر سب سے پہلے جو شخصیت آگے بڑھتی ہوئی دکھائی دی وہ آقائے نامدار سرور کونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، شجاعت و دلیری کا عالم ملاحظہ ہو کہ آپؐ نے اس بات کا بھی انتظار نہ کیا کہ گھوڑے پر زین کسی جائے، چنانچہ آپؐ نے اشہب برہنہ پشت پر ہی ان تمام مقامات پر گشت لگا کر حالات کا جائزہ لیا۔ جہاں کہ خطرات کا اندیشہ تھا، بعد ازاں آپ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ خطرہ یا پریشانی کی کوئی بات نہیں، اس طرح لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہوئے۔

غزوہ حنین:۔ غزوہ حنین میں آپؐ کی شجاعت ملاحظہ ہو، جب قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کی فوج پر تیروں کی بارش شروع کر دی جس سے مسلمانوں کے صف اول میں بڑی ابتری پھیل گئی، پھر بے قابو فوج کے پاؤں ہی اکھڑ گئے اور یوں مسلمانوں کی کثیر تعداد دفعتاً میدان سے نکل بھاگی۔ حتیٰ کہ مشاہیر صحابہ کرام تک گھبرا گئے تھے، لیکن اس افراتفری، ہراسانی اور بھگدڑ کے وقت صرف حضور اکرمؐ ہی تھے جو نہایت سکون و اطمینان سے اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ دشمن کے مقابل میدان میں ڈٹے رہے۔

حضرت براء فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم جب لڑائی اپنے پورے زور شور سے ہو رہی تھی تو ہم لوگ آپ ہی کے پہلو میں آکر پناہ لیتے اور ہم میں سب سے بڑا بہادر شخص وہی سمجھا جاتا جو آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔"

اللہ اکبر! کیسی شان اور قوت و جرأت کا مظاہرہ تھا، کیا دبدبہ و عزم ہمت و جوانمردی، استقلال و مضبوطی و توانائی کی جلوہ گری تھی،

غزوۂ خندق:- غزوہ خندق کا عظیم الشان واقعہ حضور اکرمؐ کی جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ کمالات روحانی کی ایک دلآویز تفسیر ہے، اس موقع پر کوئی دس ہزار کفار کا لشکر جرار مدینہ پر حملہ آور ہوا، حضرت سلمان فارسیؓ حضورؐ کے گوش گزار اپنے ملک کے دستور کے مطابق یہ مشورہ کر رہے تھے کہ جب غنیم کثیر تعداد میں ہوتا تو ہم لوگ شہر کے چاروں طرف خندق کھود لیتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرام سے اس بارے میں دریافت کیا، سب نے خندق کھودنے کے لئے حامی بھر لی۔

اس طرح مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کے لئے حضورؐ نے دس دس آدمیوں کی ٹولی کو چالیس گز خندق کھودنے پر مقرر کیا، صحابہ کرام بھی اس کام میں نہایت تندی و جوش و خروش سے جٹ گئے، اچانک ایک جگہ ایک سخت چٹان درمیان میں حائل ہو گئی، صحابہ نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ پتھر ٹوٹ جائے مگر وہ کسی بھی صورت سے نہ ٹوٹا، آخر جب صحابہ عاجز آگئے ان کی ہمتوں نے جواب دیدیا تو انہوں نے حضورؐ تک یہ پیغام بھیجا کہ اس چٹان کو ملاحظہ فرمائیں، حضورؐ تشریف لائے، واضح ہو کہ اس وقت رسول اکرم ہادی اعظم کے شکم مبارک پر پتھر بندھے تھے اور یہ تین دن کے فاقہ کا نتیجہ تھا باوجود اس حالت کے حضورؐ نے تمام اصحاب کو وہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا اور خود کدال

بڑھ کر آگے بڑھے، اور دیکھتے ہی دیکھتے آپؐ نے اپنی پوری قوت سے اس چٹان پر ایک ضرب لگائی، حضرت سلمان فارسی رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا پتھر میں ایک بڑا شگاف پیدا ہوگیا اور ساتھ ہی اس میں سے ایک تیز قسم کی روشنی پیدا ہوئی۔ یہ رسول مقبولؐ کی پہلی ضرب تھی اس ضرب کے ساتھ آنحضرتؐ نے نہایت بلند آواز میں اللہ اکبر کہا جس کی تقلید میں تمام صحابہؓ نے نعرۂ تکبیر کا ایک زبردست غوغا بلند کیا بعد ازاں آپؐ نے پھر دوسری ضرب لگائی جس سے شگاف اور وسیع ہوگیا اور روشنی پھر پیدا ہوئی، تیسری بار آپؐ کی اس ضرب نے چٹان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ کیا یہ حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت و تندرستی کا عدیم المثال شاہکار نہیں؟ لاریب تا قیام قیامت دنیا ایسی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکے گی۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ اپنی ہر ضرب پر ہر مسلمان کو فتح و نصرت کی خبر دیتے جو مستقبل قریب ہی میں پوری ہوئی۔ حالانکہ وہ یہ زمانہ تھا جبکہ مسلمان جزیرۂ عرب ہی کی دیگر قوموں اور قبیلوں سے برسرپیکار تھے۔ گویا واقعہ خندق ایک طرف جسمانی طاقت کا عظیم مظاہرہ تھا تو دوسری طرف رسول مقبولؐ کی روحانی کمالات کا ایک روشن باب بھی تھا۔

جنگ جدل یا ایسے ہی دوسرے مواقع پر حضورؐ کی جسمانی طاقت کا اظہار تو ہو ہی گیا لیکن عادات و ریاضات کے لئے بھی اس قوت کا ہونا از حد ضروری ہے ویسے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور اکرمؐ علاوہ رمضان المبارک و شوال کے بھی اکثر و بیشتر وصالی روزے رکھا کرتے تھے یعنی آپؐ کئی کئی دن افطار (وقفہ) کئے بغیر روزے سے رہتے تھے جبکہ عامۃ المسلمین کو اس طرح روزے رکھنے سے منع کرتے، اکثر یہ بھی ہوتا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا اور آپؐ روزہ کی نیت فرما لیتے، یقیناً یہ تمام باتیں اس

بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مجاہداتِ روحانی اور محنتِ شاقہ کے لئے طاقت وقوت جسمانی کا ہونا لازمی ہے علاوہ ان روزوں کے آپؐ سے قیام اللیل کی پابندی بھی بالتزام ہوا کرتی تھی، آپ یادِ الٰہی میں دن کے اوقات کے علاوہ رات رات بھر نماز پڑھا کرتے۔

یہاں تک کہ صحاح کی روایتوں سے آپکے پائے اقدس کا ورم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بھی آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا مجھے اس قدر تکلیف ہوئی کہ قریب تھا کہ میں بیٹھ جاتا اور آپؐ کو اکیلا چھوڑ دیتا۔

ایسی ہی متعدد باتیں اور واقعات ہمارے سامنے آتی ہیں کہ بعض اوقات حضورؐ نے نماز میں سورۂ بقرہ شروع کی اور نماز کے رکوع کے پہونچنے تک آپ نے سورۂ آلِ عمران شروع کردی تھی گویا ایک رکعت میں پانچ پاروں سے زیادہ تلاوت فرمائی۔ بہرحال یہ تمام واقعات قوت انسانی سے تعلق رکھتے ہیں جس سے حضور اکرمؐ کی بے نظیر جسمانی قوت وطاقت شجاعت واستقلال، بہادری وشہ زوری، جرأت ومبارزت مسلمانوں کو جادۂ حق کی اس منزل کا پتہ دیتی ہے، جو ہر اک متبع رسولِ انامؐ کو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشن وتابناک آیات کے ذریعہ دعوت فکر وعمل کی جانب رغبت دلاتی ہے۔"

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
إِلَيْهِ سَبِيلًا

اللہ کی عبادت کے لئے ایسے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے جو وہاں پہونچنے کی قدرت رکھتے ہوں۔

مسلم خواتین

از قاضی اطہر مبارکپوری

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ درست ہے کہ قبیلہ قریش کی عورتوں کو فضل و کمال حاصل ہے، مگر واللہ میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ صاحب فضل و کمال کسی کو نہیں دیکھا، کتاب اللہ کی تصدیق اور وحی آلہی پر ایمان ان سے آگے کوئی نظر نہیں آیا، جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی (عورتیں اپنی چادروں کو اپنے گریبانوں پر رکھیں) اور ان کے شوہروں نے اپنے گھروں میں جا کر اس آیت کو سنایا تو حال یہ تھا کہ ہر آدمی نے اپنی بیوی، بیٹی، بہنیں اور قرابت دار کو یہ آیت سنائی، اور ان میں سے ہر ایک نے سنتے ہی اللہ کی کتاب کی تصدیق اور وحی الٰہی پر ایمان کا مظاہرہ کر کے کمبل یا چادر جو کپڑا ملا اس سے حکم خداوندی کی تعمیل کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (نماز میں) تسلیم و رضا کی پیکر بن کر یوں آگئیں جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اسلام میں ایمان عجائز (بوڑھیوں کے ایمان) کی بڑی قیمت ہے، ایمان و یقین اور تسلیم و رضا میں مسلمان بوڑھیائیں بہت آگے

ہوتی ہیں۔ یہی لئے تو امام الحرمین جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے جو علم کلام کے امام اور اسلام
کے ترجمان تھے۔ آخری وقت لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ آپ لوگ گواہ رہیں کہ کلامی ایمان
کو معتبر نہیں جانتا بلکہ خراسان کی بوڑھیوں کے ایمان پر دنیا سے جا رہا ہوں جن میں
ایمان و یقین اور تسلیم و رضا کے سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یقیناً ان بوڑھیوں
کا ایمان انصار کی ان بیبیوں، بنات اسلام کا ورثہ ہے جن کے بارے میں ام المومنین
یہ شہادت دے رہی ہیں اور جن کا حال یہ تھا کہ حکم خداوندی سنتے ہی آمنا و صدقنا
کہتی تھیں اور فوراً عملی تصدیق کرتی تھیں۔ جس معاشرہ میں ایسی مومنات صالحات
ہوتی ہیں ان کی گود میں ایمان و یقین کے پیکر پلتے ہیں اور ان کی اولاد بستیوں
کے لئے زینت ہوتی ہے۔

ازدواجی حسن سلوک

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہماری بیویوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے جواب
میں ارشاد فرمایا۔

"تم لوگ جو خود کھاتے ہو اسی میں سے ان کو بھی کھلاؤ، اور جو تم
پہنتے ہو اسی میں ان کو بھی پہناؤ، اور نہ ان کو مارو اور نہ ان کی
برائی کرو۔"[1]

شوہر کے ذمہ اس کی بیوی کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اس پر لازم ہے اور اگر
طاقت رکھتے ہوئے ان کو ادا نہیں کرے گا یا جان بوجھ کر ادائیگی میں تقصیر اور کمی کرے گا

[1] سنن ابو داؤد

زیادہ مائل و متوجہ ہو تو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھے گا کہ
اس کے جسم کے دونوں جانب میں سے ایک جانب ٹیڑھا اور جھکا
ہوا ہوگا یا آپ نے فرمایا کہ گرا ہوا ہوگا۔"

اسلامی احکام ابدی و دائمی ہیں۔ ہر زمانہ میں اور ہر ملک و قوم کو اسلام پر عمل کرنا ہے اس لئے اس کے قوانین میں گنجائش رکھی گئی ہے جس سے بوقت ضرورت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے حدود و قیود اور شرائط ہیں۔ چنانچہ اسلام میں چار بیویوں کے رکھنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ مگر اس کے لئے حدود و قیود اور شرائط ہیں اور تمام حدود اور شرائط پر ان میں عدل و انصاف کی شرط مقدم اور اہم ہے۔ چار کی بات تو دور کی ہے اگر کسی کے دو بیویاں ہوں اور وہ جان بوجھ کر اور اپنے مقصد و ارادہ سے ان میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ توجہ کرے گا تو دونوں کے تمام حقوق برابر ادا کرنے کے باوجود اس کے لئے سخت سے سخت وعید آئی ہے، اور سب کچھ کرنے کے باوجود ان دونوں میں میلان و رجحان کے اعتبار نا انصافی کرنے کی سزا یہ ملے گی کہ قیامت کے دن ایسا شوہر جب قبر سے اٹھے گا تو میدان محشر میں اس کی رسوائی ہوگی اور اس کے جسم کا ایک حصہ ٹیڑھا اور جھکا ہوا ہوگا۔ اہل محشر میں اس کا جرم نمایاں ہوگا۔ مگر یہ سزا ایسے شوہر کو ملے گی جو دونوں بیویوں میں سے ایک کی طرف جھکاؤ جان بوجھ کر رکھے گا۔ لیکن اگر کبھی بے اختیاری کی حالت میں یا انسانی کمزوری کی وجہ سے ایسا ہو گیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں نہایت شدت سے احتیاط فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ فلاں بیوی کے بارے میں میرے طبعی میلان پر مواخذہ نہ فرمانا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عدل و انصاف

کرنے والا کون ہوگا، مگر جب بیویوں کے حقوق میں برابری اور انصاف کی بات آئی تو آپ نے بھی دعا کی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی بندیوں کے بارے میں اللہ کے بندوں کو کس قدر محتاط ہونا چاہئیے۔

کلیدی عہدے اور عورت

اسلام میں امامت کبریٰ یعنی خلافت کے استحقاق کے لئے دوسرے شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ خلیفہ وامیر مذکر ہو۔ یعنی عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ بعض حضرات کے نزدیک عورت بھی قاضی اور حاکم ہو سکتی ہے۔

وقال ابوحنیفہ یجوز ان تکون المرأۃ قاضیا فی الاموال، وقال الطبری یجوز ان تکون المرأۃ حاکما علی الاطلاق فی کل شئ [۱]	امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ مالیات کے مقدمہ میں عورت قاضی اور جج ہو سکتی ہے اور امام طبری نے فرمایا ہے کہ ہر ہر معاملہ میں عورت حاکم ہو سکتی ہے۔ مالیات وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

مالیات کے معاملات میں عورت کو جج اور قاضی بنانے کے جو حضرات قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ عورت کی شہادت مالیات کے بارے میں معتبر ہے اس لئے اس کا فیصلہ بھی اس بارے میں معتبر ہوگا۔ اور جو لوگ ہر معاملہ میں عورت کے حاکم ہونے کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ اصل یہ ہے کہ جس شخص سے بھی انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو سکتا ہے اس کا حاکم بننا درست ہے البتہ چونکہ اجماع امت سے امامہ کبریٰ یعنی خلافت میں مذکر ہونے کی شرط اور یہ عہدہ مذکرہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اس لئے اس میں

[۱] ہدایۃ المجتہد ج۲ ص۴۶۰

عورت کو نصب کرنا صحیح نہیں ہوگا، اور جن لوگوں نے عورت کے حکم اور قاضی ہونے سے متعلق انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور امر کے لئے ذکورت کی شرط ہے اسی طرح قضاء کے معاملہ میں شرط ذکورت کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہ تصریحات علامہ ابن رشد اندلسیؒ نے کتاب بدایۃ المجتہد میں فرمائی ہے۔

جہاں تک اقتدار اعلیٰ یعنی خلافت کا تعلق ہے وہ صرف مرد کے لئے ہے، اس میں عورت کو استحقاق نہیں ہے، کیوں کہ عورت بہرحال عورت ہے اور اس میں حکومت و خلافت کی وہ سمجھ بوجھ نہیں آسکتی جو اس کے لئے درکار ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی عورت میں عقل و شعور کا یہ معیار ہو مگر چونکہ عام طور سے عورت مرد کے مقابلہ میں عزم و ارادہ میں عقل و شعور میں اور طاقت و قوت میں کم درجہ کی ہے اس لئے قانون یہی ہے کہ عورت کا خلافت و اقتدار اعلیٰ کا مالک بننا صحیح نہیں ہے، البتہ عورت بعض ائمہ کے نزدیک صرف مالیات کے مقدمات میں قاضی اور جج ہو سکتی ہے اور بعض کے نزدیک مالیات کی قید نہیں ہے ہر معاملہ و قضیہ میں اس کا قاضی اور جج بنایا جانا صحیح ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسی معاملہ و قضیہ میں مالیاتی ہو یا معاملاتی عورت کو حکم اور فیصل نہیں بنایا جا سکتا

ان تصریحات کی روشنی میں عورت کو خلافت و امامت کبریٰ کے علاوہ سب عہدہ پر فائز ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اسلامی قوانین و اصول کے ماہرین عورت کو حکومت کے معاملات میں دخیل ہونے کو ایک حد تک جائز قرار دیتے ہیں۔

زن و شوئی کے معاملات کی اصلاح

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

ایک مرتبہ ہم لوگوں سے فرمایا کیا میں ایک ایسے درجہ و رتبہ کی خبر نہ دوں جو نماز، روزہ اور صدقے سے بھی زیادہ افضل و برتر ہے؟ حضرات صحابہ رضہ نے عرض کیا ہاں بتائیے۔ آپ نے فرمایا وہ درجہ اصلاح ذات البین ہے۔ اور فساد ذات البین بڑا ہی تباہ کن ہے۔
ذات البین سے مراد زن و شوئی کے تعلقات اور میاں بیوی کے معاملات ہیں۔ یعنی میاں بیوی کے مابین ہونے والے قضایا و معاملات کو سلجھانا اور ان کے بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنا بہت ہی اجر و ثواب کا کام ہے۔ اس میں اتنا زیادہ ثواب ہے کہ نماز روزہ اور زکوٰۃ میں بھی اتنا زیادہ ثواب نہیں ہے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ یقیناً فرائض میں سے ہیں اور ان کی ادائیگی میں بہت ہی ثواب اور عدم ادائیگی میں بہت ہی عذاب ہے مگر ان کا عذاب و ثواب انفرادی اور شخصی حیثیت رکھتا ہے اور زوجین کے جھگڑوں کا معاملہ یا ان کو خراب کرنا معاشرتی اور اجتماعی بناؤ یا بگاڑ ہے، اس کے اثرات سماج اور معاشرہ پر پڑتے ہیں اور بات ایک دو افراد تک محدود نہیں رہتی ہے بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے، اس لئے اس کی اصلاح کی افادیت سے پورا معاشرہ فائدہ اٹھاتا ہے اور اجتماعی زندگی میں خیر و خوبی پیدا ہوتی ہے اس لئے ایسے بنیادی اور اجتماعی بگاڑ کو درست کرنا اور زوجین کے امور و معاملات میں خیر و خوبی پیدا کرنا کسی سے بڑی انفرادی نیکی سے زیادہ اجر و ثواب کا کام بن سکتا ہے، اور عبادات سے زیادہ ان معاملات میں آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و کرم ہو سکتا ہے
پس نہایت ضروری ہے کہ زن و شوئی کے جھگڑوں کو اپنی بستیوں میں پیدا نہ ہونے دیا جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو انفرادی اور اجتماعی کوشش سے اسے

---

[1] الادب المفرد، ترمذی، ابوداؤد،

دور کیا جائے۔ مسلمانوں نے ازدواجی زندگی کے سدھارنے میں بڑی کوشش کی ہے
اور اس کے لئے مستقل شعبہ قائم کیا ہے۔
ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج اس کی سخت ضرورت ہے، زمانہ کی روش کچھ ایسی ہوگئی
ہے کہ مرد اپنی بیویوں کی طرف سے حد درجہ غفلت برتنے لگے ہیں، جب یہ فضا عام ہوچکی
ہے کہ ادب و لحاظ اٹھ چکا ہے، تعلق و محبت کا دور ختم ہو رہا ہے، شرافت و انسانیت کو نئی
تہذیب نے افسانہ بنا دیا ہے، اور لوگوں میں اپنی ذمہ داری کا احساس باقی نہیں رہا تو ایسے
حالات میں عام بے راہ روی اور غیر ذمہ دارانہ روش کی وجہ سے زوجین کے معاملات
میں بدترین حالات پیدا ہوگئے ہیں، خصوصاً مردوں کی بد اطواری بیویوں کی زندگی اجیرن بنا
رہی ہے، ایسی حالت میں اصلاح ذات البین کی کوشش کرنا، اور میاں کے تعلقات
میں خوشگواری پیدا کرنا ضروری بھی ہے اور باعثِ اجر و ثواب بھی ہے۔

عورتوں کی دادرسی: عورتوں کے بارے میں مردوں کی بدتمیزی بڑی خرابی پیدا
کر رہی ہے، اور یہ طبقہ بعض حالات میں سخت ابتلاء
میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ زوجین کے جھگڑوں کو اپنے ہاتھ
میں لیں اور ان کو صرف میاں بیوی تک محدود نہ رہنے دیں، کیوں کہ یہ ہمارے
یہاں شخصی معاملہ نہیں ہے کہ ایک مرد اپنی عورت کو جیسے چاہے رکھے، پریشان
کرے، ستائے، حقوق نہ ادا کرے اور اپنی بے راہ روی اور غیر ذمہ دارانہ حرکت
سے اسلامی معاشرہ میں گندگی پیدا کرے اور پھر کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے
کا حق نہ ہو، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی معاشرہ کا اہم ترین معاملہ ہے جس میں
سب مسلمان شریک ہیں اور اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام نے اسکو اپنے

قوانین و احکام کے ماتحت لے لیا ہے اور اس بارے میں اس کی تعلیمات اور اس کے احکام ہیں. جن پر عمل کرنا ضروری ہے. اگر کوئی شوہر خود عمل نہیں کرتا ہے تو اس کو اسلامی قانون اور حکم کی کمند ڈال کر اسے اس کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور اجتماعی طاقت کے سامنے اسے مجبور کر کے بیوی کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ حرکت سے روکا جائے. اسلامی دور اقبال میں عورتوں کے حقوق و معاملات کے نگران قاضی اور ان کے نائب قاضی دیہات و قصبات میں ہوا کرتے تھے اور وہ ایسے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے جو حکومت اور اسلام کا فیصلہ ہوتا تھا. اگر یہ صورت باقی نہیں ہے تو مسلمان اپنی ہر بستی میں اپنے اعیان و اشراف اور ارباب علم و فضل کی ایک جماعت بنائیں اور اس کے ذریعہ بستی کے ازدواجی معاملات و مسائل کا فیصلہ کریں. جسے حکومت بھی رد نہیں کر سکتی ہے. چنانچہ بہت سے مقامات پر مسلمانوں نے ایسی ذمہ دارانہ جماعت بنائی ہے جو قاضی کے قائم مقام ہو کر عورتوں کے معاملات کو سدھارتی ہے. عورت کا بیان سنتی ہے، شوہر کو اگر موجود نہیں ہے تو نوٹس دیتی ہے. اور پھر شریعت کے احکام کے مطابق فیصلہ سنا کر عورت کی پوری داد رسی کرتی ہے. آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ آپ کے ازدواجی مسائل کو مولوی حل کریں. یا پھر حکومت حل کرے. آپ خود کیوں نہیں اپنی بستی کے ایسے معاملات کو حل کر لیتے ہیں، اور ذمہ دارانہ عدالت قائم کر کے نہایت آسانی سے اپنے معاملات کا خود فیصلہ کر لیتے ہیں؟

ایک خوش نویس خاتون

علی مودب کی بیٹی فاطمہ متوفیہ سنہ ۴۸۰ھ بہت اعلیٰ قسم کی خطاط اور خوشنویس تھیں...

بنت الاقرع الکاتبہ کے لقب سے مشہور ہیں اس کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی

بہت ماہر تھیں اور محدثین نے ان سے احادیث کی سماعت کی ہے

وکان خطہا مستحسنا فی الغایۃ۔ ان کا خط انتہا درجہ خوبصورت تھا

آپ مشہور خطاط ابن البواب کے طرز میں لکھتی تھیں اور اس قدر عمدہ طرز پر لکھتی تھیں کہ

وکتب الناس علی خطہا۔ لوگوں نے اس کی شان خط پر لکھنا شروع کر دیا

ایک مرتبہ شاہ روم کے پاس دیوان عزیز کی طرف سے سرکاری خط روانہ کرنا ہوا تو آپ کے حسن خط کی وجہ سے اس کی کتابت کی زحمت آپ کو دی گئی۔ آپ نے تحصیل علم میں بلاد جبال کا سفر فرمایا اور عبد الملک ابو نصر کندری کی دعوت پر اس کے یہاں مہمان بنیں، اسی سفر میں ابو بکر محمد بن عبد الباقی البزاز سے احادیث کا سماع فرمایا۔[1]

دوسرے علوم و فنون کی طرح مسلمانوں نے فن خطاطی اور خوشنویسی میں بڑا کمال پیدا کیا ہے۔ اور اس فن میں بھی مسلمان مردوں اور عورتوں کا کوئی غیر شریک و سہیم نہیں ہے، فاطمہ الکاتبہ کا خط اپنے دور میں اس قدر مقبول اور عمدہ تھا کہ عام لوگ اسی طرز پر لکھنے لگے۔ اور شاہ روم کے پاس آپ ہی کے خط سے سرکاری مراسلہ روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں کے فنون لطیفہ سے عورتوں نے جو حصہ پایا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے آج تو یہ فن پریس اور مطابع کی وجہ سے صرف نمائش کا قدیم فن کر رہ گیا ہے۔ اور اس کی عملی حیثیت بڑی حد تک ختم ہو گئی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ خطاطی اور خوشنویسی کا مستقبل کیسے رنگ لائے گا

---

[1] المنتظم ابن جوزی جز ۹ ص ۱۲۹

حاجیوں کی باتیں

محی الدین منیری

حج کا موسم آگیا جہاز راں کمپنی نے جہازوں کا اعلان کر دیا ہے، زندگی میں حج نصیب ہونا مقدر کی بات ہے، ارادہ اور نیت پختہ ہونے کے بعد بھی سفر ممکن نہیں ہوتا، بندہ ہر طرح عاجز اور محتاج ہے اگرچہ حق تعالیٰ نے بندوں کو اس کائنات میں کچھ اختیارات دیدئے ہیں مگر حاکم وہی ہیں اور ہر چیز اُن کی مرضی پر منحصر ہے۔

سفر حج کے لئے جب کوٹہ سسٹم اور قرعہ اندازی ہوتی ہے مطلوبہ درخواستوں سے ہر سال کئی ہزار درخواستیں زیادہ وصول ہوتی ہیں۔ پندرہ ہزار عازمین حج کے نام قرعہ اندازی سے طے کئے جاتے ہیں، باقی درخواستیں واپس کی جاتی ہیں۔ لہٰذا درخواستوں کی روانگی کے بعد حق تعالیٰ سے اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول کے لئے دعائیں بھی کرنی چاہئیں

حج کو سیکھئے

حج اسلام کا ایک فریضہ ہے اس کی ادائیگی سے پہلے اسکو سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، دنیا کا کوئی کام اُس کی صحیح معلومات کے بغیر انجام نہیں پاتا۔ اور ہر کام کی انجام دہی کے لئے اس کی کوشش کی جاتی ہے۔

مگر حج کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے عام طور پر بے پرواہی کی جاتی ہے۔ ذی استطاعت مسلمانوں پر زندگی میں صرف ایک دفعہ حج فرض ہے، لہذا جن اللہ کے بندوں نے حج کرنے کا ارادہ کر لیا ہے ان کو چاہیئے کہ حج کو سیکھنے سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ وقت اور مال کی قربانی اور مشقتوں کے بعد پشیمانی اور پچھتاوا نہ ہو،

اخلاص نیت حدیث میں آیا ہے کہ فریضۂ حج کی ادائیگی میں اخلاص نیت نہ ہو اور احرام باندھکر لبیک پکاری جائے تو وہ لبیک واپس کر دی جاتی ہے، حق تعالیٰ کے پاس قربانی کا گوشت اور لہو نہیں پہونچتا بلکہ وہ ہماری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اسی نسبت سے بندوں کی قربانی کو قبول فرماتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے پس حج کا ارادہ کرنے والے اپنی نیتوں کو خالص کریں کہ اس سفر میں سب سے قیمتی چیز یہی ہے۔

شیطان کا جال تجربہ کی بات ہے کہ شیطان عازمین حج کے پیچھے پڑا رہتا ہے اس کا دھوکا اور فریب ایک لابدی شئے ہے جب حق تعالیٰ نے اپنی درگاہ سے اسے مردود کیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ اللہ کے بندوں کو صحیح راستہ سے بہکائے گا۔ رب تعالیٰ نے غضب میں آکر فرمایا تھا کہ جو میرے بندے وہ تیرے فریب میں نہیں آئیں گے، اور اپنے مخلص بندوں کے امتحان کے لئے قیامت کی اسے چھوٹ دے رکھی ہے لہذا وہ بہکانے اور گمراہ کرنے سے نہیں چوکتا، اور میدان عرفات تو اس کے ذلیل ہونے کی جگہ ہے، حج کے انعامات سے خدا کے بندوں کو محروم رکھنے کے لئے ہر وقت وہ اور اس کی تگ و دو میں رہتی ہے، اور جب اللہ کے بندے

کمربستہ ہو کر گھر سے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لئے نکل پڑتے ہیں تو وہ واویلا کرتا ہے
اور عرفات میں پہونچ کر آخر اپنے منہ پر مٹی مار لیتا ہے کہ ہائے میری کوششیں رائیگاں گئیں
عازمین حج کو قدم قدم پر اس سے چوکنا رہنا چاہیئے۔ اس کے داؤں سے
بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ ذرا ہمت اور حوصلہ کرکے سنتوں کی پابندی کی جائے اور حج کے
مناسک سمجھکر اُسے صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے۔

حج کا انعام :- حج کو سنت طریقہ پر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورؐ نے
بڑے بڑے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس نے ایمان
و احتساب کے ساتھ حج ادا کیا اس کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے جیسے اس کی ماں نے اسکو
ابھی جنا ہے۔ یعنی زندگی کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ حج اللہ کی رحمتوں کا مظاہرہ ہے، حج کے ذریعہ اللہ تعالےٰ
اپنے بندوں کو مقبول فرماتے ہیں۔ اتنا عظیم الشان انعام حاصل کرنے کے لئے بندے
جب پوری تیاری سے حاضری دیں گے تو حق تعالیٰ اُن سے راضی ہوں گے، اور ایک
مسلمان کے لئے خدا کی خوشنودی دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمتیں نازل کرنا چاہتے ہیں اور اُن سے جنت کی
آبادی چاہتے ہیں اور مغفرت کے لئے بہانہ چاہتے ہیں۔ اگر بندے ایک بالشت
اس کی طرف بڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک بام بڑھ کر بندے کا استقبال کرتے ہیں، اب یہ
بندہ پر ہے کہ اپنے مالک کو راضی کریں۔ اس کے سامنے روئیں گڑگڑائیں، رونا نہ آئے
تو رونے جیسی صورت بنائیں۔ اگر کوئی ایسا بھی نہ کرے تو اس کے اوپر تف ہے۔

حج کمیٹی کی خدمت میں :- اس میں شک نہیں کہ حج کمیٹی بمبئی حاجیوں کو

سہولتیں دینے کے لئے فکر کرتی رہتی ہے، مگر ہر مرتبہ نئی الجھن پیدا ہوتی رہتی ہے، حاجی کو مسافرخانے پہونچنے کے بعد مغل لائن کی بکنگ، سارٹیفکٹ کے روپیوں کی ادائیگی، بنک کے روپیوں کی تبدیلی، دواخانہ وغیرہ کی قطاروں میں کھڑے رہ کر کافی تھک جانا پڑتا ہے، سب سے زیادہ دقت روپیوں کی تبدیلی کی لائن میں ہوتی ہے۔ پہلے ٹکٹ کے روپیوں کی اور رجسٹریشن فیس کی ادائیگی کے لئے بھی لائنیں لگتی تھیں مگر چونکہ اب یہ رقم درخواست فارم کے ساتھ لی جاتی ہے اس لئے یہ لائنیں ختم ہوگئیں ہیں۔ اسی طرح ہم حج کمیٹی سے گذارش کرتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے بعد منظور حاجیوں سے ڈرافٹ کی کل رقم منگالی جائے۔ اور اسٹیٹ بنک سے پہلے ہی سے ڈرافٹ تیار کرالیا جائے۔ اور پاسپورٹ ڈیلیوری کے ساتھ صرف دستخط لیکر ڈرافٹ جاری کردیا جائے، اس طرح بنک کا ہجوم کار کم ہوجائے گا اور حاجی کو بڑی سہولت ہوگی۔

نفل حج والے:-

مغل لائن کے انداز کار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حج کرنے والا دوبارہ جانا چاہے تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ جن لوگوں پر حج فرض ہے ان کو یقیناً پہلے موقع دینا چاہیئے مگر گذشتہ سالوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ نفل حج کرنے والوں کی درخواستیں چار چار پانچ پانچ دفعہ واپس ہوئیں۔ بعض ضعیف، جنہوں نے ۲۰، ۲۵ سال پہلے حج کیا تھا وہ اپنا فارم لئے لئے پھرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ گذشتہ کبھی شوہر نے حج کیا تھا اب بیوی کو ساتھ لیجانا چاہتا ہے ایسے کو بھی کم موقع ملتا ہے، اس سلسلہ میں حکومت کو صاف اعلان کردینا چاہیئے، اور جو حاجی اپنی بیوی یا والدہ کو اپنے ساتھ حج کرانے کے لئے لیجانا چاہتا ہے ایسے لوگوں کو بیوہ، بیوی اور والدہ کی خاطر کوئی نہ کوئی موقع ملنا چاہیئے۔

فرقہ بابیہ اور فرقہ بہائیہ

(ادارہ)

"العربی" کویت کا مشہور ماہنامہ ہے، اس کے اکتوبر ۱۹۷۲ء کے شمارہ میں جلولا (عراق) کے ایک صاحب نے فرقہ بہائیہ کے بارے میں سوال کیا ہے اور اس کے مدیر نے جواب دیا ہے۔ ناظرین کی معلومات کے لئے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

بہائیہ ایک مذہبی گروہ ہے جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں ایران میں پیدا ہوا، فرقہ بہائیہ کی تفصیل سے پہلے فرقہ بابیہ کا کچھ ذکر ضروری ہے، جو کہ فرقہ بہائیہ کی اصل ہے، میرزا علی محمد شیرازی نے ۱۸۴۴ء میں اعلان کیا کہ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہے، اور آپ خاتم النبیین نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ آخری دور میں انبیا اور رسل کی شخصیتوں میں جلوہ گر ہوگا، یہ اس بات کی تمہید تھی کہ اللہ تعالیٰ علی محمد شیرازی کی ذات میں ظاہر ہوا ہے۔ (نعوذ باللہ) بابیہ فرقہ ایران میں پھیلا، اس کے بعد علی محمد شیرازی نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی ذات میں نمایاں ہوا ہے، اور وہ مہدی منتظر ہے، جب اس کی تحریک پھیل کر سیاسی رنگ اختیار کرنے لگی تو حکومت وقت نے اسے گرفتار

کر کے ۱۸۵۰ء میں تبریز میں ختم کر دیا، مرزا علی محمد شیرازی کے قتل کے بعد بابی
فرقہ کے لوگ مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے، مرزا علی محمد شیرازی نے اپنی خلافت
کی وصیت "صبح ازل" کو کی تھی، مگر بہاء اللہ (مرزا حسین علی نوری ۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۲ء)
جو کہ نمایاں بابیوں میں سے تھا اور "صبح ازل" کا غیر حقیقی بھائی تھا۔ اس نے اعلان
کر دیا کہ میں وہ شخص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جلوہ گری کے لئے انتخاب کیا ہے، اسکے
اس اعلان کے بعد فرقہ بابیہ کی اکثریت بہاء اللہ کی طرفدار ہو گئی اور بہائی تحریک
وجود میں آئی۔ اس کے بعد بابیوں اور بہائیوں کے درمیان کئی خونریز جنگیں ہوئیں،
اور حکومت وقت نے صبح ازل کو قبرص میں اور بہاء اللہ کو عکا میں بدر شہر کر کے
روانہ کر دیا۔ بہاء اللہ عکا (فلسطین) میں مئی سنہ ۱۸۹۲ء میں مر گیا اور اس کا لڑکا
عبدالبہاء فرقہ بہائیہ کا پیشوا بنا، علی محمد شیرازی، بہاء اللہ، اور عبدالبہاء کی
کتابیں اور اقوال فرقہ بہائیہ کی مذہبی تعلیمات ہیں۔ فرقہ بہائیہ کی اہم تعلیم ادیان
کی وحدت اور جنس البشری کی وحدت ہے۔ بہائیوں کا ایمان ہے کہ تمام انبیاء
ظاہری اشخاص ہیں جن میں حلول کر کے اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے ظاہر اور جلوہ ہوا
ہے۔ یہ لوگ دیگر انبیاء کی طرح گوتم بدھ پر بھی ایمان رکھتے ہیں، نیز مرزا علی محمد
شیرازی، بہاء اللہ، عبدالبہاء اور ان کے بعد بھی جن لوگوں میں ان کے عقیدے کے
مطابق اللہ تعالیٰ حلول کر کے ظاہر ہو گا سب کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، ان دنوں
بہائیوں کا عالمی مرکز حیفا (فلسطین) میں ہے۔ اور ان کی تنظیم بہت ہی دقیق اور
خفیہ ہے، ان کی مقامی مجلسیں اور قومی مجلسیں ہوتی ہیں، وہ ان مجلسوں کے ذریعہ
اندر ہی اندر تبلیغی کام کرتے ہیں، اس کے ساتھ مطبوعات کی نشر و اشاعت بھی ہوتی ہے۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں یہ تحریک یورپ میں پہونچی اور سنہ ۱۹۲۰ء میں اس فرقہ کا بہت بڑا مرکز امریکہ میں قائم ہوا، دنیا کے ۲۰۰ شہروں سے زیادہ میں ان کے آدمی ہیں، اس فرقہ والوں کی تعداد معلوم نہیں لے

یہ فرقہ بہائیہ کا نہایت اجمالی ہے، اس فرقہ کی عجیب عجیب تعلیمات ہیں اور ان کے "الواح" میں بہت کچھ لکھا ہے، تناسخ، حلول، ختم نبوت کا انکار اور وحدت ادیان اور وحدت انسان کے نظریات پر یہ لوگ کام کرتے ہیں اور جس طرح ہر تحریک اور ہر نظریہ کے لئے دنیا میں کچھ آدمی مل جاتے ہیں اس فرقہ کے ماننے والے بھی ہیں۔ شہر بمبئی اور اس کے حدود میں بھی فرقہ بہائیہ کے لوگ ہیں، جو اندر اندر اپنا کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خیر خواہ انسانیت بنکر بڑے معصومانہ انداز میں انسانیت کی فلاح و بہبود کی باتیں کرتے ہیں اور ہر چیز میں وحدت و یکسانیت کا پرچار ان کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ اس ذہنیت کے لوگ ہماری آپ کی محفلوں میں بھی شریک ہو کر ہماری آپ جیسی باتیں کرتے ہیں اور موقع سے اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

زائران حرم

چلو حرم کو تو اے پیارے زائرن حرم : دل و دماغ پہ قائم کرو نشان حرم
سفر سے پہلے یہ معلوم کر لو بالتفصیل : کہ کس طرح سے گذرتا ہے کاروان حرم

(لے العربی کویت)

حرم کی پکار

جو لوگ عبادت کے معنی اور حج کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ حیران ہو کر سوچنے لگتے ہیں کہ آخر یہ کیسی دوڑ دھوپ ہے، جس کے لئے دنیا بھر سے کھینچ کر لاکھوں آدمیوں کو بلایا جاتا ہے، اور یہ کیا عبادت ہوئی کہ مکہ سے اٹھے اور منیٰ پہونچ گئے، وہاں سے اٹھے اور عرفات جا ٹھہرے، پھر چلے اور مزدلفہ میں رات گذاری، پھر منیٰ پہونچے اور وہاں ایک پتھر کو کنکریاں مار دیں؟ لیکن ذرا کوشش کریں سمجھنے کی تو یہ حقیقت آپ پر کھل جائے گی کہ اس ساری دوڑ دھوپ میں جو زحمت آدمی کو پیش آتی ہے، جو تکلیفیں اس کو اٹھانی پڑتی ہیں، جس مشقت اور بے آرامی سے اس کو سابقہ درپیش ہوتا ہے، جس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بے ٹھکانے ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ کی راہ میں یہی سب کچھ برداشت کرنا ہی تو اصل عبادت ہے۔

عمرے میں طواف و سعی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ فرداً فرداً کیا جاتا ہے ایک فرد کے لیے ایک دن عرفات جا ٹھہرنا، ایک رات مزدلفہ میں گزار دینا اور دو چار روز منیٰ میں ٹھہر جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، اسی لئے عمرہ کرنے والے کو ان کاموں میں سے کوئی کام بھی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن حج میں لاکھوں آدمیوں کو بیک وقت یہ دوڑ دھوپ

کرنی ہوتی ہے جس سے کوئی بڑے سے بڑا صاحبِ ثروت آدمی بھی زحمتیں اٹھائے اور
آسائشوں سے محروم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حج کی اجتماعی عبادت میں
طواف وسعی سے زائد یہ مناسک رکھے گئے ہیں۔ اس سے ہر بندۂ مومن میں یہ کیفیت پیدا
کرنی ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے ہر آسائش سے دست کش ہونے اور اس کی راہ میں ہر
زحمت اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہی اللہ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے۔ یہی بندگی کے معنی
ہیں اور یہی اس عبادت کی روح ہے۔ اس عبادت کے دوران میں جو شخص ان ساری تکلیفوں
کو پورے اطمینان اور قلب و روح کی پوری مسرت کے ساتھ قبول کرتا ہے اور اپنے ساتھ کے
حاجیوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتا بلکہ سخت کشمکش کے مواقع پر بھی صبر و ضبط سے کام
لیتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے وہ حج کا ثواب لوٹتا ہے۔
اس کے برعکس جو شخص اپنی ہر بے آرامی پر چیں بجبیں ہوتا ہے، ہر زحمت پر کبیدہ خاطر ہوتا ہے
اور ساتھ کے حاجیوں سے اپنے آرام کی خاطر مزاحمت کرتا ہے اور لڑتا جھگڑتا ہے وہ حج
کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس بیچارے کے حصے میں خالص مشقت ہی رہ جاتی ہے
اجر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ رکھئے کہ حج کے ان اعمال کو ادا کرتے وقت آپ خواہ کچھ بھی نہ
پڑھیں اور وقت پر نماز ادا کر دینے کے سوا کوئی دوسرا عمل نہ کریں۔ تب بھی حج پورا ہو جائے گا
اور بجائے خود حج کا جو ثواب ہے، وہ آپ کو مل جائے گا۔ مگر بدقسمت ہے وہ شخص جسے اللہ سے تقرب
حاصل کرنے کا یہ نادر موقع نصیب ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کی کوشش
نہ کرے۔ مکہ معظمہ سے نکلنے کے بعد یوم النحر کی پہلی رمی تک بہترین ذکر یہ ہے کہ آدمی زیادہ
سے زیادہ تلبیہ کرے اور اس شعور کے ساتھ کرے کہ میرا مولیٰ اب منیٰ بلا رہا ہے تو میں حاضر

ہوں، رب عرفات بلا رہا ہے تو اس کے لئے بھی حاضر ہوں، اب مزدلفہ بلا رہا ہے تو اسکے لئے بھی حاضر اور اب رمی کے لئے منیٰ طلب کر رہا ہے تو اس کے لئے بھی حاضر، ہر مرتبہ لبیک کہتے ہوئے آپ محسوس کریں کہ رب العالمین کی طرف سے آپ کی طلبی ہو رہی ہے اور آپ اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ میں حاضر ہوں، اس احساس کے ساتھ جب آپ بار بار لبیک کہیں گے تو انشاء اللہ آپ کے دل میں ذوق و شوق کی وہ کیفیت پیدا ہو گی اور روح اس کے اندر وہ لذت پائے گی جس کے مقابلے میں ہر لذت ہیچ ہو جائے گی۔

حج اسلامی قومیت کی دوسری تمام وطنی، نسلی اور لسانی قومیتوں پر فتح کا مظہر ہے۔ ان قومیتوں پر فتح کا مظہر جن کا بعض مسلمان قومیں بہت سے اسباب کی بنا پر بری طرح شکار ہو چکی ہیں، حج اسلامی قومیت کا شعار اور علامت ہے۔ مشرق و مغرب کی مسلمان قومیں اپنے تمام ملکی اور علاقائی لباس اتار کر صرف ایک لباس پہن لیتی ہیں جسے دین و فقہ کی لغت اور حج و عمرہ کی اصطلاح میں احرام کہتے ہیں، سب کی وضع قطع ایک ہے۔ چھوٹے بڑے، دولت مند اور غریب سب ایک ہی زبان میں کلمات بلند کر رہے ہیں اور اور ایک ہی نعمت کا تذکرہ ان کی زبان پر ہے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لبيك لا شريك لك لبيك، انّ الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك۔ اس طرح لباس اور نعروں سے بھی اسلامی قومیت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی کیفیت حج کے مناسک اور مقاصد کی ہے جن کو پورا کرنے کے لئے دنیا بھر سے مسلمان یہاں جمع ہوتے ہیں، وہ سب ایک ہی طرح خدائے پاک کے واحد گھر کا طواف کرتے ہیں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں، سب مل کر منیٰ جاتے ہیں اور وہیں رات بسر کرتے ہیں۔ پھر ایک ساتھ واپس منیٰ پہنچتے ہیں اور وہاں ایک ہی نوعیت کے کام۔ قربانی

سر منڈانا اور کنکریاں مارنا بل کر انجام دیتے ہیں۔

پھر حج ہمیشہ کے لئے فرض ہے، قیامت تک کے لئے اس طرح امت مسلمہ کی ملی تربیت ہوتی ہے، مسلمانوں کو مختلف قومیتیں اس طرح نگل نہیں سکتیں جس طرح وہ بہت سی دوسری قوموں کو نگل چکی ہیں اور نہ ہی وہ ان کا شکار ہو پاتی ہیں، نہ مسلمانوں کی نظر میں وہ ملک جن سے وہ بے حد محبت کرتے ہیں، وہ مقام حاصل کر پاتے ہیں جو خانہ کعبہ کو حاصل ہے جس کے محور پر وہ جمع ہو کر حج کرتے ہیں، یہ خانہ کعبہ مشرق و مغرب میں بسنے والے ہر عجمی اور عربی مسلمان کا مرکز اور قبلہ ہے، صرف اسی کا حج و طواف کرنے اور زندگی کی سعادتیں دامن میں بھرنے کے لئے کرۂ ارض کے دور دراز گوشوں سے یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔

حج ہی کے موقع پر سورۂ برأت کی ابتدائی آیات اور مشرکین کے متعلق احکام کا اعلان ہوا، حج ہی کے موقع پر ایک خلقت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین کی تعلیم حاصل کی، حج ہی کے موقع پر بلاد و امصار کے طالب علم دین سیکھنے احکام معلوم کرنے اور حدیث سننے جمع ہوا کرتے تھے، حج آج بھی عالم اسلام میں زندگی کی لہر پیدا کر سکتا ہے، حج ہی کے ذریعہ اس بھٹکے ہوئے قافلے کو اپنی گم کردہ منزل النظر آ سکتی ہے۔ اور "معمار حرم" کو تعمیر جہاں کا بھولا ہوا کام یاد آ سکتا ہے، حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان طاقت ہے، مگر ہماری کاہلی اور نادانی سے یہ طاقت بہت کچھ ضایع ہو رہی ہے، ہر سال ضایع ہوتی ہے اور برس ہا برس سے ضایع ہو رہی ہے، اللہ کی طرف سے انعامات میں کمی نہیں مگر ہماری طرف سے ناقدری میں بھی کمی نہیں، اگر کسی زندہ اور صاحب عمل قوم کو یہ موقع حاصل ہوتا اور ۱۰ لاکھ ہر سال بلا کسی جدوجہد اور مادی ترغیب کے محض دینی کشش اور آخروی نفع کی بنا پر یہ عالمگیر اجتماع میسر ہوتا تو وہ تمام عالم میں اپنا پیغام پہنچا سکتی تھی۔

باب الافتاء

حضرت مولانا مفتی محمد یسین صاحب مبارکپوری

س :- مسجد کے در و دیوار کو مزین کرنے کے لئے مقبرہ (تاج محل) کی تصویر والی تالیاں لگانی چاہیئے یا نہیں۔

ج :- شامی میں ہے۔ وتکرہ الصلوٰۃ علیہ (ای علی القبر) و الیہ لورود النھی عن ذالک (ص ۶۳۵ ج ۱) درمختار میں ہے او لغیر ذی روح لا یکرہ لانھا لا تعبد (ص ۶۴۷ ج ۱) شامی میں ہے، فعلی ھذا ینبغی ان یکرہ استقبال عین ھذہ الاشیاء (ای الشمس والقمر والکواکب والشجرۃ الخضراء) لعراج لانھا عین ما عبد بخلاف ما لو صورھا واستقبل صورتھا (ص ۶۴۷ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ قبر کا نمازی کے سامنے ہونا مکروہ ہے لیکن قبر کے نقشہ کا سامنے ہونا حرج نہیں، کیوں کہ نقشہ قبر کی کوئی پرستش نہیں کرتا البتہ اگر کسی قوم کی یہ رسم کبھی ثابت ہوجائے تو پھر اس میں بھی کراہت ہوجائیگی

اور محراب قبلہ کی دیوار میں بھی نقش ونگار مکروہ ہے، در مختار میں ہے، ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فی جدار القبلۃ (ص ۶۸۸ ج ۱)

اور اولیٰ یہ ہے کہ یمین وشمال کی دیواریں بھی نقش ونگار سے خالی ہوں اور مسجد کی دیواریں مضبوط اور بقدر ضرورت خوبصورت اور سادہ ہوں۔ بحر الرائق میں ہے، والاولیٰ ان تکون حیطان المسجد ابیض غیر منقوشۃ (ص ۲۵۱ ج ۵) یعنی بہتر ہے کہ مسجد کی دیواریں سفید اور نقش ونگار سے پاک ہوں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے پستری کو رنگ آمیزی منع فرمایا اور یہی وجہ بیان فرمائی کہ اس میں لوگوں کے دلوں کی مشغولی ہوگی۔

امر ببناء المسجد وقال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس (بخاری ص ۶۴ ج ۱) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے بنانے کا حکم دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں۔ خبردار مسجد سرخ یا زرد نہ بنائی جائے جس سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

س :۔ بہت سے لوگ بنیک میں روپیہ جمع کرتے ہیں تو ان لوگوں کو بنیک سے سود ملتا ہے تو کیا اسکا سود لینا مباح ہے، یا نہیں۔

ج :۔ سود لینا دینا دونوں جائز نہیں ہے لیکن بنیک کا سود چھوڑ دینا بھی جائز

نہیں ہے بلکہ وہاں سے لیکر غرباء و مساکین کو دیدیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ رقم وہاں چھوڑ دیجائے تو معلوم ہوا ہے کہ وہ رقم غیر مسلمین کے پیشوا کو دیجاتی ہے جس سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مرتد بنانے میں وہ روپیہ خرچ کرتے ہیں اور شریعت کا مشہور حکم یہ ہے کہ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما یعنی جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ اہون اور کمتر کو اختیار کرے، پس سود کا لینا بھی اگرچہ گناہ ہے مگر ایسا نہیں کہ جیسا مسلمانوں کے مرتد بنانے اور بے دین کرنے میں امداد دینا، اس لئے اس میں اس اہون طریق کو اختیار کیا گیا کہ غرباء و مساکین پر صرف کیا جائے، کما لا یخفی۔

س :۔ چکی آٹا پینے والی جس کی اجرت بشکل نقد لی جاتی ہے اور آٹا میں سے بھی کچھ مقدار چکی والا لیتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ آٹا جو لیا جاتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔

آٹے کی بابت دو صورت ممکن ہو سکتی ہے ایک یہ کہ جلن کے نام سے لیا جاتا ہے یعنی چکی والا اس لئے لیتا ہے کہ چکی میں اتنی مقدار آٹا کم ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پینے کے بعد آٹا پورا پورا اتر جاتا ہے، اور دوسری صورت یہ کہ مزدوری ہی میں کچھ آٹا لیا جاتا ہے یعنی بشکل نقد اور بشکل آٹا دونوں مزدوری میں لیا جاتا ہے۔ لیکن لوگوں میں متعارف یہ ہے کہ آٹا بشکل مزدوری نہیں لیا جاتا بلکہ جلن کے نام سے لیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں میں یہ واضح ہو جائے کہ مزدوری میں آٹا لیا جاتا ہے تو پھر ایسی چکی میں کوئی نہ جائے۔ جواب دونوں صورت کے لحاظ سے دیا جائیگا

ج :۔ جس موسم میں جتنا آٹا عموماً جلتا ہو اسی قدر اندازے سے جلن کا لینا جائز ہے

اس سے زیادہ کاٹنا درست نہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی وغیرہ (مشکوٰۃ ص۲۵۵ ج۱)

اور مزدوری کا پیسے ہوئے اسی آٹے سے لینا جائز نہیں ہے۔ لانہ جعل الاجر بعض ما یخرج من عملہ فیصیر فی معنی قفیز الطحان وقد نھی النبی علیہ السلام وھو ان یستاجر ثوراً لیطحن لہ حنطۃ بقفیز من دقیقہ (ہدایہ ص۲۵۴ ج۳)

س:- زید کہتا ہے کہ مسجد میں سیرت کے جلسہ میں شرکت اور وعظ و نصیحت سننے کی غرض سے غیر مسلم کا داخل ہونا بیٹھنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ غیر مسلم کا دخول ناجائز ہے اور مسجد کو غلیظ کرنا ہے، ان میں کس کا قول صحیح ہے۔

ج:- اگر غیر مسلم جنابت اور ظاہری نجاست سے پاک صاف ہو تو مسجد میں سیرت وغیرہ کے جلسہ میں داخل ہو سکتا ہے، ہدایہ میں ہے۔ ونجاسۃ المشرک فی اعتقادہ لا فی ظاہرہ فلا یمنع من دخولہ (ص۱۶ ج۴) عنایہ شرح ہدایہ میں ہے فانہ ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ینزل الوفود فی المسجد (ص۹۶ ج۵) زاد المعاد میں ہے۔ ومنھا جواز انزال المشرک فی المسجد (ص۲۸ ج۳)

س: سیرت کے جلسہ میں اخراجات کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا اور اس کا دینا جائز ہے یا نہیں۔

ج:- اگر غیر مسلم سیرت کے جلسہ میں اپنی خوشی سے چندہ دے تو لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کا اندیشہ نہ ہو کہ یہ آئندہ احسان جتائے اور اپنے مذہبی جلسہ کے لئے

ہم سے چندہ مانگے۔ اور اس کو کسی حالت میں نہ دیا جائے۔

لقولہ علیہ السلام الاسلام یعلو ولا یعلی۔

(شریعتیہ شرح سراجیہ)

س :۔ ایک آدمی نومسلم ہیں وہ حج کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس ایک پیسہ نہیں ہے ان کے لئے لوگ چندہ کر رہے ہیں تو اس طرح چندہ کے روپیہ سے وہ حج کرنے جاسکتے ہیں یا نہیں اور ان کا حج ہوگا یا نہیں،

ج :۔ صورۃ مسئولہ میں اگرچہ چندہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن باوجود اس کے چندہ کی رقم سے حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا، بحرالرائق میں ہے۔

واما القدرۃ علی الزاد والراحلۃ فالفقهاء علی انہ من شرط الوجوب فلا وجوب اصلا یتعلق بالفقیر لاشتراط الاستطاعۃ فی آیۃ الحج (ص ۳۱۲ ج ۲)

س :۔ صدقہ فطر، چرم قربانی کا پیسہ جونیر ہائی اسکول میں دینا جائز ہے یا نہیں،

ج :۔ صدقہ و چرم قربانی کی رقم کے مصارف غرباء و مساکین ہیں اسکول کی تعمیر و معلمین کی تنخواہوں میں صرف کرنی جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔ مصرف الزکوٰۃ فقیر ومسکین انتہی مختصرا (ص ۹۳ ج ۲) نیز اسی کتاب میں ہے۔ وصدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف (ص ۱۲۱ ج ۲) درمختار و شامی میں ہے۔ لا یصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیہ (ص ۱ ج ۲) ہدایہ میں ہے ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم او بما لا ینتفع بہ الا بعد استهلاکہ تصدق بثمنہ لان القربۃ انتقلت الی

...of Newspaper of India under
No. 14479/57.

AUGUST - 1973
REGD. No. MH. 514.

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ ممبئی

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، ممبئی ۱

سالانہ چھ روپیے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

TELEGRAM - HARAMAIN BOMBAY -

ماہنامہ البلاغ بمبئی

تاریخ اشاعت ۱۲ر نومبر

جلد ۲۳ ؛ ماہ شوال ۱۳۹۳ھ مطابق نومبر ۱۹۷۳ء ؛ شمارہ ۱۰

ہند و پاک سے سالانہ چھ روپے۔ ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

شذرات	محی الدین منیری	۴۴-۴۲
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۱۶ - ۵
جوار بیت اللہ کے رمضانی نقوش	(ادارہ)	۲۱ - ۱۷
بادیۂ عنبر میں سفر حج،	قاضی اطہر مبارکپوری	۲۶ - ۲۲
آزادئ فکر اسلام میں	مولانا عبدالمجید سالک	۳۲ - ۲۷
چند علماء و مشائخ	قاضی اطہر مبارکپوری	۴۲ - ۳۴
عجائب حرم	زائر حرم حمید	۴۳
ساحیول کی باتیں	محی الدین منیری	۴۸ - ۴۵

مالک خدام النبی بلاء پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نور وجی اسٹریٹ بمبئی ۲ میں چھپوا کر صابو صدیق مسافرخانہ، بمبئی ۳ سے شائع کیا۔

HARAMAIN BOMBAY — انجمن خدام النبی کے تار کا پتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: محی الدین منیری

شذرات

گذشتہ ماہ عرب دنیا کو ایک عظیم ابتلا سے گذرنا پڑا، یہود و نصاریٰ نے گٹھ جوڑ کر کے عربوں کو شکست دینے کا پختہ ارادہ کر لیا، یہودیوں نے سمجھ لیا تھا کہ ۱۹۶۷ء میں مصری علاقوں کو جس طرح تر نوالہ کی ہضم کر گئے تھے، اب بھی ویسا ہی ہوگا۔ عقل کے اندھوں نے ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کے فرق کو بالکل محسوس نہیں کیا،

۱۹۶۷ء میں عرب دنیا میں اختلاف تھا، مصر میں ناصر کی ڈکٹیٹر شپ تھی اور وہ اپنی دوسری عرب حکومتوں کی ہمدردی حاصل نہیں کر سکے تھے، دوسروں کے بل پر ناز تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے آناً فاناً میں مصر کو شکست دے دیا۔

اگرچہ عربوں میں اختلاف تھا مگر ہر عرب حکومت اس شکست سے پریشان ہو گئی تھی انور السادات کی معاملہ فہمی اور تدبر نے تمام عرب ملکوں کو قریب کر دیا، اور اب کی دفعہ جب یہودیوں کی طرف سے زیادتی ہوئی تو عرب حکومتیں بنیان مرصوص کی طرح جم گئیں۔ اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہودی نواز امریکہ اپنی پالیسی اولاد کی حفاظت

کے لئے میدان میں کود پڑا اور یہودیوں کو بھرپور ہتھیار سپلائی ہونے لگے۔ دوسری طرف امریکہ اور روس مل کر جنگ کو روکنے کا فیصلہ کیا اور اقوام متحدہ میں اس مسئلہ کو اٹھایا، اور ایک تجویز کے ذریعہ جنگ کو روکنے اور ۱۹۶۷ء کی جنگ سے پہلی والی سرحدوں پر واپس جانے کا حکم صادر فرما دیا، اس کے باوجود یہودیوں کے ناپاک ارادے میں کمی نہیں ہوئی۔ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر اقوام متحدہ کے مبصرین اور فوج نے جا کر قابو حاصل کر لیا، اب معاملات طے ہو رہے ہیں۔

روس اور امریکہ مسلم حکومتوں کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے، موقع ملے تو یہ حکومتیں چھوٹی حکومتوں کو لقمۂ تر بنا کر ہڑپ کر جائیں۔ مگر اس جنگ میں یہ دونوں ایسا کرنے کے لئے مجبور تھے،

مغرب نے مشیت کو چھوڑ کر مشینوں پر بھروسہ کر لیا ہے، اور مشینوں کو چلانے والی چیز صرف تیل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دولت سے زیادہ تر عربوں کو نوازا ہے، عرب ملکوں نے تیل کی سپلائی میں کٹوتی اور پابندی عائد کر کے سیاسی طور پر مغرب کو مفلوج کر دیا۔ روس اور امریکہ عربوں کے اتحاد کو دیکھ نہیں سکتے تھے، بس یہ اسباب ہیں جنگی دعبے مصالحت کے لئے کوسیجن اور کسنجر بیتے رہے۔

رمضان المبارک کے مقدس ایام دلیال میں ہمارے عرب بھائیوں نے جس اتحاد اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہے، دنیائے اسلام ان کی شکر گزار ہے۔ عربوں کی غفلت سے ہی اسرائیل وجود میں آیا۔ امریکہ اسے پہلے بھی سرپرستی رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ مگر عربوں کا کام صلح نامہ پر دستخط ہونے کے بعد ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ جو ضروری کام ہیں وہ یہ ہیں کہ:۔

(۱) صلح کے شرائط کے مطابق یہودیوں کو ۶۷ء کی سرحدوں کے باہر لاکر کھڑا کر دیا جائے۔ (۲) اہل فلسطین کو ان کے گھر سے باہر کیا گیا ہے۔ انکو ان کے وطن میں بسا یا جائے (۳) ہمارا قبلۂ اول یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی غیرت کی بات ہے۔ دنیا کا مسلمان چین سے بیٹھ نہیں سکتا جب تک ہمارا قبلۂ اول ہمارے قبضہ میں نہ ہو

سلام و رحمت ہو ان شہیدوں پر جو یہودیوں کے ناپاک ارادوں کو دفن کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ خدا ان سب کے درجات کو بلند کرے، ان شہداء کے پیچھے رہنے والے یتیم اور بیوہ کو حق تعالیٰ صبر عطا کرے کہ وہی ان کا سب سے بہتر کفیل ہے۔ آمین

عید سعید آئی اور اپنی برکتوں اور رحمتوں کے انوار روزہ داروں پر چھوڑ کر چلی گئی۔ عید الفطر حج کا پیام ہے کہ اس کے بعد ہی سے عازمین حج بیت اللہ کی طرف سفر کی تیاری کرتے ہیں، اور ہر جگہ حج کی ایک فضا بن جاتی ہے، ان سب کے باوجود ہر عازم حج کو اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اغنیاء تفریح کی غرض سے حج کو جائیں گے متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کے لئے حج کریں گے، قاری اپنے نام و نمود کے لئے حج کا سفر کریں گے۔ اور غریب حج کے عظیم اجتماع میں بھیک مانگنے کے لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب سے محفوظ رکھے، حج پہلے ہی سے ایک مجاہدہ ہے۔ مگر اس زمانہ میں ایک عظیم مجاہدہ ہے، اللہ تعالیٰ تمام حاجیوں کے حج میں اخلاص پیدا کرے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ ۴۴ پر

مطالعات و تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

بدظنی اور بدگمانی کا انجام :-

بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خبردار تم لوگ بدگمانی سے بچتے رہو کیوں کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے کہنے کو زبان رسالت کے یہ دو جملے ہیں مگر ان دو جملوں میں انسانی معاشرہ کی سب سے بڑی برائی کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ اگر کسی معاشرہ میں بدگمانی اور بدظنی کی وبا پھوٹ پڑی تو سمجھ لو کہ اس کا تہس نہس ہونا ضروری ہے، بدظنی اور بدگمانی کیا ہے؟ کسی شخص کی طرف سے اپنے دل میں برے خیالات لا کر اپنے طور پر اس سے برائیوں کا انتساب کرنا اور جن باتوں کی اس کو خبر تک نہ ہو انھیں اس کا قول و فعل سمجھنا، چاہے وہ باتیں اس کی

ذات سے متعلق ہوں یا دوسروں سے ان کا تعلق ہو۔ مثلاً کسی بھائی کے بارے میں اس کے کسی رویہ کو دیکھ کر یا اس کی کوئی بات سن کر اپنے طور پر اس کے بارے میں برے خیالات لانا کہ وہ ایسا ہے، ویسا ہے، حالانکہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ہم نے اپنی بدگمانی اور بدظنی کی بنا پر اسے متہم کیا ہے، اسی طرح کسی کی طرف سے اپنے طور پر سمجھنا کہ وہ میرا دشمن ہے۔ اس نے میری شکایات کی ہے۔ وہ میرے پیچھے پڑا رہتا ہے حالانکہ اس بیچارے کو ان باتوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے بلکہ بدگمانی کی بنا پر اس کے بارے میں ایسا سمجھ لیا گیا ہے، اگر کبھی کسی کے بارے میں اس قسم کے برے خیالات آئیں تو تحقیق کرنی چاہئے کہ ہمارے ان خیالات کی بنیاد ہے یا نہیں بلکہ بہتر ہے کہ خود اس شخص سے جاکر پوچھا جائے کہ تمہارے متعلق ایسے ایسے خیالات پھیل رہے ہیں، ان کے بارے میں تم بتاؤ اور اپنی حیثیت کو صاف کرو،

بہت سے خاندانوں اور گھروں میں جب بدگمانی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے تو تمام افراد ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہونے لگتے ہیں اور اچھے خاصے خاندانوں میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض خود سر اور خود پسند لوگ اپنی سوچی ہوئی ہر بات کو صحیح ہی سمجھتے ہیں، ایسے لوگ خود فریبی میں مبتلا ہو کر خود تباہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں، کسی کے بارے میں برا گمان رکھنا سخت گناہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

پڑوسی اور رشتہ دار ابو العباس احمد بن محمد بن خالد بن یزید بن غزوان براثی بغدادی متوفی سنہ ۳۰۲ھ بغداد کے مشہور محدثین میں ہیں، ان کا بیان ہے کہ میرے بچپن میں میرے والد کا انتقال ہوا اور بہت سے لوگوں نے مجھے صبر کی تلقین کی، ان ہی تعزیت کرنے والوں میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے

انھوں نے فرمایا۔

یا بنیّ ان اباك كان رجلا صالحاً، وارجوان تكون خلفا منه، برّ والدتك، ولا تعقها ولا تخالفها یا بنیّ والزم السوق فانها من العافیة، یا بنیّ ولا تصحب من لا خیر فیه۔	اے پیارے بچے تمہارے والد نیک آدمی تھے، مجھے امید ہے کہ تم ان کے خلف بنوگے، تم اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، نہ اس کی نافرمانی کرنا نہ اس سے ترک تعلق کرنا، اے بچے بازار سے تعلق رکھنا کیوں کہ اس میں عافیت، اور اے بچے ایسے آدمی کی صحبت مت اختیار کرنا جس میں خیر نہیں ہے،

جب حضرت بشر حافی مجھے یہ وصیت کرکے چلنے لگے تو ایک آدمی نے اٹھکر ان سے کہا واللہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں،

یہ سن کر حضرت بشر حافی نے فرمایا:۔

وکیف لا تحبنی ولست لی بجار، ولا قرابتی [1]	تم کیوں نہیں مجھ سے محبت کروگے، تم نہ میرے پڑوسی ہو اور نہ رشتہ دار ہو

حضرت بشر حافی بغداد کے مشہور مشائخ میں سے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ اولیاً و مشائخ میں بہت بلند ہے، اس واقعہ میں ان کا آخری جملہ بہت ہی معنی خیز ہے اور قابل غور ہے یعنی یہ کہ پڑوسی اور رشتہ دار اپنے بڑوں کی قدر نہیں پہچانتے بلکہ ان کو ایک گونہ شکایت ہی رہتی ہے، اور وہ نفرت و عداوت کا معاملہ کرتے ہیں، جب کہ دور کے لوگ اخلاق و محبت سے پیش آتے ہیں، دنیا کی یہی روش ہے۔ خاص طور سے جو لوگ اپنے رشتہ میں یا

---

[1] تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۰

پڑوس میں ہوتے ہیں ان سے اذیت زیادہ پہونچتی ہے۔ اسلام نے اسی لئے پڑوسیوں کے حقوق اور خویش و اقارب کے حقوق بیان کرکے ان کی ادائیگی کی تاکید کی ہے۔

اہل علم کی شان :-

آج کل جاہل مفتیوں اور واعظوں کی کمی نہیں ہے، اور جن کو عوام زبردست عالم سمجھتے ہیں۔ ان میں بہت سے کم ہی عالم و فاضل ہوتے ہیں، خاص طور سے واعظوں میں عام طور سے لکھے پڑھے جاہل ہوتے ہیں جو اپنے وعظ میں نہایت غیر ذمہ دارانہ باتیں بیان کرتے ہیں اور اپنے عوام کو خوش کرنے کے لئے واہی تباہی باتیں کرتے ہیں، افتاء اور وعظ ذمہ دارانہ عہدے ہیں اور بڑے بڑے علماء ان سے گھبراتے تھے، حتیٰ کہ صحابہ جو علوم اسلامیہ کے سرچشمے تھے افتاء اور وعظ سے بچنے کی کوشش کرتے تھے، مشہور تابعی امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے۔

ادرکت عشرین ومائة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اراه قال فی ھذا المسجد فما کان منھم المحدث الا ودّان اخاہ کفاہ الحدیث. ولا مفتٍ الا ودّان اخاہ کفاہ الفتیاء۔ [1]

میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہ کرام کو پایا ہے۔ ان میں سے ہر ایک محدث خواہش کرتا تھا کہ اسکا بھائی حدیث بیان کردے، اور ہر مفتی کی خواہش تھی کہ اسکا بھائی فتویٰ دیدے۔

یہ اجلۂ صحابہ تھے جن میں سے ہر ایک محدث و فقیہ تھا مگر وہ حدیث بیان کرنے یا فتویٰ دینے سے بچتے تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا یہ کام کردے، وہ اپنی ذمہ داری

---

[1] کتاب الزہد والرقائق ص۱۱

سے نہیں بھاگتے تھے بلکہ احساس ذمہ داری کی وجہ سے پرہیز کرتے تھے، اور ایسا نہیں کرتے تھے کہ اپنی علمیت و قابلیت دکھانے کے لئے علمی اور دینی عہدوں کے لئے جان دیں۔ اور دوسرے علماء کا حق مار کر خود سب سے بڑے عالم بنیں، جیسا کہ ہمارے دور کے اہل علم میں یہی بات پائی جاتی ہے۔

علم مفید بھی ہے، مضر بھی ہے۔ حضرت امام شیخ محمد بن صبیح ابو العباس متوفی ۱۸۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ابن سماک کی کنیت سے مشہور ہیں۔ بغداد کے اولیاء عظام میں ان کا مرتبہ بہت بلند اور خلیفہ ہارون رشید کو وقتاً فوقتاً وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے، ان کا قول ہے۔

کم من شئ اذا لم ینفع لم یضر۔ ولکن العلم اذا لم ینفع ضر۔[1]

بہت سی چیزیں نفع نہیں دیتی ہیں تو نقصان بھی نہیں کرتی ہیں مگر علم جب نفع نہیں دیتا ہے تو نقصان کرتا ہے۔

علم و عمل کی دنیا میں کتنی برحق اور واقعی بات فرمائی گئی ہے، علم کا معاملہ ہر چیز سے الگ ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں عالم کہیں کا نہیں رہتا ہے، بڑے بڑے علم رکھنے والوں اور معلومات کا خزانہ رکھنے والوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور ان کی زندگی سخت معصیت میں مجرمانہ طور پر بسر ہوتی ہے۔ عزازیل بہت بڑا عالم تھا مگر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مردود و ملعون ہو گیا، اسی طرح جو لوگ علم رکھ کر بے عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں

---

[1] تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۷۱

وہ شیطانی چکروں میں پڑ جاتے ہیں، اور دین و دنیا میں ان کا کہیں ٹھکانا نہیں ہوتا ہے، اسی لئے اپنے علم کو اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ نافع بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خلیفہ کا کردار:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے دور خلافت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار سو درہم بطور قرض طلب کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ آپکے پاس مسلمانوں کا بیت المال ہے، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں، اسی سے کیوں نہیں قرض لے لیتے؟ پھر واپس کر دیں گے، یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

انی اتخوف ان یصیبنی قدری نتقول انت واصحابک اترکوا ھذا الامیر المومنین حتی یوخذ من میراثی یوم القیامۃ، ولکنی اتسلفھا منک لما اعلم من شحک فاذا مت جئت فاستوفیتھا من میراثی،

مجھے ڈر ہے کہ بیت المال سے قرضہ لینے کے بعد میری موت آجائے اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں کہ اس قرضہ کو امیر المومنین کے حق میں چھوڑ دو، نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن میراث سے وصول کیا جائیگا۔ اور تم سے اس لئے قرض لے رہا ہوں کہ تمہارا مزاج مجھے معلوم ہے، جب میں مرجاؤں گا تو تم اپنا قرضہ میری میراث سے وصول کرلوگے۔

یہ بات کسی سربراہ سلطنت، صدر جمہوریہ، اور بادشاہ کی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے بلکہ اس کے لئے خلیفۃ المسلمین، اور امیر المومنین کی ذات چاہیئے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے

بندوں کا محافظ، اور منتظم ہوتا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے، معاملات میں اتنی احتیاط کہ سرکاری خزانہ سے قرض اس لئے نہ لیا جائے کہ مبادا بعد میں مسلمان اسے معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہو جائے، اور اپنے ورثہ سے قرضہ اس لئے لینا کہ وہ ہر حال میری میراث سے وصول کر ہی لے گا اور میرے سر قرضہ نہیں رہے گا۔

شہنشاہیت و ملوکیت بلکہ جمہوریت میں کبھی یہ بات نہیں ہو سکتی بلکہ اسے خلافت ہی میں تلاش کیا جا سکتا ہے، جہاں ہر وقت ذمہ داری، اور مسئولیت کا ڈر لگا رہتا ہے اور جس کی بنیاد خدمتِ خلق اور تقویٰ پر ہوتی ہے، ایسے ہی نظام حکومت میں خیر و برکت ہے جس کے سربراہ کی نیت میں خلوص و للٰہیت ہوتی ہے، اور جو قدم قدم پر اللہ و رسول کے سامنے دین کے سامنے، اور اپنے ایمانی ضمیر کے سامنے اپنے کو مسئول اور جوابدہ تصوّر کرتا ہے اور اسی کے مطابق کام کرتا ہے۔

ایک تجارتی ایجنسی:- مسلمانوں کے دور اقبال میں پورا عالم تجارتی کاروبار سے معمور تھا، اور مشرق کے تاجر مغرب میں اور شمال کے تاجر جنوب میں آتے جاتے تھے، اور دُور دراز مقامات سے تجارتی سامان آتے جاتے تھے ہر بڑے شہر میں پورے عالم اسلام کی پیداوار اور مصنوعات آسانی سے مل جاتی تھیں اور اس سلسلہ میں تاجروں اور خریداروں کو ہر طرح کی آسانیاں حاصل تھیں۔

عام شہروں میں دوسرے ممالک کے بڑے تاجروں کے لئے بڑے بڑے ہوٹل سرائے اور مہمان خانے تھے، نیز ایسے تجارتی ادارے تھے جو ایجنٹ کے طور پر دوسرے ممالک کے سامان تجارت کو اپنے یہاں بھاری مقدار میں رکھتے تھے، اور خریداروں اور تاجروں کے درمیان معتمد کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان تجارتی ایجنسیوں کو " الوکالۃ "

کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مصر کی ایک ایجنسی "وکالۃ قوصون،، کا حال بہت دلچسپ ہے یہ وکالت یعنی ایجنسی مصر میں جامع حاکمی اور دار سعید السعداء کے درمیان واقع تھی، اس کی بہت شاندار بلڈنگ تھی جس میں تجارتی سامان کے لئے بڑے بڑے گودام اور مخازن تھے، اور تاجروں کے رہنے کے لئے کمرے نہایت آرامدہ اور پرسکون تھے، ان میں عام طور سے شام کے تاجر شامی پیداوار اور مصنوعات لاتے تھے،

ینزلها التجار ببضائع بلاد الشام من الزیت، والشیرج، والصابون والدبس، والفستق، والجوز والوز، والخرنوب، والرب ونحو ذلک [1]

اس ایجنسی میں بڑے بڑے تاجر ملک شام سے سامان تجارت مثلاً تیل، شیرہ، صابون راب، پستہ، اخروٹ، بادام، اور پھلوں کا رس وغیرہ لاتے تھے،

اس ایجنسی کی بلڈنگ میں بڑے بڑے گودام تھے، جن کا کرایہ بہت ہی کم تھا اور جو شخص ایک مرتبہ اسے اپنے لئے محفوظ کرالیتا اس سے وہ نکالا نہیں جاتا تھا الا یہ کہ وہ خود ہی چھوڑ دے، اس وجہ سے یہاں بڑی رونق اور بھیڑ بھاڑ رہا کرتی تھی اور حمالوں، مزدوروں، خریداروں، تاجروں، اور بازاریوں کے شور وشغب سے پورا علاقہ گونجتا تھا۔

وبها اثرة علة مخازن، وشرط ان لا یوجر، کل مخزن الا بخمسة دراهم من غیر زیادة علی ذلک

اس عمارت کے حلقے میں کئی گودام ہیں اور ہر گودام کو صرف پانچ درہم کرایہ پر دینے کی شرط لگی ہے، اور اس سے زیادہ

---

[1] کتاب الخطط ج ۲ ص ۱۵۱

ولا يُخرج احد من مخزن فصارت
هذه المخازن تتوارث لقلة
اجرتها، وكثرة فوائدها، وقد
ادركنا هذه الوكالة وأن
رؤيتها من داخلها لتدهش
لكثرة ما هنالك من اصناف البضائع
وازدحام الناس وشدة
اصوات العتالين عند حمل البضائع
ونقلها لمن يبتاعها ؎۱

کی اجازت نہیں ہے، اسی لئے یہ گودام
پشتہا پشت سے تاجروں کی ملکیت میں
چلے آتے ہیں، کرایہ بھی کم ہے اور فائدے
بہت ہیں۔ ہم نے اس ایجنسی کو دیکھا
ہے اندر دیکھنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے
ہر قسم کے مال پٹے پڑے رہتے ہیں، لوگوں کی
بھیڑ ہوتی ہے، خریداروں کے لئے مال
واسباب کے بوجھ اٹھاتے وقت حمالوں
اور مزدوروں کی آواز اور چیخ سے ہنگامہ
برپا رہتا ہے،

اس ایجنسی میں تن تنہا تاجروں اور مسافروں کے رہنے کا انتظام نہ تھا بلکہ ان کی عورتوں بچوں کے ساتھ رہنے کا بھی معقول انتظام تھا اس بلڈنگ کے نچلے حصے میں گودام تھے، اور اوپر تاجروں کے رہنے کے لئے ۳۶۰ کمرے تھے، جن میں بیک وقت چار ہزار آدمی رہتے تھے،

ويعلو هذه الوكالة رباع
تشتمل على ثلثمائة وستين بيتاً
ادركناها عامرة كلها ويحزر
انها تحوي نحو اربعة آلاف نفس
ما بين رجل، وامرأة، وصغير، وكبير ؎۲

اس ایجنسی کی عمارت کے اوپر ۳۶۰ کمرے
ہیں، ہم نے ان سب کو آباد دیکھا ہے، اندازہ
ہے کہ ان سب میں تقریباً چار ہزار
نفوس، مرد عورت چھوٹے بڑے رہتے ہیں

؎۱ کتاب الخطط ج۳ ص۱۱ ؎۲ (" ")

تم اندازہ لگاؤ کہ جب مسلمانوں کے یہاں تجارتی سامان اور تجارتی مکان کا یہ حال تھا تو ان کی بین الاقوامی تجارت کس قدر تندرست رہی ہوگی اور دنیا کے مارکیٹ ان کے سامان تجارت سے کس قدر پٹے پڑے رہے ہوں گے۔

اسی تجارت کی بدولت مسلمانوں نے دنیا میں بہت زیادہ اسلام کی تبلیغ کی ہے۔ روپیہ پیسے سے بھی اور اپنے ذاتی اخلاق و کردار سے بھی، آج ہم سے یہ باتیں ختم ہیں اور ہم دنیا میں رہ کر بڑی حسرت و حیرت سے دوسری قوموں کی تجارتی سرگرمیوں کو دیکھ رہے ہیں

تم غنی نہیں بلکہ فقیر ہو :-

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ اور مشائخ میں بڑے مقام و مرتبہ کے بزرگ ہیں، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان کو جبہ پیش کر کے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ جبہ میری طرف سے قبول فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا اگر تم غنی ہو گے تو میں اسے قبول کروں گا اگر فقیر ہو گے تو نہیں قبول کروں گا، اس آدمی نے کہا کہ میں غنی ہوں، حضرت ابراہیم ادہم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی دولت ہے، اس نے کہا کہ دو ہزار، حضرت ابراہیم نے فرمایا کیا تم کو خوشی ہو گی اگر تمہارے پاس چار ہزار درہم ہو جائے؟ اس نے کہا جی ہاں، یہ سن کر حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا تب تم فقیر ہو، میں تمہارا جبہ قبول نہیں کر سکتا۔

حضرت ابراہیم ادہم رح کی نظر اس حدیث پر تھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ بے نیازی اور مالداری درحقیقت دل کی غنا اور مالداری ہے، انسان کے پاس لاکھوں کی دولت ہو لیکن اگر اس کے دل میں بے نیازی و استغناء نہیں ہے تو وہ غنی نہیں بلکہ فقیر ہے، اگر دل غنی ہے تو پاس میں کچھ نہ ہو پھر بھی آدمی غنی ہے، اس حدیث کی روشنی میں دیکھو کہ کتنے لوگ ہیں جو مال و دولت رکھ کر فقیر ہیں اور ان کو مزید کے لئے ہر وقت فکر و پریشانی رہا کرتی ہے

ایک بخیل کی باتیں

خالد بن یزید بنو مہلب کا غلام تھا اس کو خالویہ مکدی کہتے تھے، وہ سوال کر کے دولت جمع کرتا تھا۔ مکدی کے معنی مانگنے اور بھکاری کے ہیں، ساتھ ہی وہ بڑا بخیل اور کنجوس تھا، حتیٰ کہ اپنے علاقہ کا سب سے بڑا مالدار آدمی تھا۔

ایک دن اس کے یہاں ایک سائل آیا اس وقت وہ اپنے احباب کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، خالد بن یزید نے جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ ایک پیسہ نکالے، بصرہ کے پیسے بڑے ہوتے تھے۔ غلطی سے ایک پیسہ کے بجائے ایک درہم بغلی نکل آیا، اس نے درہم کو غلطی سے فقیر کے ہاتھ پر رکھا مگر جب دیکھا کہ درہم ہے تو واپس لیکر ایک پیسہ دیدیا۔ اہل مجلس نے اس حرکت پر اس سے کہا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، خالد بن یزید نے کہا۔

لم اجمع هذا المال بعقولكم فافرقه	میں نے یہ مال تم لوگوں کی عقل سے نہیں
بعقولكم، ليس هذا من مساكين	جمع کیا ہے کہ تمہاری عقل کے مطابق اسے
الدراهم هذا من مساكين الفلوس	تقسیم کروں، یہ سائل درہم کا مسکین نہیں
والله ما اعرفه الا بالفلس اسئله[1]	ہے، پیسہ کا مسکین ہے۔

جاحظ نے یہ واقعہ کتاب البخلاء میں نقل کیا ہے، جو ایک مشہور بخیل کی کہانی ہے ہر فن والے اپنے فن کے ذریعہ دوسروں کو پہچانتے ہیں، اسی لئے کہتے ہیں کہ نیک آدمی سب کو نیک سمجھتا ہے، ویسے جو بات خالد بن یزید نے کہی ہے معقول ہے۔ کہ میں نے یہ دولت تمہاری عقل سے نہیں کمائی ہے کہ تمہاری عقل کے مطابق اسے تقسیم کروں، جو سائل جیسا ہو اسے ویسا ہی سمجھنا چاہئیے، عام فقیر پیسے دو پیسے کے ہوتے ہیں اور کچھ سائل زیادہ امداد کے قابل ہوتے ہیں

[1] کتاب البخلاء ص ۳۳

اہل مذاہب کا شمار :-

دنیا میں مذہبی مردم شماری نہیں ہوتی ہے حکومتیں اپنے ملک کے عوام اور رعایا کا شمار کرتی ہیں وہ بھی بالکل صحیح نہیں، مگر اندازہ سے دنیا کے اہل مذاہب کا شمار کیا گیا ہے، چنانچہ سنہ ۷۲ء تک برطانوی انسائیکلوپیڈیا کے بیان کے مطابق دنیا میں بت پرست افراد کی تعداد (۱۱۸۹۸۰۲۵۰۰) ہے جبکہ مسلمان، نصاریٰ اور یہود کی تعداد (۱۴۷۱۱۹۲۱۰۰) ہے۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد صرف (۴۷۱۳۳۸۷۰۰) بتائی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے بلکہ ایک اعداد و شمار کی رو سے ان کی تعداد (۶۱۶۳۳۶۹۴۳) ہے اور یہ بھی اندازہ ہی ہے۔ اقوام متحدہ کے فراہم کردہ اعداد و شمار کی رو سے دنیا میں حسب ذیل مذاہب کی تعداد حسب ذیل ہے۔

عیسائی	۹۸۵۳۶۴۴۰۰
کیتھولک	۵۶۶۷۷۱۶۰۰
رومن	۱۲۳۸۷۷۵۰۰
پروٹسٹنٹ	۲۹۴۷۱۴۳۰۰
مسلمان	۴۷۱۳۳۸۷۰۰

یہ تعداد صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کمی ہے،

یہودی	۱۴۴۹۰۰۰۰
زردشتی	۱۲۵۰۰۰
سنتو	۶۰۱۳۰۰۰۰
طاوی	۵۱۲۸۴۰۰۰ ←

کنفوشس ۳۰۴۵۹۵۰۰۰ ، بودھ ۳۰۱۴۳۶۰۰۰
ہندو ۴۷۲۳۵۸۵۰۰، تمام مذاہب والوں کی مجموعی تعداد (۲۶۶۱۱۲۰۱۰۰)
بتائی گئی ہے جبکہ تمام انسانوں کی اجمالی تعداد (۳۵۵۲۰۰۰۰۰۰) دکھائی گئی ہے
(العربی کویت سے)

جوارِ بیت اللہ کے رمضانی نقوش

(از ادارہ)

رمضان سے قبل حاجیوں کے دو جہاز محمدی اور اکبر لگ بھگ تین ہزار حجاج کرام کو لیکر جدہ روانہ ہونے کی خبر آپ نے اخبارات میں پڑھی ہوگی، بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں حرمین میں رمضان شریف گذارنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ حج و زیارت کی توفیق عطا فرمائے تو آپ کوشش کیجئے کہ رمضان مبارک کا بابرکت مہینہ سرزمین حجاز میں گذاریں۔ پھر دیکھئے کہ وہاں رمضان کس شان سے جلوہ افروز ہوتا ہے اور اہل حجاز کس شان سے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اپنی جھولیوں کو رمضان مبارک کی رنگینیوں سے کس اہتمام کے ساتھ بھرتے ہیں

رمضان شریف کا چاند دیکھنے کے لئے وہاں کے عوام اور حکومت کا اہتمام،

ثبوت رویت ہلال کے بعد گلی کوچوں میں بچوں کے رمضانی ترانے، دوکانوں، بازاروں اور سڑکوں پر چلتے پھرتے لوگوں کے رمضان پر مبارک باد دینے کے مخصوص الفاظ و انداز، اور ریڈیو، ٹیلی ویژن پر حکومت کی طرف سے عوام کو اور عوام کی طرف سے حکومت کو نت نئے انداز سے مبارکبادی پیش کرنے کی ادائیں، اخبارات کی طرف سے قارئین کرام کی خدمت میں تہ دل سے مبارکبادی اور دنیائے اسلام کے اندر رمضان اور روزے سے متعلق مضامین کی بھرمار، اور تاجروں کی طرف سے گاہکوں کی خدمت میں مبارکبادی کے ساتھ امساکیہ یعنی نقشہ افطار و سحر کی تقسیم، یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور کانوں سے سنیں گے۔

اسی کے ساتھ ساتھ افطار اور سحر کے آخری وقت توپ کا دغنا، افطار سے ذرا پہلے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے اردگرد افطاری بیچنے والوں کی صدائیں، من اللہ دلیک یا صائم افطور لک یا صائم اسمبوستك یا صائم غلبہ ہونا ہر روزہ دار کا مسجد حرمین کے اندر افطار کرنے کی کوشش کرنا، افطار کے دسترخوان کو اتنی وسعت دینا کہ وہ امیروں کے انواع و اقسام کے پھل فروٹ اور قسم قسم کی افطاریوں کے ساتھ ساتھ غریبوں کے چند دانے کھجور کو بھی اپنے اندر سمو کر امیر و غریب کے روایتی فرق کو تھوڑی دیر کے لئے مٹا دینے امیروں کا منت سماجت کر کے فقیروں اور غریبوں کو اپنے دسترخوان پر بلانا، اپنے ہاتھ سے قہوہ کے جام بھر کر روزہ داروں میں تقسیم کرنا، مسجد الحرام میں روزہ داروں کے سامنے زم زم سے بھری ہوئی صراحیوں کا قطار در قطار کنکریوں میں دبا کر سجانا بھی آپ اپنی نظروں سے دیکھیں گے۔

پھر بیسوں ہزار افراد پر مشتمل جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنے کا منظر، کیا آپ کو مسحور نہیں کر سکے گا؟ آپ کی نظروں کے سامنے آپ کا کعبہ و قبلہ ہوگا۔ اور چاروں

طرف سے ہزار ہا انسان اسے نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے حلقہ میں لئے ہوں گے
جب وہ رکوع کریں گے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے سارا عالم رکوع کر رہا ہے۔ جب وہ سجدہ
کریں گے تو ساری دنیا آپ کو سجدہ ریز معلوم ہو گی، عربی لہجہ میں عربی قرآن ایک
خوش الحان عرب کی زبان سے سن کر کیا آپ پر کوئی اور کیفیت طاری نہیں ہو گی!
آپ کے ہاتھ پیر تھکاوٹ کے احساس سے عاری ہو جائیں گے اور بیس رکعت تراویح
پڑھنے کے بعد آپ کا وجدان یا ذوق قرآنی آپ سے ھل من مزید کا مطالبہ کریگا
اور جب آپ تراویح سے فارغ ہو کر چاہ زم زم کی طرف بڑھیں گے اور سیراب ہو کر
زم زم پی کر نکلیں گے تو نور اور روشنی کے دریا میں نہائے ہوئے طواف کرنے والوں کا منظر
آپ کو دعوت طواف نہیں دے گا؟

اور جب آپ طواف و تحیہ اطواف سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ کا رخ کریں گے
تو ستونوں کے پیچھے، محرابوں کے بیچ میں اور حرم کے کونوں میں ہزار ہا افراد نماز نفل یا حاجت
ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے، جن میں پڑھنے والے عربی بھی ہوں گے عجمی بھی، ایرانی بھی
ہوں گے تورانی بھی، ترکی بھی ہوں گے اور حبشی بھی، پھر ان کے پڑھنے کا انداز بھی جدا جدا
ہو گا۔ کیا ان میں سے کسی کی قرآن خوانی آپ کو متاثر نہیں کرے گی؟ اور آپ کمرہ پر جا کر
آرام کرنے کے بجائے اس جماعت میں شریک ہو کر ایک اور ہی لطف محسوس کریں گے، جو
زندگی میں بہت کم میسر ہوتا ہے۔ اور جب رات ڈھلنے لگے گی اور آپ پر نیند کا غلبہ ہونے
لگے گا، اس وقت آپ کو حرم کے اندر سے لاؤڈ اسپیکر پر ہلکی ہلکی لیکن نہایت شیریں
اور مدہوش کن آواز میں امام حرم کی نفل با جماعت پڑھانے کی آواز آئے گی، جو
آپ کی نیند اڑا دے گی، جس کا مسحور کن لہجہ آپ کی تھکاوٹ دور کر دے گا اور آپ بے اختیار

اس جماعت میں شریک ہو جائیں گے، یہ جماعت جس طرح اپنی مسحور کن آواز اور شیریں
لہجہ کے اعتبار سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح یہ جماعت حضرت معاذ بن جبل والی حدیث
کے خوشہ سے بھی بالاتر ہوتی ہے۔ اور امام حرم اپنی مرضی کے مطابق جب رات کے آخری
پہر تلاوت قرآن کرتا ہے تو کبھی کبھی اطراف حرم پہاڑیاں جھومتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں
بلکہ فضا میں معلق معلوم ہونے لگتی ہیں، جب آٹھ رکعت نفل باجماعت ادا کرنے کے بعد
آپ سحری کھانے کے لئے کمرہ پر پہنچیں گے تو بمشکل اتنا وقت مل سکے گا کہ آپ چند لقمے حلق کے
نیچے اتار سکیں۔

آپ کی نیند اور تھکاوٹ دور کرنے میں جہاں حرم کے عابدانہ ماحول کا دخل ہوتا ہے
وہیں طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ کرنے والوں کا ذوق وجنون بھی اس میں بہت
ممد ومعاون ہوتا ہے، جوں جوں رات ڈھلتی جاتی ہے عمرہ ادا کرنے والی ٹولیاں احرام باندھے
ہوئے لبیک پڑھتے ہوئے حرم میں اس شان سے داخل ہوتی ہیں کہ اس میں عجز وانکساری
کے ساتھ فخر وتکبر کا بھی امتزاج ہوتا ہے، ان کی آواز بلند ہوتے ہوئے بھی شیریں اور
مسحور کن معلوم ہوتی ہے۔ پھر کعبہ کے ارد گرد ان کے طواف کرنے کی بانکی ادا۔ ملتزم اور
غلاف کعبہ سے لپٹ کر اور سینہ ملا کر دعا مانگنے کا انوکھا انداز، صفا اور مروہ کے درمیان سعی
اور میلین اخضرین کے درمیان دوڑنے کا منظر، اگر کسی کے اندر ذرا بھی اسلامی ذوق عبادت
ہے تو یہ سب چیزیں اس کی آبیاری کرنے کے لئے نہ صرف کافی ہیں، بلکہ اسے دیکھتے ہی دیکھتے
تناور درخت بنا سکتی ہیں۔

حرم مکی میں رمضان المبارک کی ان رنگینیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا ہوگا
خصوصیت سے رمضان کے بعد تو آپ پکار اٹھیں گے کہ یہ ذوق عبادت یہ منظر عابدانہ دنیا میں اور

کہیں نظر نہیں آسکتا، کیونکہ اطراف و جوانب کے عرب رمضان کا عشرہ اخیرہ گذارنے کے لیے مکہ مکرمہ میں بڑی کثیر تعداد میں آتے ہیں اور رمضان کے حقیقی لطف سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اور عام طور پر شب قدر لینے اور رمضان کے بعد اپنے اپنے شہروں کو واپس ہونا شروع ہو جاتے ہیں تاکہ عید وہ اپنے اہل و عیال اور ماں بہنوں میں کر سکیں اور عید کے چاند کے ساتھ ہی ساتھ ان مناظر میں کمی آنے لگتی ہے۔ اور پھر یہ مناظر نظروں سے اوجھل ہو کر آئندہ ماہ رمضان میں پھر نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ آپ بھی یہ منظر زندگی میں ایک مرتبہ اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھیں۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ

ترجمہ

حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں۔ اقرار کرتا ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تیرے دربار میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور ساری بادشاہی تیرے لئے ہے اور تیرا کوئی ساتھی نہیں۔

بادیۂ عرب میں سفرِ حج

از قاضی اطہر مبارکپوری

بادیۂ عرب:- علامہ مقدسی بشاری رح نے "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" میں "اقلیم العرب" کے بعد "بادیۃ العرب" کے عنوان سے ایک خطرناک میدانی علاقہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تباہ کاریوں اور ہلاکت خیزیوں کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

اس بادیہ کو بعض جغرافیہ نویسوں نے "ارض الجزیرہ" میں اور بعضوں نے اسے اقلیم شام میں شمار کیا ہے، مگر درحقیقت یہ ایک مستقل علاقہ ہے جو ایلہ سے عبادان تک سیدھا چلا گیا ہے اور مقام بالس سے اس میں کجی آ گئی ہے۔ اس لق و دق صحرا میں شہر تیماء کے علاوہ اور کوئی شہر نہیں ہے، تیماء بہت قدیم شہر ہے، جہاں کھجوروں کے بلغات اور چشموں کی کثرت ہے، اس کی ہلاکت خیزیوں اور یہاں کے بدوؤں کی لوٹ مار اور یلغار کا ذکر کرتے ہوئے علامہ مقدسی فرماتے ہیں۔

ویقطعون الطریق ویؤذون الغریب — یہاں کے عرب باشندے ڈاکہ زنی کرتے ہیں

ویحفون الضالین ویخفرون القوافل وعلی الجملۃ لایمکن ان یعبر احد ھذا الطریق الّا بخفیر او قوۃ، وتری الحاجّ مع قوتھم یھتکون وتوخذ اباعرھم وخزائنھم[1]	بھولے بھٹکے مسافروں کو پناہ دیتے ہیں اور ان کو راہ بتاتے ہیں، قافلوں کو لوٹتے ہیں، الحاصل کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ بغیر رہنما اور طاقت کے اس راستہ سے صحیح وسالم پار ہو جائے۔ حجاج باوجود ہر قسم کے انتظام اور طاقت کے یہاں پر لوٹ لئے جاتے ہیں، ان کے اونٹ اور خزانے بھی چھین لئے جاتے ہیں

اس صحرا میں وحشی عرب آباد ہیں، ان کے یہاں ایک گھاس "فث" نامی رائی کی طرح خود بخود پیدا ہوتی ہے، اعراب اسے جمع کرکے تالابوں میں بھگوتے ہیں۔ تو اس کے دانے خود بخود نکل آتے ہیں، جن کو یہ لوگ پیس کر روٹی پکاتے ہیں اور اسی کو کھاتے ہیں، گو، اور سانپ کا گوشت بھی یہ لوگ کثرت سے کھاتے ہیں۔

علامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ میں اس خطرناک صحرا میں کئی مرتبہ سفر کر چکا ہوں اور مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں اس کی پیمائش کرکے اس کے تمام راستوں اور پانی کے چشموں اور آبادیوں کے حالات معلوم کر چکا ہوں اور میں نے اس کے بارے میں بہت زیادہ معلومات جمع کی ہیں۔ جب کسی قوم میں اولو العزمی، بلند ہمتی اور اقوام کی قوت پیدا ہوتی ہے تو وہ صحرا وسمندر کی پیمائش کرتی ہے اور بعد میں آنے والے افراد اپنی نااہلیت کم ظرفی، اور پست ہمتی سے اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے،

[1] احسن التقاسیم ص ۲۵۲ طبع لیڈن

واقعہ ہے کہ ہمارے مورخ، سیاح اور جغرافیہ نویس اپنے علم وفن کو برائے علم وفن نہیں سمجھتے بلکہ اپنی ہر علمی اور فنی کوشش دین کے مفاد کے لئے کرتے ہیں۔ اور ان کی نگاہ ہر وقت دین کے احکام واوامر کی طرف ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ مقدسی اس خطرناک صحرا کے حالات بیان کرنے کے بعد یہ اندیشہ دور کرنا چاہتے ہیں کہ پھر ایسے خطرناک راستہ سے حج کا سفر کیسے کیا جائے، اور من استطاع الیہ سبیلاً، کی شرط یہاں کیسے پوری ہو، اور اس اندیشہ کو دور کرنے کے لئے کہ پھر اس راستہ سے حج کیسے کیا جائے، خود ہی سوال وجواب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

اگر کوئی آدمی مجھ سے کہے کہ مقدسی! آپ تو سیر وسیاحت کا علم رکھتے ہیں اس لئے آپ نے عزم ویقین کے ساتھ اس خطرناک صحرا کے راستوں اور چشموں کو معلوم کر لیا، مگر ایسے مقام میں توکل اور بلا زاد وراہ کے سفر حج کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں تو کہا جائیگا کہ

"حضرت امام سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ دو آدمی جب تم سے فتویٰ معلوم کریں تو تم ان کے عزم وارادہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرو، کیونکہ وہ عزم وارادہ کی کمزوری ہی کی وجہ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، عزاب یرید التزویج ورجل یسأل عن الحج بلا زاد) یعنی ایک وہ مجرد آدمی جو نکاح کرنا چاہتا ہے، دوسرا بلا توشہ کے حج کا ارادہ کرنے والا شخص"۔

اس اہم قول کے نقل کرنے کے بعد علامہ مقدسی یہ عبرتناک اور سبق آموز حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت میں اپنے شہر بیت المقدس سے سیر وسیاحت

کے لیے نکلا تو ہمارے شہر کے ایک زاہد کا واقعہ مجھے بیان کیا گیا کہ وہ اسی بادیۃ الغور
میں بلا زاد راہ کے نکل پڑے، اور جب تین دن انھیں کھائے پیئے بغیر گذر گئے اور ان کو
بھوک کی شدت نے ستایا تو ان کا بیان ہے کہ اس بھوک کے عالم میں میں نے ایک
مقام پر ایک نرم چیز زمین پر پائی، دیکھا تو نہایت عمدہ روٹی اور سالن تھا اس کے
بعد ساحلی علاقہ سے اس صحرا میں عصر کے وقت گذر رہا تھا، اس وقت بلا زاد
میرا ارادہ حج کا تھا، اور میں روزے سے تھا، مقام عاقر میں پہونچ کر مغرب کی
نماز ادا کی اور وہاں کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر نمازیں پڑھنے لگا ان دنوں
میرا قاعدہ تھا کہ وتر کی نماز کے بعد میں روزہ افطار کیا کرتا تھا، چنانچہ جب تک میں نے
عشاء کی نماز ادا کی لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے لیکن جامع مسجد کا موذن
میرے پاس روٹی سالن اور پانی کا گھڑا لیکر آیا۔ میں نے اس سفر میں خدا پر
توکل کیا اور چھاگل اور کوزہ تک اپنے ساتھ نہیں لیا تھا کہ جو ذات کھانے کو دے گی
وہی پانی بھی دے گی، بہر حال میں نے وہم و گمان سے بالاتر کھانا پایا اور شکم سیر
ہو کر کھایا۔ پھر صبح کی نماز کے بعد وہاں سے مقام شکریہ کے ارادے سے نکل پڑا
دن بھر چل کر شام کو وہاں پہونچا عشاء کی نماز کے بعد ایک آدمی استاقی (دیہاتی)
روٹی اور پانی کا کوزہ لیکر آیا میں نے خوب کھایا پیا۔ پھر صبح تڑکے وہاں سے
چل کر ایک خانقاہ (راس الزادیہ) کے قریب پہونچا، یہاں میں نے اپنے کپڑے
اتار کر بعض مطوعین کو دیدیئے اور ان سے صوف کا ایک چھوٹا کرتا، ایک جوڑا پرانا
جوتا، اور ایک پرانا رومال لے لیا۔ پھر وہاں سے نکل کر عصر تک چلتا رہا مگر کوئی آبادی
نہیں آئی، اس لئے امید نہیں تھی کہ میں کسی گاؤں میں عشاء کے وقت پہونچ سکوں گا

اسی اثنار میں مجھے دور سے ایک قلعہ نظر آیا جب اس کے پاس گیا اور دروازہ میں داخل ہوا تو مجھے اس میں بیت المقدس کا ایک آدمی ملا اس نے مجھے پہچان لیا، بڑھکر معانقہ و معانقہ کیا اور اہلاً وسہلاً مرحبا کہکر اہل قلعہ سے میرا تعارف کرایا۔ پھر طرح طرح کے کھانے اور دوسرے ضروری سامان میرے پاس لایا۔ میں نے رات وہاں گزاری اور سحر کو بھاگ نکلا، مغرب کے قریب ایک قوم کے پاس سے گذرا انھوں نے مجھے گرفتار کیا اور کہا کہ تم جاسوس ہو، جب میں نے ان کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تو انھوں نے عذر و معذرت کر کے میری ضیافت کی، پھر میں صبح کو ان کے یہاں سے نکلا اور چلتے چلتے مقام "کسیفہ" میں پہونچا وہاں کوئی مکان نظر نہیں آیا البتہ پانچ سوار دیکھے جو مجھے جبراً گھسیٹ کر اپنی جگہ پر لے گئے اور میری ضیافت کی، جب میں نے دیکھا کہ اس بادیہ میں بھی میں ہر رات دعوت میں رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ایسی جگہ پہونچا دیتا ہے جہاں کھانے پینے کا انتظام ہو جاتا ہے تو یہاں سے اپنے شہر کا قصد کیا۔ اور اسی سال حج ادا کیا۔

آزادیٔ فکر اسلام میں

مولانا عبدالمجید سالک

جب سے یورپ کی قوموں نے جاگیرداری نظام کو چھوڑ کر صنعتی دور میں قدم رکھا ہے اور فلسفہ و سائنس کی ترقیات نے اہل علم کے لئے آزادیٔ افکار اور اقتصادی خوشحالی کے دروازے کھولے ہیں، انسانی معاشرہ گوناگوں بے اطمینانی کا شکار ہو رہا ہے۔ پرانی اقدار اچھی ہیں یا بری ہیں، بہر حال ایک جما ہوا معاشرہ ان کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔ اور اہل عالم صبر و شکر اور قناعت سے زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن جب سے قدروں اور معیاروں کا احترام جاتا رہا اور فکر انسانی نے ہر روز نئے کھلونے بنانے اور توڑنے شروع کئے، وہ جماؤ رخصت ہو گیا۔ اور ایک نئی ذہنی انارکی اور معاشرتی طوائف الملوکی نے اس کی جگہ لے لی۔ اب دنیا کے بڑے بڑے اہل فکر سوچ رہے ہیں کہ اس صورت حال کا مداوا کیا ہو۔ نئی اقدار کو کیا شکل دی جائے کہ وہ مستقل اور پائیدار حیثیت اختیار کریں اور انسان کی فکری آزادی کو جس پر قیود عائد کرنا ترقی کے راستے میں روڑے اٹکانا ہے، کس راستے پر گامزن کیا جائے۔ رنگ رنگ کی راہیں ظاہر کی جا رہی ہیں، طرح طرح کے نظام تجویز کئے

جا رہے ہیں لیکن کوئی قدر مشترک دریافت نہیں ہونے پاتی۔ اور کسی نظام پر نوع بشر کا اتفاق نہیں ہونے پاتا۔

یہ صورتِ حال بے حد خطرناک ہے اور اگر کچھ مدت تک اس کو بدستور رہنے دیا گیا تو انسانی معاشرہ درندوں کی بستی بن جائے گا، اس کی تہذیب وحشت و بربریت بن جائیگی

صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام اور ایسا دین ہے جو فطرت اور اعتدال کے راستے پر دنیا کی رہنمائی کر سکتا ہے اور آزادیٔ فکر کو محفوظ رکھ کر زمانۂ حاضر کے مفرت رساں رجحانات سے نسل انسانی کو بچا سکتا ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب سیاسی معاشرتی آزادی کا کوئی تصور دنیا کے کسی حصّہ میں موجود نہ تھا۔ اسلام نے دنیا میں آزادیٔ فکر کی پہلی آواز بلند کی ایک یتیم نوجوان نے جس کو کوئی دنیاوی طاقت اور حمایت میسّر نہ تھی، اور جس کے ہم قوم بھی اس کی جان کے لاگو ہو رہے تھے، ساری دنیا کو للکارا۔ عیسائیوں سے کہا کہ مسیح علیہ السلام اور ان کی ماں اللہ کے نہایت پاک بندے تھے، لیکن کوئی شخص خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا، نہ دوسروں کے گناہوں کا کفارہ دے سکتا ہے یہودیوں سے کہا کہ موسیٰؑ اور عزیرؑ خدا کے بندے تھے۔ لیکن ان کو خدا کا بیٹا کہنا کفر ہے مشرکین سے کہا کہ تمام بت مل کر بھی ایک پتے کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے، عبادت صرف ایک خدا کی کرو اور بندوں کی دعائیں قبول کرنا بھی ایک خدا کی ذات ہی کا کام ہے، رومی، ایرانی اور مصری تہذیبیں سرمایہ داری اور ملوکیت پرستی کی علمبردار تھیں اس لئے ان کو پکار پکار کر کہہ دیا کہ تم نے خدا کی جگہ بندوں کو پوجنے کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے اور انسان کو غلام بنا کر دولت و قوت فراہم کر رہے ہو، تم سب کے سب گمراہ ہو۔ ذرا تصور کیجئے کہ ایک شخص صرف خدا کی تائید پر بھروسہ کر کے دنیا بھر کے مذاہب اور تہذیب کو باطل ٹھیراتا ہے، اور

ان کے مقابلے میں اپنا دین پیش کرتا ہے۔ کیا آزادیٔ فکر کی اس سے بڑی مثال
کہیں بھی مل سکتی ہے اسی شخص نے دنیا والوں سے یہ بھی کہا کہ خدا کے نزدیک
شاہ و گدا، عجمی و عربی، مصری و ہندی سب برابر ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں یہ
آزادیٔ فکر کا کس قدر انقلاب انگیز پیام تھا جو دنیا کو دیا گیا۔ انسان آزاد ہے
سب انسان مساوی ہیں۔ بادشاہی باطل ہے قوم کا سرداران کا حکمراں نہیں بلکہ
ان کا خادم ہے۔ عورتوں اور مردوں کو یکساں حقوق حاصل ہونے چاہئیں، دنیا کے
موجودہ مذاہب کا غالب حصہ محض اوہام پرستی میں مبتلا ہے، جس میں خدا پرستی کا شائبہ
نہیں، کسی کو کسی انسان کا آقا بننے کا حق نہیں، آقائی صرف خدا کو سزاوار ہے اور
اور سب انسان اس کے بندے ہیں۔ یہ باتیں جو آج بھی آزادیٔ فکر کا بلند ترین تصور
پیش کرتی ہیں۔ (حالانکہ اب دنیا بے انتہا ترقی کر چکی ہے) آج سے چودہ سو برس بیشتر
کہی گئی تھیں اور لاکھوں انسانوں نے مدت دراز تک ان پر عمل بھی کر کے دکھا دیا تھا

پھر اسلام کے تمدنی دور پر نظر ڈالو، خلافت عباسیہ، حکومت اندلس،
دولت مغلیہ اور دوسری چھوٹی بڑی سلطنتوں نے اپنے زمانوں میں علوم و فنون کی
جو خدمت کی اور ان میں جو نئے نئے اسلوب اور طریقے پیدا کئے، ان میں بھی آزادیٔ فکر
کا بے نظیر مظاہرہ کیا۔ تاریخ اسلام کے بڑے بڑے حکیموں اور فلسفیوں نے جن میں
بو علی سینا ابونصر فارابی اور ابن رشد جیسے آزاد خیال لوگ بھی شامل ہیں، بے شمار
مسائل میں اپنے دور کے علماء و ائمہ اور سلاطین کے عقائد کے خلاف باتیں کہیں۔
ان سے کسی کو اختلاف ہوا یا اتفاق، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان کو آزادیٔ فکر کی
بنا پر جبر و تشدد کا تختۂ مشق اس طرح بنایا گیا ہو، جس طرح گلیلیوں اور بعض دوسرے

علمائے مغرب پر پادریوں اور حکمرانوں نے محض کسی نئی علمی دریافت کی پاداش میں ظلم ڈھائے اسلام نے ہمیشہ آزادیٔ فکر کی حمایت کی اور عالم اسلام نے بعض اکابر علم کے خیالات سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کو ہمیشہ "حضرت علامہ اور امام" کے لقب سے پکارا۔ اور یہ طریقہ آج تک جاری ہے، اگر بو علی سینا اور ابن رشد کے بعض خیالات دعقا آج بھی بعض علمائے دین کے سامنے رکھے جائیں تو وہ بلاتوقف ان خیالات کے حاملوں کو کافر قرار دیدیں گے لیکن جب بھی ان حکماء کا ذکر کریں گے انھیں حکیم اور علامہ ہی کہہ کر پکاریں گے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گی کہ مختلف زمانوں کے معاشروں میں اہل علم کو آزادیٔ فکر کی نعمت میسّر رہی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان علم و فن کی وہ خدمات انجام دے سکے جن کا اعتراف ساری مہذب دنیا کو ہے۔ لیکن واضح رہے کہ اسلام کی آزادیٔ فکر موجودہ یورپ اور امریکہ کی آزادیٔ فکر سے مختلف ہے۔ اسلام میں جب تک آزادیٔ فکر جلوہ گر رہی مسلمان عروج و سربلندی کے آسمانوں پر پرواز کر رہے تھے، اور جوں ہی یہ آزادیٔ فکر مفقود ہوئی اور رجعت پسند علماء نے فکر و عمل پر پہرے بٹھائے اور تکفیر و تفسیق کی تلوار میان سے نکالی، مسلمانوں کی ترقی کی رفتار رک گئی اور وہ دنیا کی آزاد فکر قوموں کے مقابلہ میں پیچھے رہ گئے۔ لیکن آج کی مغربی دنیا آزادیٔ فکر کے نتائج پر خوف زدہ ہو رہی ہے، اور بہترین دماغ غور کر رہے ہیں کہ یہ آزادیٔ افکار دنیا کو جس تباہی کے غار کی طرف لے جا رہی ہے اس سے اس کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے، اقبال نے بھی اس آزادیٔ افکار کو "ابلیس کی ایجاد" کہا ہے۔
سوال یہ ہے کہ دونوں قسم کی آزادیٔ فکر میں کونسا فرق ہے، جب تک دنیا

اس فرق کو نہ سمجھے گی وہ اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی سود مند فیصلہ نہ کر سکے گی.

اگر انسانی دماغ اور عمل کو کاملاً آزاد چھوڑ دیا جائے. بعینہ جیسے کسی جہاز کو کسی ناخدا یا لنگر انداز کے بغیر کھلے سمندر میں چھوڑ دیا جائے تو وہ جہاز یا تو کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا یا کسی غیر آباد جزیرے کے ساحل پر پہنچ جائے گا، جس کے وحشی باشندے اس کی لکڑی کو ایندھن اور بادبانوں کو اتار کر اپنے لئے خیمے بنا لیں گے، آجکل کی آزادی فکر میں نہ مذہب محفوظ ہے نہ روحانی اقدار نہ اخلاقی معیار، انسانی دماغوں کی کج روی اور خیرہ چشمی ہر چیز پر اندھا دھند اظہار خیال کر رہی ہے، جس سے معاشرے کو صحیح راستہ ہرگز نہیں ملتا بلکہ آزادی کا خواب کثرتِ تعبیر کی نذر ہوا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ نئی اقدار اور جدید معیار قائم نہیں ہونے پاتے اور انسان کو اپنی منزل اور اپنی تقدیر کا کوئی سراغ نہیں ملتا،

اسلام کی آزادی فکر نہایت مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہے، فارسی کے کسی شاعر کا ایک شعر اس موقع پر یاد آ گیا ہے. ؎

ہمچو پرکاریم یک پا در شریعت مستقیم : پائے دیگر سیر ہفتاد و دو ملت می کنیم

اسلام نے عالم انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور وہ نقطہ ہے "اللہ تعالیٰ کی الوہیت" عالم انسانی ایک فرد واحد کی اولاد پر مشتمل ہے، جب تک ایک خاندان نہ سمجھا جائے اور پورے خاندان کا ایک سرپرست قرار نہ دیا جائے اس کو روحانی، اخلاقی، جسمانی، غرض کسی پہلو سے کبھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا، پوری نسل انسانی کے لئے ایک مرکزی عقیدہ ہونا، جس پر تمام انسان بلا امتیاز نسل و رنگ جمع ہو سکیں.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. الخلق عیال اللہ، خلقت خدا کا کنبہ ہے.

اور قرآن نے اعلان کیا :۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ
آؤ اس کلمہ پر جمع ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی
کی عبادت نہ کریں، جب اللہ کو سارے عالم انسانیت کا مرکز تسلیم کر لیا جائے گا، اور خلق
خدا سب کی سب اس کا کنبہ قرار دیا جائے گا تو سب سے بڑی روحانی قدر پر عالمگیر تعلق قائم ہو
جائے گا اور اس کے ساتھ ہی وہ اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی اقدار بھی قائم ہو
جائیں گی، جو خدا کو تمام نیکی، تمام رحمت، تمام ربوبیت کا منبع مان لینے کے بعد ناگزیر ہیں،
کوئی شخص جو اللہ کو اس کی تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ مانتا ہو وہ کسی کو اپنا آقا اور معبود
نہیں مان سکتا۔ کسی کو اپنا غلام نہیں بنا سکتا، کسی کا حق تلف نہیں کر سکتا، کسی کو ظلم
اور ناانصافی کا نشانہ نہیں بنا سکتا، یعنی اگر بندگان خدا کا کامل ایمان خدا پر ہو
تو انفرادی اور اجتماعی استحصال، استعمار اور استہلاک کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور یہی تین
لعنتیں ہیں، جنہوں نے آج دنیا کی قوموں کو دیوانہ اور دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے۔

اسلام، ایمان باللہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مکمل پیغام ہے اسی
بنیادی ایمان کے قائم ہونے کے بعد آزادئ فکر کے تمام راستے انسان پر کھلے ہیں اسا سی
اقدار اور معیاروں کو قائم کئے بغیر جو آزادئ فکر عمل میں لائی جائے گی، اس کا نتیجہ انسان
کے لئے مادی اور روحانی ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا،

آج کل کے مغربی مفکر عام طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ انسانی
اور دہشت انگیز عالمی حالات کا علاج صرف یہ ہے کہ انسانوں کی روحوں کو اس اطمینان
کی دولت سے مالا مال کیا جائے جو صرف مذہب کی روحانی اقدار ہی کو زندہ کرنے سے
میسر آسکتی ہے، آج کل کی دنیا آزادئ فکر کو اپنی عزیز ترین متاع سمجھتی ہے، اس متاع

حفاظت کا طریقہ بھی یہی ہے، منہ زور اور شوریدہ سر گھوڑا جس طرف رُخ کرتا ہے چیزوں کو توڑتا پھوڑتا انسانوں کو پامال کرتا سبزہ و گل کو کچلتا اور تباہی پھیلاتا جاتا ہے۔۔۔ چابک کا استعمال اس کی ضرر رسانی کو کم نہیں کرسکتا، اس میں اضافہ ضرور کرسکتا ہے اور ایسے تنومند اور چالاک گھوڑے کو مار ڈالنا بھی مناسب نہیں اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اس کی باگ کسی شہ سوار کے ہاتھ میں دیدی جائے تاکہ اس باہمت اور قوی حیوان کی حرکات میں تنظیم اور ضابطہ پیدا۔ اور وہ بڑی بڑی گھوڑ دوڑ میں اول درجے کے انعام حاصل کرسکے۔ آزادیٔ فکر کی مثال بھی یہی ہے، اس کی عنان عقیدہ صحیح کے شہ سوار کے ہاتھ میں دیجئے، پھر اس کی برق رفتاری کو دیکھئے، ہمارے نزدیک اسلام ہی وہ عقیدہ مہیا کرتا ہے۔

نذرِ عقیدت

صبا میری نذرِ عقیدت لئے جا
سلام و پیامِ محبت لئے جا
مری آرزوئیں، مری التجائیں
بدرگاہِ ختمِ رسالتؐ لئے جا

چند علماء و مشائخ

قاضی اطہر مبارکپوری

مولانا صاحب علی گھوسوی:

مولانا صاحب علی گھوسوی گذشتہ صدی کے کبار علمائے ہند میں تھے، ان کا نام یہ ہے،
مولانا صاحب علی بن دولت علی بن عبداللہ بن احمد بن لعل محمد صدیقی گھوسوی، موجودہ ضلع اعظم گڈھ کے قصبہ گھوسی کی طرف نسبت ہے۔ یہ اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے، ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور گھوسی ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر کلکتہ گئے جہاں مفتی محمد مراد سے ہدایہ اور شیخ علی کبیر سے تلویح پڑھی۔ اور انگریزی حکومت کی سکریٹریٹ میں ملازمت اختیار کرلی۔ جہاں سے ترقی کرتے کرتے بہت بڑے عہدے پر پہونچے، انگریزی حکومت کی طرف سے کابل گئے اور مدتوں وہاں رہ کر حکومت کی ترجمانی کرتے رہے، یہاں تک کہ پنشن ہوگئی، اس کے بعد دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور گھوسی میں بہت بڑا مدرسہ قائم کیا۔۔۔
۲ رجمادی الآخر ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا۔ اور گھوسی ہی میں دفن کئے گئے [1]

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۷، ص ۲۱۹

یہ وہی گھوسی ہے جہاں سے حضرت شیخ غلام نقشبند گھوسی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے ہیں، جو اپنے دور کے مشہور عالم اور بزرگ تھے۔ ان کے علاوہ بھی یہاں سے اچھے اچھے فضلائے روزگار اٹھے ہیں اور دنیا میں عزت وشہرت حاصل کی ہے۔

ملا محمود جونپوری :-

مسلمانوں کے اقتدار وحکومت کے آخری دور میں ہندستان میں بہت سے ایسے اہل علم باکمال اور صاحب فضل حضرات گذرے ہیں کہ وہ اپنے دور میں پوری دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے،

سلاطین شرقیہ کے دور میں جونپور اور اس کے اطراف میں ایسے کئی باکمال علماء گذرے ہیں، ان میں سے دو حضرات کئی صدیوں کے بعد ایک زمانہ میں اور ایک استاد کی شاگردی میں شمس وقمر بن کر آسمان علم پر درخشاں رہے، جونپور میں دوسرے علماء کے ساتھ ایک ہی وقت میں مفتی ابوالبقاء اور مولانا عبدالباقی مشہور عالم تھے، لیکن سب سے زیادہ شہرت مولانا محمد افضل اور ان کے دو شاگردوں ملا محمود جونپوری مصنف شمس بازغہ اور شیخ عبدالرشید جونپوری مصنف مناظرہ رشیدیہ کو ہوئی۔

مولانا محمد افضل اپنے ان دونوں شاگردوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ سعدالدین تفتازانی اور میر سید شریف جرجانی کے بعد سے آج تک ایک شہر میں دو ایسے عالم جمع نہیں ہوئے۔ علامہ آزاد بلگرامی مآثرالکرام میں لکھتے ہیں:

شیخ محمد افضل استاد علامہ می فرمود کہ تا علامہ تفتازانی وجرجانی از عالم رفتہ اند کسے اجتماع دو فاضل بایں فضیلت در یک شہر نشان نہ دادہ، یعنی ملا محمود وشیخ عبدالرشید۔

جس خطۂ زمین میں ماضی قریب میں ایسے ایسے سرآمد روزگار موجود تھے،

وہ خطہ اب ویران نظر آتا ہے، اور ارباب علم وفضل کے آثار تک مٹ رہے ہیں۔

استاد اور شاگرد :-

حکمت وفلسفہ کی مشہور کتاب شمس بازغہ کے مصنف علامہ ملا محمود جونپوری ۱۰۶۲ھ کے شاگردوں میں ملا شیخ محمد صادق بن ملا شمس نور جونپوری ۱۰۶۴ھ رحمہا اللہ بڑے عابد وزاہد اور باخدا بزرگ ہیں۔ اپنے والد ملا شمس نور سے پڑھکر ملا محمود سے فاتحۃ الفراغ پڑھی درس وتدریس اور ارشاد وتلقین کے علاوہ زندگی بھر کوئی شغل نہیں رکھا، چونکہ آدمی موٹے تازے تھے اس لئے حتی الامکان خود امامت نہیں کرتے تھے، اور دوسروں کو امام بناتے تھے، ایک مرتبہ ان کے استاد ملا محمود صاحب ان کے یہاں تشریف لے گئے اور نماز کا وقت ہوا چونکہ ملا محمود کو معلوم تھا کہ ملا محمد صادق امامت نہیں کرتے ہیں اس لئے خود بخود آگے بڑھ گئے۔ مگر ملا محمد صادق نے اپنے استاد کا ہاتھ پکڑکر ان کو پیچھے کردیا۔ اور خود آگے بڑھ کر امامت کی، جب نماز سے فراغت ہوئی تو شاگرد نے استاد کی خدمت میں عرض کیا۔

اگرچہ من تا مقدور امام نمی شوم، الا ایں وقت ایں کہ در کلام حکماء شبہۂ ایمان می دارم بہر ایں نماز خود را ضائع ننمودم،	میں حتی المقدور امامت نہیں کرتا ہوں مگر اس وقت اس لئے امامت کی کہ حکماء اور فلاسفہ کے کلام ومباحث میں ان کے ایمان کا شبہ ہوتا ہے، اس لئے میں نے اپنی نماز ضائع نہیں ہونے دی۔

استاد نے اپنے شاگرد رشید کے اس فعل پر نہایت خوشی اور اطمینان ظاہر فرمایا اور کہا کہ :-

الحمد للہ از شاگردانِ خود یک عالم با عمل و مرد زاہد یافتم۔ [1]	الحمد للہ کہ میں نے اپنے شاگردوں میں ایک کو عالم با عمل اور سچا عابد وزاہد پایا۔

اس واقعہ سے استاد اور شاگرد کے درمیان علمی و دینی نسبت کی استواری و خوشگواری معلوم ہوتی ہے اور استاد اور شاگرد کا یہ ذہن اسی نسبت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو قدیم زمانہ سے شاگردوں کے احترام اور استاد کی شفقت کے ملے جلے جذبات سے پیدا ہوتی ہے، پڑھنے اور پڑھانے کو بازاری سودا بنانا اور پھر سال میں کسی دن یوم مدرسین منا لینا، ایک قسم کی رسم ہے، اس سے استاد اور شاگرد کے درمیان احترام و شفقت کا جذبہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لئے قدیم انداز پر استادی اور شاگردی کی نسبت ضروری ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ:- حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہندستان کے مشہور بزرگوں میں گذرے ہیں، اور مشائخ چشتیہ کے شیخ الشیوخ ہیں، آپ کے والد ماجد غزنی سے ہجرت کر کے لاہور پھر بدایون پہونچے، وہیں خواجہ نظام الدین اولیاء ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بدایون میں پائی۔ پھر دہلی چلے گئے، اور وہیں تعلیم کی تحصیل کی، دہلی میں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے برادر محترم خواجہ نجیب الدین متوکل سے ملاقات ہوئی اور حضرت نظام الدین کے حالات معلوم ہوئے تو ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور ان سے بیعت ہوئے، کئی برس تک مجاہدات و ریاضات کرتے رہے۔ پھر مرشد کے حکم مطابق دہلی چلے گئے اور شہر کے باہر ایک بستی

---

[1] تجلی نور ج ۲ ص ۵۸

غیاث پور کو اپنا مستقر بنایا، جب حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کا آخری وقت آیا تو آپ نے اپنے مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ اور عصا حضرت خواجہ نظام الدین کے پاس بھجوا دیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے مریدوں میں حضرت امیر خسرو، اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اور خواجہ حسن سنجری بہت مشہور ہیں، حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات، فوائد الفواد، افضل الفوائد اور راحت المحبین، کے نام سے موجود ہیں۔

امیر خسرو اپنے مرشد کے وصال کے وقت سلطان محمد تغلق کے ساتھ بنگال میں تھے، اس حادثہ کی خبر سنی تو اپنی ساری جائداد فقراء میں تقسیم کر دی۔ اور ماتمی لباس میں مزار پر حاضر ہوئے۔ چھ ماہ کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا، حضرت امیر خسرو کے کلام میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا جہاں ذکر آتا ہے مرشد سے ان کی بے پناہ عقیدت و محبت ٹپکتی ہے، [1]

حضرت نظام الدین اور ان ہی کی طرح بہت سے اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہمارے ملک میں گذرے ہیں جن کے فیض سے ہمارا ملک مالا مال ہے۔ اور ہر طرف اسلام وایمان اور دین و دیانت کی گرم بازاری ہے۔ اور مسلمانوں کی بستیاں بسی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ بزرگانِ دین نے ہندستان میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بڑی خدمات انجام دی ہیں، ان کے احسان سے امت مسلمہ ہندیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

---

[1] ماخوذ بتصرف

مختارات الاحادیث والحکم النبویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث
کا ایک نہایت جامع اور پُرمغز مجموعہ ہے۔ جسے مصر کے ایک عالم وفاضل اور محدث
شیخ عبدالوہاب عبداللطیف مدرس کلیہ شرعیہ جامع ازہر مصر نے جمع کیا ہے، اور
صحاح وسنن اور معاجم سے احادیث کا انتخاب کیا ہے، محدثین کرام نے اپنے اپنے
ذوق وضرورت کے مطابق ہر دور میں احادیث کے مجموعہ سے انتخاب واختیار کا طریقہ
جاری رکھا ہے۔ کسی نے احکام پر، کسی نے ترغیب وترہیب پر، کسی نے اخلاق وآداب
پر، احادیث کے چھوٹے بڑے مختارات جمع کئے، یہ کتاب بھی اسی طرز کی ہے، اور
موجودہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق اس میں احادیث درج ہیں۔ اور ترتیب بھی نئی ہے
اس کتاب کی قدر وقیمت راقم کے نزدیک اس لئے اور بھی زیادہ ہے کہ اس میں
ہمارے قصبہ کے مشہور عالم ومحدث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ
متوفی ۱۳۵۳ھ کی مشہور کتاب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی سے مصنف نے
استفادہ کیا ہے اور اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے۔

وانفع شروحه التی رجعت الیھا تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری الھندی المتوفی ۱۳۵۳ھ (ص۱۱)

جامع ترمذی کی سب سے زیادہ مفید شرح جس سے میں نے اس کتاب میں استفادہ کیا ہے مبارکپوری ہندی کی کتاب تحفۃ الاحوذی ہے۔

نیز مصنف نے کتاب کی ابتداء میں جن ائمہ ومحدثین کی کتابوں سے
استفادہ کیا ہے، ان کے حالات درج کئے ہیں، چنانچہ مولانا مبارکپوری اور ان کی کتاب

کے بارے میں تفصیل دی ہے اور مولانا مرحوم کی مختصر سوانح عمری یوں درج کی ہے۔

محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن بہادر مبارک پوری ۱۲۸۳ھ میں مبارک پور میں پیدا ہوئے جو ہندستان کے صوبہ یوپی کے ضلع اعظم گڑھ میں بہت بڑی بستی ہے۔ انھوں نے عربی، فارسی، اُردو کی تعلیم حاصل کی۔ اور اپنے قریبی شہروں کا سفر کرکے تحصیل علم کی۔ چنانچہ حسام الدین مئوی، فیض اللہ مئوی اور عبداللہ غازی پوری سے نواب صدیق خاں کے زمانہ پڑھا۔ اس کے بعد سید نذیر دہلوی بہاری، اور حسین بن محسن انصاری خزرجی یمانی سعدی سے حدیث پڑھی، کئی مدرسے جاری کئے۔ اور ان میں خود تعلیم دی، پھر الگ ہوکر تصنیف وتالیف میں یوں منہمک ہوگئے کہ حکومت سعودیہ نے حرم مکی میں حدیث کی تعلیم کے لئے آپ کو مدعو کیا مگر وہاں نہیں گئے، اسی طرح مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں طلب کے باوجود نہ جاسکے۔

ان کا علمی شہرہ دور دور تک پھیلا، ہندستان کے اطراف وجوانب سے اہل علم نے ان کا قصد کیا اور ایک جماعت نے آپ سے نفع اٹھایا۔ آپ کے تلامذہ میں ابوالہدیٰ عبدالسلام مبارکپوری، محمد بن عبدالقادر تقی الدین ہلالی مغربی۔ اور نعمت اللہ بردوانی وغیرہ ہیں۔ علمائے عصر آپ کے علمی تبحر وامامت کا اعتراف کیا یہاں تک کہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی مؤلف غایۃ المقصود شرح سنن ابوداؤد مولانا موصوف سے سنن ابوداؤد کی شرح میں مدد لیتے تھے، اور اس سلسلہ میں مولانا ان کے یہاں چار سال تک مقیم رہے، آپنے جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی چار جلدوں میں تصنیف کی جس کا ایک مقدمہ مستقل کتاب کی صورت میں مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے نام سے تصنیف کیا، انھوں نے اپنی اس شرح میں بڑی تفصیل و توضیح سے کام لیا ہے۔ امام ترمذی نے "وفی الباب" کہہ کر جن احادیث کی طرف اشارہ

کیا ہے، مولانا نے ان احادیث کی تخریج اور نشان دہی کی ہے، نیز امام ترمذی کے مسائل کی تصحیح کی ہے اور مقدمہ میں علم حدیث اور جامع ترمذی سے متعلق بہت سے فوائد ذکر کئے ہیں، حروف تہجی پر رواۃ ترمذی کے حالات لکھے ہیں میں نے اپنی اس کتاب میں ان کی کتاب سے اور اس مقدمہ میں ان کے مقدمہ سے استفادہ کیا ہے ان کتابوں کے علاوہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۳۵۳ھ میں انتقال کیا۔ (منہ)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ آخری دور میں عالم اسلام میں علم حدیث کے امام تھے۔ اور اسلامی دنیا ان کی کتابوں سے استفادہ کرتی ہے، تحفۃ الاحوذی کی عظمت و مقبولیت کا حال یہ ہے کہ پہلی بار ہندستان میں چھپی، پھر مصر میں دس جلدوں میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد بیروت میں آفسیٹ فوٹو کے ذریعہ مع مقدمہ کے پانچ جلدوں میں چھپی، ابھی کل کی بات ہے کہ ہماری بستیوں میں ایسے ایسے اساطین علم ودین موجود تھے، جن کی سادگی، بے تکلفی اور اخلاق کا یہ حال تھا کہ ان کو دیکھ کر یقین نہیں ہوتا تھا کہ یہ اپنے وقت کے امام حدیث ہیں۔ ہم نے اپنے ان بزرگوں کو دیکھا ہے، اسی لئے بڑے بڑے مولوی نظر میں نہیں جچتے ہیں۔ اور ان میں ہمارے لئے کوئی خاص کشش نہیں ہوتی ہے

شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری :- حضرت شیخ مخدوم محمد بن عیسیٰ جونپوری متوفی سنہ ۸۷۰ھ رحمۃ اللہ علیہ فتنہ تیموری

میں دہلی سے جونپور چلے آئے، اس وقت سلطنت شرقیہ جونپور کے تیسرے بادشاہ حضرت سلطان ابراہیم شرقی (سنہ ۸۰۴ھ تا سنہ ۸۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا دور سلطنت جونپور کو دارالعلم، دارالامان، اور دہلی ثانی بنا رہا تھا، شیخ محمد بن عیسیٰ نے شیخ ابو الفتح جونپوری سے حاصل کر کے شیخ فتح اللہ اودھی کی خدمت میں تحصیل کی، اور ان ہی سے

بیعت کی، اور علوم شرعیہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے حاصل کئے، قاضی صاحب نے اسی طالب علم کے لئے اصول بزدوی کی شرح لکھی تھی،

سلطان ابراہیم اور ان کے صاحبزادے سلطان محمود دونوں شیخ محمد بن عیسیٰ سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتے تھے، ایک بار سلطان ابراہیم نے اپنے شاہزادے سے کچھ نقدی اور قیمتی کپڑے خدمت میں پیش کرائے تو قبول نہیں فرمایا۔ اور یہ اشعار پڑھے،

من دلق خود باطلس شاہان نمی دہم : من فقر خود بملک سلیمان نمی دہم
از رنج فقر در دل گنجے کہ یافتم : ایں رنج براحت شاہاں نمی دہم

شیخ محمد بن عیسیٰ نماز جمعہ کے لئے ہمیشہ مخدوریہ کی مسجد خالص مخلص میں تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ سلطان محمود شاہ نے آپ کی پیرانہ سالی اور کمزوری کو دیکھکر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو آپ خانقاہ کے قریب ہی جامع مسجد بنوادوں، آپ نے رضامندی ظاہر کی تو سلطان محمود نے جامع الشرق (بڑی مسجد) کی تعمیر کی ابتدا کی اور سلطان حسین شاہ آخری تاجدار جونپور نے اسے مکمل کرلیا [1]

یہ دو شاہ اور ایک گدا کی داستان اس زمانہ کی ہے جب شاہ اپنے ذہن و مزاج کے اعتبار سے گدا ہوتے تھے، اور گدا اپنے استغنا اور عافیتِ فقر کی وجہ سے شاہ ہوا کرتے تھے،

(باقی آئندہ)

---

[1] تجلی نور ج ۱ ص ۲

چلے ہیں جانبِ ارضِ حرم لرزیدہ لرزیدہ : نظر دزدیدہ دزدیدہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ

سکونِ قلب کی لہر دل میں یہ محسوس ہوتا ہے : کوئی ہے مائلِ لطف و کرم پوشیدہ پوشیدہ

کھنچے آتے ہیں اک وارفتگیِ شوق میں حاجی : بسوئے وادیِ اُمّ السّلم سنجیدہ سنجیدہ

ببولوں کی گھنیری چھاؤں اور وہ خاکی کا بستر : وہ خاص انداز میں مہری بہم خوابیدہ خوابیدہ

جلالت خانۂ کعبہ کی، اور یہ نور کا عالم : نگاہیں پڑ رہی ہیں دمبدم ترسیدہ ترسیدہ

اِدھر اہلِ نظر کی ہیں نگاہیں محوِ نظّارہ : اُدھر وہ پردۂ بیت الحرم جنبیدہ جنبیدہ

عجب افسردگی ہے وقتِ رخصت سب کے چہرے پر : جسے دیکھو وہی با چشمِ نم غم دیدہ غم دیدہ

کہیں ہندی، کہیں مصری، کہیں جاوی، کہیں شامی : کھڑے ہیں اک طرف اہلِ عجم رنجیدہ رنجیدہ

حمید اک خاص کیفیت میں ہے محوِ غزلخوانی

لئے ہاتھوں میں گلبانگِ حرم نازیدہ نازیدہ

(زائرِ حرم حمیدؒ)

تعجب سے مسلم پرسنل لا بورڈ بنا ہے۔ ملک کے تمام حصوں میں کچھ نہ کچھ احساس پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت کے جن ذمہ داروں نے اپنے غلط فیصلوں کو مسلم قوم پر ٹھونسنا چاہا تھا وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ابھی دو ماہ قبل دہلی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی جائزہ کمیٹی میں شرکت کا موقع ملا تھا جس جذبہ اور حوصلہ سے مسائل پر غور کیا جا رہا تھا وہ یقیناً بڑا حوصلہ افزا تھا۔ مگر اس کے حلقہ کار کو محدود کرنے کی جو باتیں ہو رہی تھیں وہ یقیناً مسلم قوم کے لئے پسندیدہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی ہندستان میں پسماندگی، مذہب بیزاری کے جو بھی اسباب ہیں ان میں بڑا سبب تو یہ ہے کہ ہمارے علماء نے رہنمائی کا حق ادا نہیں کیا۔ آج مسلم پرسنل لا کے نام پر الحمد للہ سب مکتب خیال کے لوگ جمع ہیں۔ متفقہ علیہ مسائل میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی علماء کی طرف سے ہوتے رہیں۔ اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت مسلم معاشرہ اور تہذیب کو بہتر سطح پر لانے کی کوشش کی گئی تو مسلمانوں پر علماء امت اور اس بورڈ کا بڑا احسان ہوگا۔

حاجیوں کی باتیں

حجاج کرام کا سفر شروع ہوگیا ہے اور بیت الحرام کے گرد دنیا کے چاروں طرف سے مسلمان عرفات کی حاضری کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ پیدل۔ سوار، موٹر اور ریل کے ذریعہ، سمندروں میں جہازوں کے ذریعہ اور فضا میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ یہ سفر طے کیا جارہا ہے۔ حجاج کے اترنے کے لئے سب سے بڑی بندرگاہ جدہ ہے اور ہوائی مسافروں کے لئے یہیں کا بین الاقوامی ہوائی اڈہ ہے۔ جدہ کی بندرگاہ پر روزانہ کئی جہاز لنگر انداز ہو رہے ہیں اور ہوائی اڈہ تو دن رات مصروف ہے اور حجاج لبیک کی صدائیں بلند کرتے حرم شریف کے گرد جمع ہو رہے ہیں یہ ساری جدوجہد ۹ ذی الحجہ کو عرفات کی حاضری کے لیے ہے کہ اس دن مال اور وقت کی قربانی دیکر جانے والے یہ حجاج اتباع رسول میں حاضر ہوکر حاجی ہو جائیں گے اور ہر طرح خدا کی رحمت کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام عازمین حج کی جدوجہد کو قبول فرمائے۔

حج کرنسی سنہ ۳۵ء کی بات ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین میں حاضر ہونے کی سعادت بخشی تھی، حج کے لیے جہاز کے ذریعہ جانے آنے کا کرایہ تقریباً چار سو روپیہ تھا۔ ہر حاجی کو جہاز میں خرچ کے لیے ۴۲ سو ہندستانی روپئے ساتھ لے جانے کی اجازت تھی اور غالباً ہر دوسرے یا تیسرے سال دو ہزار روپیوں کا ایک ڈرافٹ لے جانے کی اجازت تھی۔ اس وقت ہندستانی روپیوں کی قیمت سعودی ریال سے زیادہ تھی۔ خوب یاد ہے کہ مکہ اور جدہ کے صراف ہندستانی ایک سو روپیہ کے نوٹ کے بدل میں ۱۱۹ اور ۱۲۰ ریال سعودی دیتے تھے۔ اس کو ۴۰ سال کا عرصہ ہوگیا۔ اس دوران میں دنیا بہت سے انقلاب سے یقیناً گذری مگر جو کرنسی کا انقلاب آیا ہے اس پر غور کرنے سے بڑا تعجب ہوتا ہے حجاز لے جانے کے روپیوں پر پابندی لگی حج نوٹ دئے جانے لگے۔ روپیوں کی تعداد مقرر ہو گئی اور یہ گھٹتی بڑھتی رہی۔ اب ۱۹۷۴ء کے حج کے حجاج جا رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے

ہے کہ ہر حاجی کو دو ہزار ہندستانی روپیہ لے جانے کی اجازت ہے۔ یعنی یہ روپیہ اسٹیٹ
بینک کے دفتر میں جمع کئے جائیں جس کے بدل میں جدہ میں نقد کئے جانے کے قابل ۹۰۰
ریال کا ایک ڈرافٹ ملتا ہے بیس سال میں یہ فرق ہو گیا کہ ایک نوٹ کے جہاں ۱۲۰ ریال
ملتے تھے اب صرف ۴۵ ریال سرکاری سطح پر ملتے ہیں۔ یہ اقتصادیات اور مالیات کے
مسائل ہیں جس پر بحث ہم نہیں کر سکتے۔ البتہ ایک عام شخص کے ذہن میں یہ باتیں ایک عظیم بوجھ
اور فکر ہے۔ یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے۔ اب اسکو دیکھیے کہ ہندستان میں غضب کی گرانی نے
معیشت اور گذران معمولی شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ گرانی مہنگائی کی عالمی سطح پر غور کیا
جائے تو ساری دنیا کا یہ حال ہو گیا ہے مہنگائی ایک عذاب بنکر دنیا کے ہر حصے کو گھیرے
ہوئے ہے۔ اسی اعتبار سے سعودی عرب میں بھی ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ کرایہ مکان کا آج سے
پانچ سال قبل جتنا تھا اب دوگنا ہو گیا ہے۔ اناج کپڑا سب مہنگا ہو گیا ہے۔ موجودہ گرانی
میں حاجی نو سو ریال میں محسوس کرے جائیگا۔ حکومت کے ماہرین ہر چیز کا اندازہ لگاتے رہتے ہیں
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہمارے روپے کی قیمت ریال سے بھی زیادہ تھی اس وقت تقریباً ۲½
ہزار روپیہ لے جانے کی اجازت تھی اور آج ہمارے روپیوں کی قیمت ایک تہائی یا کچھ زیادہ
رہ گئی ہے اس وقت نو سو ریال لیکر حج کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ ہم حکومت سے اور
حج کمیٹی سے گذارش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے۔

حاجیوں سے متعلق

ہندستان سے پندرہ ہزار حجاج جاتے تھے۔ اب کی دفعہ حکومت
نے دو ہزار حجاج کا اضافہ کیا ہے۔ ساڑھے پندرہ ہزار حاجی بذریعہ
بحری جہاز اور ڈیڑھ ہزار حاجی بذریعہ جہاز جائیں گے۔ ان حاجیوں کو سفر کرنے میں سہولت
بہم پہنچانے کے لئے حج سوشل ورکرز گروپ کام کرتا ہے جن کو حج کمیٹی جہاز پر جانے کے
لئے پاس جاری کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انجمن خدام النبی جمعیۃ العلماء اکبر الاکی جماعت
خدام الاسلام مدراس حج سروس سوسائٹی بھی کام کرتی ہے۔ اور سب ممکن حد تک
حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ عید کے دوسرے دن حج کمیٹی کے چیرمین جناب احمد زکریا
صاحب نے اس طرح کام کرنے والے تمام ورکروں کو جمع کرکے عید کی مبارکباد پیش کی
اور موسم حج میں حاجیوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دی۔ اس موقع پر آپ نے حاجیوں

سے متعلق چند خاص باتوں کا انکشاف کیا جسکو عام معلومات کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے
(۱) شعودی کے ڈوب جانے کی وجہ سے حاجیوں کی روانگی کی غیر اطمینان بخش صورت پیدا ہوگئی تھی۔ اس میں اب اطمینان کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ محمدی جہاز کو اگرچہ کہ گورنمنٹ نے کنٹراکٹ پہ لیا تھا۔ مگر حج کمیٹی کی مداخلت کی وجہ سے گورنمنٹ نے مغل کو حج لائن میں سفر کرنے کی اجازت دے دی ہے اس طرح یہ مسئلہ بڑا ہلکا ہوگیا ہے
(۲) جنگ کی وجہ سے بڑا فکر ہوگیا تھا کہ حج کے سفر پہ اثر پڑے گا اور حجاج پریشان ہوں گے۔ چنانچہ کرنسی کے لئے عرب سے کسی بینک سے ایکسچینج کے ریٹ بھی نہیں مل رہے تھے جنگ بندی کی وجہ سے یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔
(۳) حکومت نے تدریجاً ہندستانی حاجیوں کے کوٹہ کو ۲۰ ہزار تک کرنا منظور کرلیا ہے آئندہ سال بھی دو ہزار کا اضافہ ہوجائیگا اور یہ اضافہ ہر صوبہ کو آبادی کے اعتبار سے تقسیم کیا جائیگا۔

حاجیوں کو ضروری اطلاع

(۱) امسال حج کا زمانہ سردی میں آئے گا۔ اس لئے گرم کپڑے اپنے ساتھ رکھ لیجئے۔
(۲) جہاز میں ہندستانی روپئے نہیں چلتے ہوٹل میں چائے بسکٹ وغیرہ خریدنے کے لئے جہاز پر جانے سے پہلے مغل لائن سے بیس روپئے کے کوپن خرید لیجئے یہ کوپن واپسی میں بھی کام آئیں گے۔
(۳) حجاز کی خبر ہے کہ وہاں بھی اناج مہنگا ہے۔ کپڑوں کی قیمتیں کافی بڑھ گئی ہیں اس لئے ہر حاجی کو اناج اور دال اپنے ساتھ ضرور لے جانا چاہیے۔

حاجیوں کے جہازوں کی روانگی

سنہ۱۹۶۵ء کے حج کے لئے حاجیوں کا تیسرا جہاز مظفری ۳۰ اکتوبر سنہ۱۹۶۵ء کی رات میں ۱۱ بجے روانہ ہوا۔ جانے والوں میں ۸۹۹ مرد ۴۷۱ عورتیں، ۱۵ لڑکے۔ ۱۲ لڑکیاں چھ اور بچے تھے۔ اور ۴ نومبر کو چوتھا جہاز ایم وی اکبر بھی روانہ ہوا۔ اکبر میں جانے والوں میں

۸۵۱ مرد، ۶۹۸ عورتیں، لڑکے، لڑکیاں ۱۴۰ ننھے بچے، کل ۱۵۶۳ عازمین حج اکبر سے روانہ ہوئے۔ مظفری پر جناب کے، وی، محمد کٹی آف کیرالا کو اور اکبر پر حافظ نعمت اللہ آف دہلی کو امیر الحاج مقرر کیا گیا تاکہ جہاز پر حاجیوں کی خدمت ہو سکے۔

ایم وی اکبر ۹ بجے رات میں روانہ ہوا۔

حج کمیٹی نے ائر انڈیا اور سعودی ائر لائن سے حاجیوں کو لے جانے اور لانے کے سلسلہ میں معاملات طے کر لئے ہیں۔ سعودی ائر لائنز حج سے پہلے حاجیوں کو بمبئی سے جدہ پہونچائے گی اور انڈین ائر لائنز حاجیوں کو حج کے بعد جدہ سے بمبئی واپس لائے گی۔

قرعہ اندازی | ۱۰ نومبر ۸۳ء کو حج کمیٹی کے چیرمین جناب احمد زکریا صاحب ہوائی سفر کے عازمین حج کی قرعہ اندازی کا انتظام انجمن اسلام کے پیر بھائی ہال میں صبح ۱۰ بجے انتظام کیا تھا۔ اس موقع پر جناب ڈاکٹر زکریا صاحب وزیر مہاراشٹر، سعد ہاشمی صاحب حج ڈائرکٹر، اسحٰق سنبھلی، مولانا محمد میاں فاروقی، مولانا اسعد مدنی، حج کمیٹی کے ممبران، حج کمیٹی کے سوشل ورکرز، مختلف انجمنوں اور اسٹیٹ حج کمیٹی کے نمائندے موجود تھے۔ اس تقریب کی صدارت جناب سعد ہاشمی حج ڈائرکٹر نے فرمایا۔ جناب احمد زکریا صاحب چیرمین حج کمیٹی بمبئی نے اپنی استقبالیہ تقریر میں بتایا کہ ہوائی جہاز کے مسافروں کے لیے یہ سال بڑا مبارک ہے ہم امید کرتے ہیں کہ درخواست دینے والے تقریباً تمام حجاج سفر کر سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ حج ہاؤس کے سلسلہ میں ہماری جد و جہد جاری ہے۔ حج ہاؤس کے لئے جس جگہ کی نشاندہی کی گئی۔ وزیر اعظم صاحبہ نے اس سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کا یقین اور امید دلایا ہے۔ اس سلسلہ میں مہاراشٹر کے چیف منسٹر سے بھی بات چیت ہوئی ہے انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ یہ جگہ ڈیولپمینٹ پلان میں نہیں ہے اور کسی مخصوص کے لیے رکھی نہیں گئی ہے تو حج ہاؤس کے لئے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سعد ہاشمی صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں حاجیوں کے کوٹہ بڑھنے اور حکومت کی طرف سے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا ہونے پر اپنے اطمینان کا

اظہار کیا۔ ڈاکٹر رفیق زکریا صاحب وزیر حکومت مہاراشٹر کے درخواست دہندگان کی درخواستوں کی قرعہ اندازی کا افتتاح کیا اور چار لفافوں کے نمبر نکال کر اعلان کر دیا گیا۔

اور آخر میں جناب مولانا اسحٰق سنبھلی صاحب ممبر سنٹرل حج کمیٹی نے شکریہ ادا کیا۔

سیٹوں کی تقسیم امسال مندرجہ ذیل طریقوں پر مختلف صوبوں کے لیے ہوائی جہاز کے سیٹوں کی تقسیم ہوئی:۔

اترپردیش ۲۰۱۔ مغربی بنگال ۱۰۰۔ بہار ۷۵۔ مہاراشٹر ۲۴۷۔ کیرالا ۱۰۰۔ آسام ۱۹۔ آندھرا پردیش ۸۷۔ جموں کشمیر ۷۵۔ میسور ۱۲۴۔ گجرات ۹۵۔ تاملناڈو ۱۰۴۔ مدھیہ پردیش ۲۱۔ راجستھان ۶۰۔ ہریانہ ۵۔ اڑیسہ ۴۔ میگھالیہ ۱۔ دہلی ۱۳۔ پانڈیچری ۲۔ حکومت ہند کی محفوظ نشستیں ۵۰۔

اس کے علاوہ بچوں کو ۱۸ سیٹیں دی گئی ہیں۔ کل پندرہ سو ہیں۔ ویٹنگ لسٹ میں مندرجہ ذیل نشستیں ہیں۔

مہاراشٹر ۱۷۱۔ کیرالا ۱۳۔ گجرات ۹۔ تاملناڈو ۲۱۔ دہلی ۱۷۔ کل ۲۳۱

سنہ ۷۳-۷۴ء کا حج ائیر چارٹر پروگرام

نمبر شمار	دن	تاریخ	بمبئی سے روانگی کا وقت
۱	جمعرات	۱۳؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۹½ بجے
۲	جمعہ	۱۴؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۸½ بجے
۳	شنبہ	۱۵؍ دسمبر ۷۳ء	رات کے ۱۱ بجے
۴	جمعرات	۲۰؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۹½ بجے
۵	جمعہ	۲۱؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۸½ بجے
۶	شنبہ	۲۲؍ دسمبر ۷۳ء	رات کے ۱۱ بجے
۷	اتوار	۲۳؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۱۱½ بجے
۸	جمعرات	۲۷؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۹½ بجے
۹	جمعہ	۲۸؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۸½ بجے
۱۰	شنبہ	۲۹؍ دسمبر ۷۳ء	رات کے ۱۱ بجے
۱۱	اتوار	۳۰؍ دسمبر ۷۳ء	صبح ۱۱½ بجے

انجمن خدام النبیؐ صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱

علی بھائی اینڈ سنس کی جانب سے تمام حجاج کرام کو

حج مبرور و مقبول ہو،

آپ اپنے پکوان بائیکلہ آئیل ڈیپوٹ کے تیلوں ہی میں بنائیے

جو آپ کے پکوان میں لذت بخشے گا،

بائیکلہ آئیل ڈپو

پروپرائٹر: علی بھائی اینڈ سنس، ۶۴۴ - ڈلائل روڈ بمبئی ۲۷

گرام :- ریلیون RELYON

فون :- ۳۳۱۴۶۶
۳۳۳۵۴۵

حج مبرور و مقبول ہو،

ریلائبل روڈویز

ٹرانسپورٹ کنٹراکٹرس

۴۵ - A، محمد علی روڈ بمبئی ۳

حجاج کی خدمت کے لئے۔

روزانہ اندور، اجین، بھوپال، برا گڑھ، رتلام، ساگر، گوالیار، جبل پور، کٹنی، ستنا، ریوا، سدھول ہماری سروس پابندیٔ وقت اور دیانت داری کے ساتھ مال پہونچاتی ہے۔

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپے

فی پرچہ ۴۰ پیسے

TELEGRAM HARAMAIN BOMBY

ہندو پاک سے سالانہ چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

جلد ۲۴ : ماہ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء : شمارہ ۳

عنوان	مضمون نگار	صفحات
شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۱۵ - ۱۶
سیم نامۂ حج، سفر حج کے نئے مسائل میں	محمد مسعود شمیم، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ	۱۷ - ۲۶
مخلوط تعلیم اور اسلام	مختار احمد جاوید بھٹکلی مقیم مکہ مکرمہ	۲۷ - ۳۵
سفر حج کے مشاہدات و تجربات	قاضی حیات النبی مبارکپوری کاتب البلاغ	۳۶ - ۳۸
توفیق الٰہی	حاجی اسد اللہ اسد رحمانی	۳۹ -
یورپ میں ارواح و شیاطین پرستی در جادو	(ماخوذ)	۴۰ - ۴۴
باب الافتاء	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوری	۴۵ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی:- پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نوروجی اسٹریٹ بمبئی ۲ میں چھپوا کر، انجمن خدام النبی، صابو صدیق مسافر خانہ، بمبئی ۱ سے شائع کیا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

۵ ارمارچ کو چہلم کے موقع پر لکھنؤ میں برادر کشی اور شیعہ سنی قتل و غارت لوٹ مار، آتش زنی اور غارت گری کا جو بدترین مظاہرہ کیا گیا ہے، وہ ہندستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا بدترین المیہ ہے، اور اس پر جس قدر ماتم اور حقیقی نفرت کی جائے کم ہے۔ اس حادثہ فاجعہ سے کچھ دنوں پہلے وہاں کے ایک پرانے شیعہ سنی تصادم کے ملزموں اور مجرموں سے مقدمات واپس کرکے ان کو امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ مفسدوں اور قاتلوں نے اسے اپنے حق میں شہ سمجھا اور ایک موقع سے فائدہ اٹھاکر وہ طوفان برپا کیا کہ الاماں والحفیظ،

۲۶ سال سے یہاں کے مسلمان جن مسائل و مصائب میں مسلسل مبتلا رکھے گئے ہیں ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہاں کی سب سے بڑی یہ اقلیت جسے اقلیت کہنا صرف ایک اضافی بات ہے، اپنے معاملات و مسائل کے حل کرنے میں آہنی دیوار بن جاتی اور دینی و ملی اور قومی مفاد کی حفاظت کرکے خود سازی و خود شناسی کا ثبوت دیتی۔ مگر افسوس کہ اس

اس مدت میں بھی مسلمانوں کی تفرقہ بازی نہیں گئی ۔ مزید برآں افسوس یہ ہے کہ کئی ہزار کے جلوس کو باامن رکھنے کا انتظام نہیں کیا گیا اور حکومت کی مشنری اس کے پس منظر نظر انداز کر کے احتیاطی تدابیر سے غافل رہی جس کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ تھوڑی دیر میں شہر کا ایک بڑا علاقہ مقتل اور جہنم بن گیا۔ اور حکومت کے ذرائع خبر پہلے سے سراغ نہ لگا سکے، شاید اسی حقیقت کو چھپانے کے لئے حکمراں حلقہ سے بار بار کہا جاتا ہے کہ اس میں الکشن میں ہاری ہوئی پارٹیوں کا ہاتھ ہے۔ اگر یہ بات ہے بھی تو حکومت اس ہاتھ کو کیوں نہیں پکڑ سکی۔

ان دنوں ہمارے مدارس عربیہ کو دو قسم کے شدید خطرات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جن میں داخلی اور خارجی خطرات سب ہی شامل ہیں۔ ایک طرف حکومت سیکولر پالیسی کے ماتحت ان پر نظر جمارہی ہے اور اقلیتوں کے اداروں اور درسگاہوں پر اپنی کمند ڈالنے کی فکر میں ہے۔ دوسری طرف خود ہمارے مدارس کے ذمہ داران کو بے کیف و کم بنا رہے ہیں، یہ رُخ ہمارے نزدیک مدارس اسلامیہ کے لئے بہت ہی خطرناک اور نہایت ہی مضر ہے، اور داخلی فتنہ خارجی فتنہ سے بڑھا ہوا ہے، اس سلسلہ میں بارہا ہم نے ان کالموں میں تند و تیز لہجہ میں بات کی ہے، اور اپنے گھر کی بات گول گول کہی ہے۔

اطمینان اور خوشی کی بات ہے کہ مدرسوں کا ایک طبقہ اس صورت حال کی نزاکت سے واقف ہو کر اصلاحی اقدام کرنے لگا ہے، جس میں "بزرگوں" سے زیادہ اسکے خدام پیش پیش ہیں۔ کوٹھاری کمیشن کی سفارشوں کے خلاف کئی عربی و اسلامی مدارس نے

احتجاجی جلسے کئے اور قراردادیں پاس کیں، مگر ان کی اندرونی خرابیوں پر توجہ بہت کم کی، البتہ غازی پور میں ۲۴ مارچ کو اس سلسلہ میں جو اجلاس ہوا وہ اس اعتبار سے بہت اہم اور مفید رہا کہ اس میں صرف کوٹھاری کمیشن کے خلاف بے اطمینانی کا اظہار نہیں کیا گیا بلکہ مدرسوں میں ہونے والی خامیوں کی طرف بھی توجہ کی گئی. بنارس کمشنری کے اضلاع بنارس، جونپور، غازی پور اور بلیا کے ۳۰ مدارس اسلامیہ کے ناظم اور صدر مدرس اسمیں شریک ہوئے تھے، جبکہ انتظام مدرسہ دینیہ غازی پور کے جواں عمر و حساس ناظم عزیز گرامی مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی کی دعوت پر اسی مدرسہ میں ہوا. صدارت راقم الحروف کی تھی، الحمد للہ کہ وہم و گمان سے زیادہ کامیابی ہوئی. اور ان مدارس کے نظماء و صدور نے نہایت وسعت قلبی اور حوصلہ مندی سے مدرسوں کی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کا عزم کیا. یعنی یہ ہے کہ ہر مدرسہ اپنا نصاب چلانے کے بجائے اپنے مرکز کے نصاب کے مطابق تعلیم دے تاکہ آگے چل کر طلبہ کو وہاں داخلے میں آسانی ہو، چار جماعت اور اس کے اوپر کے امتحانات اجتماعی طور پر ہوں اور ممبران پر مشتمل کمیٹی پرچے تیار کرے. اور اس کی نگرانی میں ہر مدرسہ کے طالب علم امتحان دیں. ہر مدرسہ میں اونچی تعلیم اور دورۂ حدیث نہ ہو کہ جہاں دو چار طالب علم مل گئے اونچی جماعت کھول دی جائے. اور درمیان سال میں اگر کوئی طالب علم کسی مدرسہ سے نکل کر دوسرے مدرسہ میں جانا چاہے تو بغیر تحقیق حال کے اس کا داخلہ نہ کیا جائے. مدرسوں کے ممبران پر مشتمل ایک ذمہ دار کمیٹی ہو جو وقتاً فوقتاً مختلف مدارس میں اپنے اجتماعات کرے اور احتساب کے طور پر اپنے حلقہ کے مدرسوں کے امور و معاملات کی نگرانی کرے. طلبہ اور اساتذہ کے اخلاق و عادات پر نظر رکھے اور اخلاقی و تعلیمی ماحول کو زیادہ سے زیادہ صاف ستھرا اور کامیاب بامراد بنائے ہے کہ ایک عام کمیٹی کی تشکیل ہو چکی ہے خدا کرے یہ اقدام کامیاب ہو اور دوسرے مدارس اسمیں سبق لیں۔ [illegible]

مُطالِعاتُ و تَعلِیقاتُ

از قاضی اطہر مبارکپوری

اجازت طلبی کا اسلامی طریقہ:- حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بنو عامر کے ایک آدمی نے ہم سے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دید و زیارت کی نیت سے حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپ سے اجازت چاہی اور ان الفاظ میں اجازت مانگی "کیا میں چلا آؤں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے یہ آواز سنی تو خادم سے فرمایا کہ جاؤ اور اس آدمی کو استیذان (طلب اذن) کا سلیقہ سکھا دو اور کہو کہ وہ یوں کہے "السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں" چنانچہ اس آدمی نے آپ کے ان الفاظ کو سن لیا اور بغیر سکھائے بتائے یوں اجازت طلب کی۔

"السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً اجازت دیدی اور وہ اندر داخل ہو گیا [1]

اسلام نے صرف عقائد و عبادات کے ذریعہ انسانوں کو بامقصد انسان نہیں بنایا بلکہ اخلاق و عادات اور آداب و اطوار بھی ان کو سکھائے ہیں اور اپنی تعلیمات سے اسے ایسا لطیف و سنجیدہ اور باوقار معاشرہ دیا ہے جس میں معمولی معمولی باتوں پر دھیان دے کر انسان کو ہر اعتبار سے کامل و مکمل بنایا گیا ہے۔ اس کے طور طریقہ رہن سہن، بول بات، چال ڈھال، میل جول، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ لطافت و نظافت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے، اور کہیں سے اس کی ذات میں کوئی کسر نہیں ہے، جو لوگ دوسری تہذیبوں اور تمدنوں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں ان میں اگر ذوق ہے تو وہ اسلامی تہذیب و تمدن کو سیکھ کر اس پر دل نچھاور کریں۔

اسلام میں استیذان یعنی کسی سے ملنے جلنے کے لئے اجازت طلب کرنا اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے ضروری قرار دیا ہے۔ اور اس کا طریقہ بھی خود اسلام نے بتایا ہے کسی کے یہاں ملنے جاؤ تو اندر جانے سے پہلے اجازت طلب کرو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذرا آواز سے السّلام علیکم کہکر کہو کہ کیا میں آسکتا ہوں؟ اگر اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو میں میں نہ کرو بلکہ صاف اور مشہور نام لیکر اپنا پورا تعارف کراؤ، اگر پہلی بار جواب نہ ملے تو دوسری بار اسی طرح کرو اگر دوسری بار بھی جواب نہ ملے تو تیسری بار ایسا ہی کرو۔ اگر اس بار بھی جواب نہ ملے تو پھر واپس چلے جاؤ، دل میں برا نہ مانو اور سمجھ لو کہ صاحب خانہ یا تو موجود نہیں ہے یا پھر کسی اہم مصروفیت میں مبتلا ہے، مسلمان

---

[1] رواہ ابوداؤد

اتنا بد اخلاق اور بد احساس نہیں ہوتا ہے کہ کوئی بھائی دروازہ پر آواز دے اور بار بار سن کر خاموش رہے۔

آج لوگ ملنے ملانے جاتے ہیں تو بیل بجاتے ہیں، کارڈ بھجواتے ہیں، زنجیر کھٹکھٹاتے ہیں، نام لیکر آواز دیتے ہیں، یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر دروازہ پر جاکر اندر والوں کو سلام نہیں کرتے ہیں اور اسلامی طریقہ سے اجازت طلبی پر عمل نہیں کرتے، عادات و اطوار میں اسلامی احکام کو برتنا چاہیئے۔ یہ بھی دین ہے، اسکی تعلیم و تبلیغ بھی ضروری ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو احیاء سنت کا ثواب ملے گا۔

مسلمان بیٹے کے کافر والدین :-

ایک صحابیہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا اور عرض کیا کہ میری مشرکہ ماں آئی ہے اور وہ مجھ سے کچھ چاہتی ہے کیا میں اپنی اس ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کا معاملہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ [1]

اسلام میں صلۂ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور قرابت کے ملائے رکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ پھر والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور سلوک کی بے حد تاکید کی گئی ہے، اگرچہ والدین یا ان میں سے کوئی ایک کافر ہو، کیونکہ والدین بہرحال والدین ہیں اور ان کے حقوق اولاد پر ہیں، مذہبی اختلاف اپنی جگہ مسلم ہے مگر انسانیت کا رشتہ تو بہرحال باقی ہے اور خون کا رشتہ کام کر رہا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیہ کو حکم دیا کہ وہ کافرہ مشرکہ ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور اچھی

---

[1] بخاری و مسلم

بیٹی ہونے کا ثبوت دے۔ علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہوجائے اور اسے بلادِ کفر سے دین و ایمان لیکر بلادِ اسلام میں ہجرت کی باری آئے اور اسکے والدین زندہ ہوں اور ان کی پرورش کرنے والا کوئی نہ ہو تو ان کافر والدین کو بھی اپنے ساتھ ان کا مسلمان بیٹا دار الاسلام میں لیجائے اور وہاں ان کو رکھکر پرورش کرے اور ان کے حقوق ادا کرے۔ اسلام میں انسانیت کا بڑا احترام کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

تعلقات کا احترام :-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں اپنی سواری پر جا رہے تھے کہ ایک اعرابی اور دیہاتی سے ان کی ملاقات ہوئی انھوں نے خود اس کو سلام کیا اور اس کو اپنے ساتھ سوار کرلیا بلکہ اپنا عمامہ بھی سر سے اتار کر اسے دیدیا، اس وقت عبداللہ بن دینار موجود تھے، انھوں نے کہا کہ

اصلحك الله انهم الاعراب وهم يرضون باليسير۔ — حضرت! یہ دیہاتی لوگ ہیں اور تھوڑے پر راضی ہوجاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کا اس دیہاتی کے ساتھ اتنا زیادہ سلوک کرنا کچھ زیادہ مناسب نہیں ہے، معمولی طور سے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کافی ہے، گاؤں کے لوگ معمولی اخلاق سے خوش ہوجاتے ہیں اور ان کی سادگی کو اطمینان ہوجاتا ہے۔ یہ سنکر حضرت عبداللہ نے اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے اس دیہاتی کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ان ابا هذا كان ودًّا لعمر بن الخطاب رضي الله عنه وانى سمعت — اس دیہاتی کا باپ میرے والد عمر بن خطاب کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان ابر البر ان یصل الرجل ودّ ابیہ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

یہ واقعہ حدیث کی مختلف کتابوں میں درج ہے ہم نے خطیب بغدادی کی کتاب موضح اوہام الجمع والتفریق (ج ۲ ص ۲۳۴) سے نقل کیا ہے۔

حسن عہد ایمان میں سے ہے یعنی لوگوں سے پرانے تعلقات کو قائم رکھنا اور پرانی راہ و رسم جاری رکھنا مومن کے کردار کا بہترین مظہر ہے، اور مسلمانوں کے لئے اس میں بڑی خیر و برکت ہے اور یہ عام مسلمانوں بلکہ عام انسانوں سے تعلق کی برقراری و استواری کی بات ہے۔ اپنے خویش و اقارب سے تعلق رکھنا اور صلہ رحمی کرنا اس سے زیادہ ضروری اور باعث خیر و برکت ہے۔ اپنے رشتہ داروں سے تعلق رکھنا عمر میں درازی و زیادتی کا باعث بھی ہے اور اس سے اجتماعی و معاشرتی زندگی میں بڑی خوبی پیدا ہوتی ہے۔

قبولیت کی گھڑی

یقیناً تمام راتیں اور تمام دن ایک قسم کے ہیں یعنی انہیں کوئی خراب نہیں ہیں۔ مگر بعض سے بعض افضل ہیں۔ بلکہ دنوں اور راتوں کے اوقات میں بعض سے بعض افضل ہیں اور دوسرے اوقات کے مقابلہ میں ان میں افضلیت ہے اور ان میں نیک اعمال کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، دعا کی مقبولیت ہوتی ہے۔ اور ان میں دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں مسلمان دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس نیک امر کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکی دُعا کو قبول فرمائے گا۔ اور یہ گھڑی سال کی سب راتوں میں ہوتی ہے۔"[1]

لوگ دوسروں سے دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اپنے حق میں دعا کریں تو زیادہ قبولیت کی توقع ہے کیونکہ جو شخص پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے اس میں عجز و انکساری زیادہ ہوتی ہے اور وہ حضوری قلب کی گہرائی سے دعا کرتا ہے، پس دوسروں سے دعا کی درخواست کرنے کے بجائے خود دعا کرنا زیادہ بہتر ہے، صاحب معاملہ جس انداز میں اپنے معروضات پیش کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا، ایسے لوگوں کو کسی بھی رات میں دعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہر رات میں ایک ساعت قبولیت کی رکھی گئی ہے جس میں بندے کی دینی اور دنیاوی بھلائی کی دعا سنی جاتی ہے، جس کو طلب ہو وہ رات بھر میں اس ساعت کو تلاش کرے یعنی پوری رات دعا کرے اور اس یقین و عزیمت سے دعا کرے کہ معلوم نہیں کس ساعت میں مقبولیت ہو جائے۔ اس طرح اگر بندہ ایک رات عبدیت و بندگی کا مظاہرہ کرے گا تو ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔

عادت کا غلبہ :- علم و عمل کے اعتبار سے اسلام میں جو ہستیاں بہت ہی ممتاز گزری ہیں ان میں حضرت شیخ امام علی بن ابراہیم ابو الحسن صوفی حصری ہیں۔ ان کی وفات بغداد میں ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ عمر اسی سال سے زائد کی تھی۔

---

[1] مسلم شریف

حضرت ابوالحسن صوفی مصری اتنے زبردست بزرگ تھے کہ حضرت شبلیؒ بغدادی بھی ان سے روایت کرتے تھے اور ان کے قول سے سند پکڑتے تھے آپ کے ملفوظات و اقوال کو شائخ عظام سے مدوّن فرمایا ہے، آپ بغداد میں اپنے وقت کے شیخ کل تھے، عبادت و مجاہدہ میں مشہور تھے، حسن مشاہدہ اور کیفیات و احوال میں آپ اپنے زمانہ میں منفرد تھے۔ صرف جمعہ جمعہ اپنے مکان سے باہر نکلتے تھے، اس کے علاوہ کبھی باہر نہ آتے تھے، آپ کا قول ہے۔

کل من کان له غالب کانت غفلاته موقعة إلى ذلك الغالب. وكان غالبي في بدايتي قراءة القرآن فكنت اجهد أن لا اقرأ، وكنت اذا غفلت فاقرأ ثلاثين اٰية اربعين اٰية. فاذا ذكرت سكتُّ واذا غفلت قرأته. وكانت هذه حالي له	جس آدمی پر جو عادت غالب ہوتی ہے غفلت میں اور غیر شعوری طور پر بھی اسی عادت کا صدور ہوتا ہے، چنانچہ میری غالب عادت ابتدا میں قرآن پڑھنے کی تھی، اور میں بعض اوقات کوشش کرتا تھا کہ نہ پڑھوں مگر غفلت میں تیس تیس چالیس چالیس آیتیں پڑھ جاتا تھا۔ اور یاد پڑتا تو خاموش ہو جاتا۔ اور غافل رہتا تو پڑھا کرتا تھا، یہ تو خود میرا حال تھا۔

مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں انسان جیسی عادت ڈالتا ہے اور جیسی حالت اس پر طاری اور غالب ہو جاتی ہے، اس کا ظہور نادانستہ اور غیر شعوری طور پر ہوتا رہتا ہے

لہ تاریخ بغداد ج۱۱ ص۳۴۳

اور ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے ادا ہوتا رہتا ہے، اور اس کے لئے کسی قسم کے تکلف کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی حتیٰ کہ کبھی اگر وہ کام نہ کرنا چاہے تب بھی ہو جاتا ہے، اس پر حضرت ابوالحسن صوفی نے خود اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میں جب قرآن نہ پڑھنا چاہتا تھا تب بھی تیس تیس چالیس چالیس آیات تک پڑھ جاتا تھا اور جب یاد آجاتا کہ اس وقت میں قرآن پڑھنا نہیں چاہتا تھا تو خاموش ہو جاتا۔ یہ تو اچھی عادت کے شعوری اور غیر شعوری طور سے صدور کا حال تھا۔

اسی طرح بری عادت بھی جب غالب آجاتی ہے تو آدمی اسے چھوڑنا بھی چاہے تو نہیں چھوٹتی اور بڑی مشکل پڑتی ہے، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی اپنی فطرت اور طبیعت سے باز نہیں آتا، لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم ابتدا ہی اپنے اندر اور اپنے بال بچوں کے لئے نیکی کا ملکہ پیدا کریں۔

حال میں مستقل کا خیال :- تم کسی حال میں ہو اپنے مستقل سے بے فکر مت رہو خاص طور سے خوشگوار حالات میں پڑ کر اور اچھے اوقات پاکر یہ نہ سمجھو کہ بس اب زندگی بڑی پر لطف اور پر کیف گذرے گی، اور کبھی برے دن دیکھنے نہیں پڑیں گے، بلکہ ہمیشہ اس حقیقت پر زندگی بسر کرو کہ صاف ستھرے حالات کے پردے میں برے حالات موجود ہیں، معلوم نہیں کب اور کس وقت کیا صورت حال پیدا ہو۔ اسی کو عارف حقیقت حضرت ابوالحسن صوفی حصری بیان فرماتے ہیں،

لا یغرنکم صفاء الاوقات فان تحتہا آفات [۱]

تم لوگوں کو زمانہ کی خوشگواری دھوکہ میں نہ رکھے کیونکہ اس کے پردے میں

---

[۱] تاریخ بغداد صہ ۲

بہت سی پریشانیاں ہیں

مطلب یہ ہے کہ موجودہ حال کی خوشگواری پر ریجھ کر مستقبل سے بے فکر ہو جانا اور اطمینان وسکون کو غفلت ولاپرواہی کے سپرد کر کے اپنے کو مستقبل سے بالکل الگ کر لینا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔

تم روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ کتنے ہی کھاتے پیتے خوش حال، فارغ البال، دولت کے نشہ میں چور، فخر وغرور کے پتلے، اور غفلت وبے پروائی کے غمکار دانے دانے کے محتاج ہوتے رہتے ہیں اور ناگواری ونخوست میں اس طرح گرفتار ہو جاتے ہیں کہ ان کا سارا نشہ چور ہو کر رہ جاتا ہے۔

ان مشاہدات وحقائق کو دیکھنے کے بعد بھی اگر تم آنکھیں بند کئے حال کے ساتھ مستقبل کو بھی تابناک وخوشگوار سمجھتے ہو تو یہ تمہارا قصور ہے، اور اس کائنات کے نظام میں رہنے کے بعد اس سے لاعلمی ہے۔

مفت خوری :- چلتے چلاتے حضرت ابوالحسن صوفی حصری کی ایک اور بات سنتے جاؤ، فرماتے ہیں

ولا یغرنکم العطاء فان العطاء عند اھل الصفاء مقت۔

تم لوگوں کو عطیہ دھوکہ میں نہ رکھے کیوں کہ عطیہ پاک باطن لوگوں کے نزدیک ناراضگی کی چیز ہے۔

یعنی دوستی اور تعلقات میں اپنے دوستوں سے عطیات وہدایا کے نام پر روپیہ پیسہ حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، اور لوگوں کے ساتھ اس طرح نہ رہو کہ وہ تم کو

لہ تاریخ بغداد ۳۵۲

اپنے عطیات کا محتاج سمجھیں، اور اگر تم کو کہیں سے وظیفہ ملتا ہے اور ماہوار وظیفہ مقرر ہے یعنی کسی شخص یا حکومت کی طرف سے تمہاری امداد ہوتی ہے تو تم اسے رضا و رغبت کے ساتھ مت حاصل کرو، اور یہ نہ سمجھو کہ یہ عزت و شرافت کی دلیل ہے۔ مفت خوری بہر حال مفت خوری ہے، جسے پاک فطرت، شریف طبیعت اور احساس لطیف رکھنے والے کبھی پسند نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے ہاتھ کی آزادی سے کمائی ہوئی ایک خشک روٹی کو خوشامد و ذلت اور خوف و خطر کے حلوے سے بہتر سمجھتے ہیں، اور ان کے نزدیک ایسے لوگ زیادہ محترم ہیں جو اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتے کھاتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس میں وہ وظیفہ نہیں آتا جو خلافت کی طرف سے مجاہدوں اور عام لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ یہ تو درحقیقت ان حضرات کا حق ہوتا ہے جو خلافت کے واسطے سے ان کو ملتا ہے،

حضرت ابوالحسن مصری ایسے عطیات کے بارے میں یہ بات بیان فرمارہے ہیں جو کسی آدمی کو کسی خصوصیت یا خوشامد کی وجہ سے ملتے ہیں، یا کوئی مالدار کسی آدمی کو صرف اسے خوش کرنے یا اس سے کام لینے کے لئے دیتا ہے۔

علم اور دولت:- حضرت لیث بن سعد مصری ۱۷۵ھ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے امام حدیث و فقہ ہیں؛ اہل مصر کے فقیہ ہیں۔ خالد بن ثابت فہمی کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ زبردست عالم و فقیہ اور امام علوم اسلامیہ ہونے کے ساتھ بہت مالدار آدمی تھے، آپکی جائداد کی سالانہ آمدنی پانچ ہزار دینار تھی، اس کے علاوہ جاگیروں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ الگ تھی۔

آپ چونکہ زبردست عالم دین تھے اس لئے اہل علم کی بڑی قدر کرتے تھے،

اور واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب علم ہی دوسرے صاحب علم کی حقیقی قدر کر سکتا ہے۔

وکان یطعم اصحاب الحدیث	آپ محدثین کو فالودہ پیش کرتے تو اس میں
الفالوذج ویطرح فیہ الدنانیر	دینار ڈالدیا کرتے تھے اور بہت زیادہ
وکان جوادا سریا۔	سخاوت کرتے تھے۔

فقیہ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ میں ایک امام لیث بن سعد کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک ہزار دینار نقد عطا فرمایا اور ساتھ ہی یہ کہا

صن بھذہ الدنانیر الحکمۃ التی	ان دنانیر سے آپ اپنے علم وحکمت کی
آتاک اللہ لہ	نگرانی کریں جیسے اللہ تعالٰے نے آپ کو دیا ہے

حضرت امام لیث بن سعد مصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ کہکر ثابت فرمایا کہ اہل علم وفضل کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ وہ اپنے علم وحکمت کی حفاظت کریں، اور اسے دنیا داروں کے سامنے ذلیل وخوار نہ ہونے دیں۔ اہل علم کو معاشی فراغت چاہیئے تاکہ وہ اپنے علم دین کو اہل دنیا سے بچا سکیں، اس سے معلوم ہوا کہ علم کی عزت وبرتری کے لئے کچھ دولت کی بھی ضرورت ہے، اور ہمارے اسلاف علماء ہوں یا مالدار اس حقیقت کو سمجھتے تھے۔

بسیار خوری کی بیماریاں :-

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک آدمی جوارش لایا آپنے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ دوا کھانے کو ہضم کرتی ہے، آپنے فرمایا مہینے مہینے تک میں شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتا ہوں، پھر اس دوا کو لیکر کیا کروں گا؟ لہ

لہ کتاب الذخائر والتحف ص۱۲۱ لہ طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۱۷

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جو بغیر بھوک کے کھانا کھاتے نہیں اور جب کھاتے ہیں تو شکم سیر ہونے سے پہلے ہی کھانا بند کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس طرح شکم پُر کا نہیں کرتے کہ معدے میں ہضم کا معاملہ بگڑ جائے اور جوارش وغیرہ کی ضرورت پڑے، جو لوگ کھانے پینے میں احتیاط کرتے ہیں اور عمدہ عمدہ غذائیں ناک تک نہیں ٹھونستے ہیں وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آخر تک ان کی تندرستی قائم رہتی ہے۔

باغ اور پھل کی فروختگی :-

آم وغیرہ کے باغات یا دوسرے پھلوں کے باغ کی خرید و فروخت میں شرعی اعتبار سے بعض اوقات قباحت ہوتی ہے اور معاملہ ناجائز ہو جاتا ہے، مثلاً کبھی آم کا باغ ایسی حالت میں خریدا کہ ابھی اس میں پھل نہیں آیا ہے یا بَور وغیرہ لگ گیا ہے مگر ابتک پھلوں کی مقدار و کیفیت کا اندازہ نہیں ہوا جسے فقہاء کی اصطلاح میں بدوِ صلاح کہتے ہیں ایسی صورت میں چونکہ خریدی جانیوالی شے موجود یا معلوم نہیں ہے اس لئے یہ بیع جائز ہے کیونکہ بیع یعنی خرید و فروخت کے صحیح ہونے کے لئے قیمت اور شے دونوں کا موجود اور ظاہر ہونا ضروری ہے، ان میں سے اگر کوئی چیز مجہول ہوگی تو بیع جائز نہیں ہوگی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے باغات کی خرید و فروخت سلسلے میں جواز کی شکل بہت ہی جامع اور مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمادی ہے کہ جو لوگ پھل آنے سے پہلے باغ فروخت کر چکے ہیں، اب پھل آنے کے بعد دو جملے کہدیں تو اصلاح ہو جائیگی، بایع یہ کہدے کہ میں قیمت معلومہ پر باغ کا پھل بیچتا ہوں، اور مشتری یہ کہدے کہ میں خریدتا ہوں[۱]، یعنی جب باغ میں باقاعدہ پھل آجائے اور خریدی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے تو پہلا صفقہ اور معاملہ دوہرا لیا جائے، یہ گویا خرید و فروخت کا نیا معاملہ ہے جس میں اب قیمت اور شے دونوں معلوم و موجود ہیں

[۱] کمالات اشرفیہ ص۱۱۵

مہمان نامۂ حج
سفرِ حج کے ساتھ میں

الشیخ محمد مسعود شمیم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

(۲)

۱۱۔ مہمان اور میزبان :- ہماری ہر حرکت و عمل کی بنیاد نیت پر ہے۔ اس لئے حج کی نیت اور ارادے سے روانگی کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ ہماری پرانی تہذیب اور اسلامی زندگی میں مہمان داری کا ایک خاص معیار تھا اور مہمان کی خاطر و مدارات کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مگر اس خود غرضی اور مطلب پرستی کے زمانہ اور نمائشی دور میں جب کہ معاشرت اور اسلامی اصولِ حیات پر دو دیہ (؟) امر کی پابندیاں بڑھتی جا رہی ہیں، مہمان کا مفہوم اور مہمان نوازی کا جذبہ موجودہ "ادھ کچری" نسل میں ختم ہو رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی لاانتہا رحمتوں اور نعمتوں میں سے اپنے محبوب اور مقبول بندوں کی مہمان داری و قدر افزائی کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور

ہمیشہ رہے گا۔

آپ گھر سے چل کر اب حدودِ حرم محترم تک پہونچے اس لئے مہمان کی حیثیت سے جو شرائط اور پابندیاں آپ پر عائد ہوتی ہیں پوری طرح ان کا لحاظ رکھیئے تاکہ میزبان کے گوناگوں الطاف و احسانات، اس کی کرم نوازی اور رحمتوں کے آپ مستحق ثابت ہوں آپ اگر حج کے ارادے اور نیت سے چلے ہیں تو اپنے اخلاق و کردار اور طرزِ عمل سے اپنے آپ کو عملی طور پر ایک قابلِ قدر، باعزت و باوقار "حاجی" ثابت کرنے کی کوشش کیجئے، دوسروں پر اسکا احسان نہ رکھیئے کہ آپ حاجی ہیں، یا حج کے لئے جارہے ہیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیجئے کہ ہر شخص آپ کی خدمت و عزت افزائی کرے، خودنمائی اور مخدوم بننے کا جذبہ آپ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ مہمان بننے کی قابلیت پیدا کیجئے تاکہ میزبان کی نظرِ عنایت آپ کے حال پر مبذول رہے۔

۲۔ مسجدِ حرم محترم:- یہ دنیا کی سب سے زیادہ باعظمت و پرجلال مسجد ہے جس کے درمیان میں کعبۂ معظمہ قائم ہے۔ خدا کے اس پاک اور مقدس گھر کے ساتھ اس کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر حالات میں آدابِ مسجدِ حرم محترم کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ ہر مسجد کا احترام شرعاً ضروری ہے تو پھر بیت اللہ کی اس مسجد کی خصوصیات اور تعظیم کا پورا حق ادا کرنا چاہیئے، اس حقیقت سے بے خبری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ پاک و ہند میں ہر مسجد مسافر کا گھر ہے۔ اسی طرح وہ خدا کے گھر کو بھی "خانۂ بے تکلف" سمجھتے ہیں، ان حجاج کی لاپرواہی اور بے ادبی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ جو گستاخ، جاہل اور بے ادب ہیں ان کو نہ دیکھئے، ان کی نقل نہ اتاریئے اپنی اصلاح کیجئے، اور ہر وقت دل و دماغ کو محبت و عقیدت کے جذبات سے آباد رکھیئے، اس

چند روزہ قیام حرم محترم کا نعم البدل ملنا مشکل ہے، اس لئے کعبہ کے زیرِ سایہ اور مسجدِ حرم تلاوت قرآن پاک، طواف، دعا، درود اور استغفار میں مشغول رہئے۔ کعبۂ معظمہ کو توجہ اور عقیدت سے دیکھتے رہنا ہی ایک لطیف روحانی لذت ہے، اپنے اس قیمتی وقت کو دوسروں کی غلط بیانی اور ہر قسم کی فضول اور لاحاصل باتوں سے بچائیے، اور اپنے رفقاء کو بھی ان باتوں سے بچنے کی ہدایت و نصیحت کرتے رہئے۔

۱۲۔ مطاف:- کعبہ کے چاروں طرف وہ محدود جگہ ہے جہاں طواف کیا جاتا ہے اس کو "مطاف" (طواف کی جگہ) کہتے ہیں، حج کے زمانے میں یہاں طواف کرنے والوں کے ہجوم و اژدہام میں یہ خوش نصیب بندے کعبہ شریف کے چاروں طرف اور کعبہ کے دروازہ پر اپنی تقصیر اور گناہوں کی معافی اور اس کی رحمت و مغفرت کے طلبگار بن کر آئے ہیں۔ اس بھیڑ میں کوئی قیمتی چیز، کمر یا بیگ میں روپیہ، ہاتھ یا جیب میں گھڑی وغیرہ اپنے ساتھ نہ رکھیئے۔ ہزاروں حجاج کے بیک وقت اس ہجوم و اجتماع میں نگرانی آسان کام نہیں، حجاج کا فرض ہے کہ وہ احتیاط سے کام لیں۔

یاد رکھیئے کہ گرمی اور دھوپ میں کبھی طواف نہ کیجئے، خدانخواستہ لُو لگنے یا بخار وغیرہ کی تکلیف سے طبیعت کمزور ہو گئی، اور اعتدال پر نہ آسکی تو آئندہ لطفِ عبادت حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے ہر وقت اپنی صحت کا خیال رکھیئے۔ طوافِ کعبہ کی حالت میں سکون و اطمینان، عجز و انکساری، ادب و احترام کا پوری طرح لحاظ رکھیئے، طواف کی حالت میں بھاگنا دوڑنا، چھتری لگانا، آپس میں باتیں کرنا، ننگے سر یا صرف بنیائن اور لنگی میں طواف کرنا، جراب یا سلے ہوئے پائتابہ کے علاوہ ربڑ یا چمڑے کا سلیپر یا جوتا

پہننا سخت بے ادبی ہے، دوسروں کو نہ دیکھئے، اپنی اصلاح کی فکر کیجئے! اور باادب رہنے کی کوشش کیجئے۔

۱۴۔ مَسعیٰ:- صفا اور مروہ کے درمیان جس جگہ آپ سعی کرتے ہیں، اس کا نام مسعیٰ ہے۔ (سعی کرنے کی جگہ) سعی کے سات چکر اوسطاً تقریباً پینتالیس منٹ میں پورے ہوتے ہیں۔ سعی کے ذریعہ آپ کو چلتے پھرتے دعا اور ذکر الٰہی کی مشق کرائی جاتی ہے تاکہ ہر حالت میں آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کے عادی ہو جائیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سعی صرف اس مسافت کو کسی نہ کسی طرح طے کرنا سمجھ لیا گیا ہے اور سعی کے دوران میں ہر قسم کی باتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، حالانکہ حضرت اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ کی صفا و مروہ کے درمیان آمد و رفت، ان کی بے تابی، بے قراری۔ اور اپنے اللہ سے ایک خاص تعلق کی اس یادگار کو قائم رکھنے، اور تلاش حق و تکمیل معرفت کے لئے تگ و دو کی مشق کرائی جاتی ہے، جس چیز پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا آپ کو بھی اس سنت اور حکم خداوندی کی پابندی اور پیروی کی ہدایت کی گئی ہے۔

۱۵۔ مُلتَزَم:- جن مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے ان میں حجر اسود اور کعبہ کے دروازہ کا درمیانی حصہ بھی ایک خاص جگہ ہے جس کو ملتزم کہتے ہیں، عام طور پر یہاں حج کے زمانہ میں ہر وقت اپنی التجائیں پیش کرنے اور عجز و نیاز سے دعا کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے، جو حجاج پہلے یا آخری جہازوں سے آتے ہیں ان کو ملتزم پر دل کھول کر دعا کرنے کا موقع اور وقت ملتا رہتا ہے، مگر ہوائی جہاز کے حجاج ان خاص مواقع سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہ ازدحام کے زمانے میں آتے ہیں اور اسی ہجوم میں

رل مل کر نکل جاتے ہیں۔ ملتزم اجابتِ دعا کا خاص مقام ہے۔

۱۶۔ ماءِ زم زم (آبِ زم زم):۔ اس بے آب وگیاہ اور سنگلاخ زمین کو منتخب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو حکم دیا گیا کہ یہاں

ہمارے بندوں کے لئے ایک عبادت گاہ بناؤ تاکہ دنیا میں ہماری عظمت و توحید کا نام بلند ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر کسی جگہ کی آبادی، چہل پہل اور رونق پانی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

اس ویران آبادی کے ریتیلے میدان میں ایک معصوم بچہ (حضرت اسمٰعیل) پیاس سے نڈھال اور بیدم ہے۔ اس کی (بظاہر بے یار و مددگار) ماں (حضرت ہاجرہ) اپنے بچے کی لوٹ اور تڑپ اور پانی کی تلاش میں بے تاب و بے قرار سراپا دعا بنی ہوئی ہے، اضطراب و ناامیدی کے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ دکھاتے ہیں، حکم کی دیر تھی، کہ حضرت جبریل امین نے پَر مارا، اور "زم زم" کا چشمہ اُبل پڑا اور یہ گھر آباد ہونا شروع ہوا۔ یہ کعبہ کی تاریخ کا ایک ابتدائی منظر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بابرکت پانی کے متعلق ارشاد ہے کہ "زم زم" جس نیت و ارادہ سے پیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے گا۔" آپؐ نے زم زم سے محبت اور روحانی تعلق کی ایک علامت یہ بھی فرمائی کہ "مومن خوب پیٹ بھر کر زم زم پئے گا اور منافق دو ایک گھونٹ لیکر چھوڑ دے گا"، ہجرت اور قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں کچھ لوگ مکہ معظمہ سے آپ کے لئے زم زم لے گئے تو آپ اس تحفے سے بہت خوش ہوئے اور فرطِ محبت سے سب کے سامنے کھڑے ہو کر پیا اور ان کے لئے دعا کی۔ زم زم بیک وقت دوا، شفا، اور غذا کا ایک قدرتی مجموعہ اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔

جو لوگ دنیا میں سائنس کی بنیاد پر زندہ انھوں نے اپنے علمی ذرایع و وسائل سے اس مقدس پانی کا مختلف صورتوں میں تجزیہ (اینالائز) کیا اور اس نتیجہ کے اعلان پر مجبور ہوئے کہ "زم زم دنیا میں لاثانی معدنی پانی ہے اور انسانی صحت و جسم کیلئے اس سے بہتر اور مفید کوئی پانی نہیں"۔

۱۷۔ مقام ابراہیمؑ :۔ جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کعبہ کی اور اللہ کے زمانہ سے آج تک یہ پتھر اسی جگہ محفوظ ہے۔ اس کا نام "مقام ابراہیمؑ" ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ :۔

کبھی کبھی مقام ابراہیم کو بھی نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو

مقام ابراہیم کے پاس ہر شخص واجب الطواف یا دو رکعت نماز نفل پڑھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ جن کو یہاں نماز پڑھنے کے لئے جگہ مل جاتی ہے وہ اس کو بسہولت چھوڑنا نہیں چاہتے، لمبی لمبی رکعتوں کے بعد طولانی دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے حقدار بھی منتظر ہیں، اس حالت میں اکثر تکرار اور بد مزگی بھی ہو جاتی ہے جو کسی طرح مناسب نہیں، حضور قلب کے ساتھ جہاں بھی دعا کیجائے گی یقیناً قبول ہوگی، اس لئے اپنے بھائیوں کی حق تلفی نہ کیجئے، اور دو رکعت نماز پڑھ کر دوسروں کے لئے جگہ خالی کرتے رہیئے۔

۱۸۔ میزاب رحمت :۔ کعبہ کی چھت کا پرنالہ جس کا پانی (بارش کے زمانہ میں) حطیم میں گرتا ہے، اس کو "میزاب رحمت" (رحمت کا پرنالہ) کہتے ہیں۔ حطیم بھی کعبہ کا ایک حصہ ہے۔ اس میں نفل پڑھنے اور دعا مانگنے والوں کی کثرت رہتی ہے۔ میزاب رحمت کے نیچے آسانی سے دو رکعت نفل پڑھنے کا موقع مل جائے تو بہتر ہے

ورنہ حطیم میں نفل پڑھ کر غلافِ کعبہ سے لگ کر دعا کیجئے مگر دوسرے امیدواروں کا خیال رکھیئے

۱۹۔ مشاہدۂ کعبہ :-

مسجد حرم محترم کی مخصوص عبادت طواف کعبہ ہے مگر جب تک آپ حرم میں رہیں نظر جما کر حضورِ قلب کے ساتھ کعبہ معظمہ کو دیکھتے رہیئے۔ اور درود شریف پڑھتے رہیئے، کعبہ نظر آتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عزت اور عظمت اور برتری کے لئے دعا کیا کرتے تھے، آپؐ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے پاک گھر پر رات دن میں ایک سو بیس ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس کعبہ معظمہ کو دیکھنے والوں کے لئے ہیں"۔ اس لئے مسجد حرم میں فضول باتوں، غلط بیانی، دوسروں پر نکتہ چینی، کسی کی دل شکنی، غیبت اور جھوٹ سے بچنے کی کوشش کیجئے اور اپنا عزیز وقت تلاوتِ قرآن پاک اور ذکر و استغفار میں گزاریئے، گذشتہ کی تلافی اور آیندہ کی خیر و اصلاح کے لئے غور و فکر کیجئے، اور بیس رحمتیں جو صرف مشاہدہ کعبہ کرنے والوں پر نازل ہوتی ہیں ان سے محروم نہ رہیئے۔ تجربہ ہے کہ توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر مشاہدہ کعبہ سے سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ اندرونی پیچ و تاب، پریشان کن خیالات اور اسی قسم کے حالات کا یہ ایک موثر روحانی علاج ہے۔

۲۰۔ مستورات کا طواف :-

اگر آپ کے ساتھ اہلیہ یا ایسی قریبی رشتہ دار ہیں جن کے آپ محرم ہوں تو یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو اپنے ساتھ طواف کے لئے لے جائیں اور خود ان کو طواف کرائیں، وہ آپ کے ساتھ طواف کرنے میں زیادہ اطمینان اور سکون محسوس کریں گی عام طور سے مستورات مجموعی طور پر جس طرح طواف کرتی ہیں، مطاف کے اس ہجوم و ازدہام میں وہ صرف ایک قسم کی بھاگ دوڑ ہے، یہاں کے چند روزہ قیام کے ادب اور حاضری حرم محترم کی سعادت و برکت سے

ہر وقت سکون و دلجمعی کے ساتھ فائدہ اٹھانے کے بہتر مواقع کا خیال رکھیئے، حیا و شرم کو بالائے طاق رکھکر استلام حجر اسود کے لئے نامحرموں میں گھسنے، بھیڑ اور ہجوم میں غیر مردوں سے احتیاط نہ کرنے کی سزا اور گناہ سے بچیئے۔

۲۱۔ مستورات کی نماز:- عورتوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھیں مگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد مسجد حرم محترم اور مسجد نبوی میں با جماعت نماز کی فضیلت اور اجر و ثواب وہ حاصل کرتی ہیں، ان دونوں حرموں میں عورتوں کے لئے سب سے آخر میں نماز پڑھنے کی جگہ معین و مقرر ہے، مگر جاہل عورتوں کو دیکھکر پڑھی لکھی اور مسائل دین سے واقف مستورات بھی مردوں کے برابر یا ان سے آگے جہاں جی چاہا بیٹھ جاتی ہیں، اور وہیں جماعت میں شریک ہو جاتی ہیں۔ یہ کسی طرح جائز اور مناسب نہیں۔ مردوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی مستورات کو اس قسم کے ضروری مسائل سے آگاہ کرتے رہیں۔ ان کو شتر بے مہار نہ چھوڑیں

۲۲۔ مبارک خواتین:- جس خلوص و عقیدت کے ساتھ آپ وطن سے حج کے لئے روانہ ہوئی ہیں اسی جذبہ کو عملی صورت سے اپنے تک باقی رکھنے کی کوشش کیجئے۔ خوش قسمتی سے آپ جہاں پہونچی ہیں ان مقدس مقامات کے ادب و احترام اور یہاں کے خاص حالات کا ہر طرح لحاظ رکھئے سب سے زیادہ آپ کو پردہ کا اہتمام مسجد حرم محترم اور مسجد نبوی میں رکھنا چاہیئے۔ ہماری بد اعمالیوں کی بدولت جن ملکوں میں پردہ کی کوئی اہمیت، عورت کی کوئی وقعت و عزت ... و لحاظ کی کوئی حقیقت نہیں، ان کی نقل نہ اتاریئے۔ یہ سفر حج ہے اس میں اللہ تعالیٰ ... کے فرشتوں سے آپ کا واسطہ پڑے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے احکام

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایات پر عمل کر کے اپنی عاقبت درست کیجئے آپ اپنے اعمال کی صفائی، گناہوں کی معافی اور رب العالمین کی دائمی رحمت و مغفرت کی امیدوار بن کر آئی ہیں۔

دنیا کے ہر گوشہ ہر رنگ اور نسل کے لاکھوں انسانوں کا یہاں اجتماع کسی نمائش گاہ یا تفریح گاہ میں نہیں ہے۔ اس لئے سادگی، معصومیت، عزت و حیا کو اپنی زینت بنائیے۔ بالکل سادہ اور ناقابلِ التفات لباس، چہرہ پر نقاب، ہاتھوں پر دستانے پیروں میں جراب، الغرض ہر اعتبار سے وضع قطع میں سادگی کے ساتھ رہئیے۔ خدا کے نیک بندوں اور رحمت کے فرشتوں کی پھٹکار سے اپنے آپ کو بچائیے۔ اللہ تعالیٰ کے در پر.. طواف میں، روضۂ اطہر کے سامنے، نماز و عبادت کی حالت میں ہمیشہ اور ہر وقت تحفظ و احتیاط کا خیال رکھیئے۔

۲۳۔ مقاماتِ دعا :- مکہ معظمہ میں قبولیت دعا کے یہ خاص مقامات ہیں، جہاں خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی جائے تو انشاء اللہ قبول ہوگی۔ ۱۔ کعبہ کے دروازہ پر ۲۔ ملتزم ۳۔ میزاب رحمت کے نیچے اس مقام کے متعلق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا تھا" بعد میں ان سب کو معلوم ہوا کہ آپ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہوئے دعا مانگ رہے تھے" ۴۔ مطاف میں ۵۔ زم زم کے کنوئیں پر زم زم پینے کے بعد ۶۔ مقام ابراہیم کے پاس ۷۔ صفا اور مروہ پر سعی کرتے ہوئے، ۸۔ سعی کے بعد ۹۔ حجر اسود کے پاس ۱۰۔ رکن یمانی کے پاس ۱۱۔ حطیم میں جو کعبہ کا ایک حصہ ہے، یہاں ذکر و نوافل اور دعا کا وہی حکم اور اثر ہے جو کعبہ کے اندر نماز و دعا کا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم میں نماز پڑھو، یہ بھی کعبہ کا ایک حصّہ ہے اور حطیم میں آنا گویا کعبہ میں داخل ہونا ہے۔ جب تک مکہ معظمہ میں قیام ہو ان مقامات پر عجز و انکساری اور حضورِ قلب سے دعا کرتے رہیئے، اور اس کی رحمت کے امیدوار رہیئے۔

۴۲۔ مقاماتِ زیارت :-

(۱) "جبل ثور" (غارِ حراء) مکہ معظمہ سے تین چار میل کے فاصلے پر یہ مقدس پہاڑ ہے۔ جس کی چوٹی پر ایک غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین سے ہدایت و رحمت کا پیغام سنا یہیں سب سے پہلے قرآن پاک نازل ہوا۔ یہ سب سے پہلی جگہ ہے جہاں آپ پر وحی نازل ہوئی، مکہ معظمہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے یہ پہاڑ بائیں طرف ہے۔ غارِ حراء میں صرف ایک آدمی لیٹ سکتا ہے جبل ثور کی چڑھائی اوسط رفتار سے پچاس منٹ کی ہے، اترنے میں چالیس منٹ صرف ہوتے ہیں۔ غارِ حراء تک آسانی سے پہنچنے کے لئے کسی رہنما کو ضرور ساتھ لے لیجئے۔ دو چار متعدد رفقاء ساتھ ہوں، کچھ کھانے پینے کی ہلکی چیزیں اور خاص طور پر پانی ساتھ لیکر جائیے جبل ثور کی زیارت کا سب سے بہتر وقت فوراً نماز صبح کے بعد ہے تاکہ آپ اول وقت غارِ حراء تک پہونچ جائیں۔ تنہا کبھی نہ جائیے۔ جبل ثور کی بلندی پر پہونچ کر آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان روحانی عظمت کا احساس ہوگا۔

(باقی آئندہ)

مخلوط تعلیم اور اسلام

الحاج مختار احمد صاحب جاوید بھٹکلی، مقیم مکہ مکرمہ

(۲)

شیخ عبداللہ نوری رئیس مجلس الافتاء کویت کا جواب

فضیلۃ الشیخ عبداللہ النوری کویت کی وزارت اوقاف میں اسلامی فتاویٰ کی مرکزی کمیٹی کے صدر ہیں۔ موصوف نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ آخر زمانے میں . . . .

باطل کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ اور وہ ہم میں سے ہوں گے ہماری زبانوں میں ہی گفتگو کریں گے کلمات خیر سے شر نکالیں گے، سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس قسم کے لوگوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ اس طرح کے داعی جہنم کے دروازوں کی جانب لیجانے والے ہیں۔

آج کل ایسے لوگوں کی کثرت ہے جنکے عزائم و مقاصد گمراہ کن ہیں۔ اور دین و

اخلاق نیز معاشرہ کے لئے زہر قاتل ہیں، اسی قسم کے داعیوں میں ہمارے اسلامی اور عربی ملک کویت میں مخلوط تعلیم کا نعرہ لگانے والے بھی ہیں۔

راقم الحروف نے بارہا کوشش کی کہ ان سے ملاقات کرکے مخلوط تعلیم کے دینی، طبعی اور معاشرتی فوائد و منافع معلوم کروں۔ لیکن افسوس کہ ان سے معلوم ہوا کہ مخلوط تعلیم سے یونیورسٹی کا بجٹ کم ہوگا اور اگر الگ الگ تعلیم گاہیں کھولے جائیں تو بجٹ زیادہ ہوگا نیز اساتذہ کی تعداد میں بھی اضافہ کرنا پڑے گا۔

یعنی ان کے نزدیک مخلوط تعلیم کا ایک مادی فائدہ یہ ہے کہ بجٹ کم ہوگا اور اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ طبعی اور دینی نقصانات کتنے ہوں گے؟ کیوں کہ ان کے نزدیک دین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور نہ ہی مادی فائدے کے سامنے مکارم اخلاق کی کوئی قیمت ہے۔

گذشتہ دو ہفتوں میں راقم نے ٹیلیویژن کے پروگرام میں دو مجلسیں مخلوط تعلیم پر بحث و مباحثہ کے لئے کرائی تھیں۔ بعضوں نے کہا کہ دین مخلوط تعلیم تعلیم کی اجازت دیتا ہے۔ بعض آیات قرآنی سے غلط سلط استدلال کر کے کہنے لگے کہ مخلوط تعلیم میں کوئی قباحت نہیں ہے، افسوس کہ موجودہ نسل کی بڑی تعداد آیات قرآن کو صحیح لفظ و اعراب کے ساتھ پڑھ بھی نہیں سکتی۔

بہرحال کوئی شخص اس بات سے جاہل نہیں ہے کہ اسلام نے اس انداز میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ ملنے کی اجازت نہیں دی، فقط محارم کو محارم سے ملنے کی اجازت ہے، نیز جن مقامات پر اجازت لیکر ملنا ضروری قرار دیا ہے وہاں تو بغیر اجازت کے ملاقات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

مخلوط تعلیم کے داعی کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ مقتدی بنکر نماز پڑھیں، اس سے مخلوط تعلیم کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ یا تو یہ لوگ ناواقف ہیں یا انھوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اسلام میں یہ کہیں نہیں ہے کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش ہوکر نماز پڑھیں۔ بلکہ ان کے لئے مسجد کے آخر میں علیحدہ جگہ بنائی جاتی ہے تاکہ عورتوں کا مردوں سے اختلاط نہ ہو۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"مردوں کی بہترین صفیں پہلی صفیں ہیں اور بدترین صفیں آخری۔
اور عورتوں کی بہترین صفیں آخری صفیں ہیں اور بدترین پہلی۔"

یہ صرف اس لئے کہ عورتوں کی صفیں مردوں سے دور ہوں گی۔ اور عورتوں کی پہلی صفیں مردوں سے قریب ہوں گی جو کہ شر و فساد کا پیش خیمہ ہیں، نیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو بھی مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جو عطر وغیرہ لگا کر آئیں۔ لہٰذا عورتوں کے مسجد میں دخول کی یہ بھی شرط لگائی کہ وہ زیب و زینت اور عطر وغیرہ کے ساتھ نہ آئیں۔

مخلوط تعلیم کے داعیوں نے موسم حج میں عرفات کے قیام اور خانہ کعبہ میں ایک ساتھ عورتوں اور مردوں کے طواف۔ اور صفا و مروہ کے درمیان ایک ساتھ سعی کرنے سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مناسک میں شرط ہے کہ عورتیں ذی رحم محرم ہوں۔ اور ان کا لباس شرعی ہو اور زیب و زینت سے پاک ہو، جبکہ یہ تینوں مناسک عبادت کی جگہ ہیں۔

مخلوط تعلیم کے حامیوں کی یہ بھی دلیل ہے کہ عورتیں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی ہیں، اور انھوں نے مردوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا ہے۔ بعض غزوات میں عورتوں نے نرسوں اور خادماؤں کے کام انجام دیے ہیں۔

ہم ان چیزوں کا انکار نہیں کرتے مگر آپ لوگ جن مسلمان عورتوں سے استدلال کر رہے ہیں وہ برہنہ لباس یا زیب و زینت سے آراستہ نہ تھیں۔ غازیوں کے ساتھ غزوات میں ضرور گئی تھیں لیکن پوری طرح شرعی و اسلامی لباس میں تھیں، ان عورتوں نے مردوں کے ساتھ اس قسم کا اختلاط نہیں رکھا جس کا آج کل کے داعی پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

مخلوط تعلیم کے داعی یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے حصول علم کے لئے اختلاط کو منع نہیں کیا، بلکہ طلب علم کو تمام مسلمانوں پر خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں لازم قرار دیا ہے۔

عرض ہے کہ یہ بالکل درست ہے لیکن یہ سب کچھ علم کے احترام و اکرام کے ساتھ لازم قرار دیا ہے۔ دورِ نبوت میں عورتیں مسجدِ نبوی میں آتی تھیں اور احادیث رسول کریم صلی اللہ کو مردوں کی طرح سنتی تھیں، نیز بعض اوقات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتی تھیں اور آپ جوابات بھی دیا کرتے تھے، لیکن یہ عورتیں مردوں سے دور بیٹھا کرتی تھیں۔ ایک جانب عورتیں ہوتی تھیں اور دوسری جانب مرد ہوتے تھے، جب مسجدِ نبوی میں عورتوں اور مردوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو خداوند کریم نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے گھروں کے دروازے

مسلمان عورتوں کی تعلیم کے واسطے کھولدیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔ واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیات اللّٰہ والحکمۃ ان اللّٰہ کان لطیفاً خبیرا۔

قرونِ اولیٰ میں بعض عورتوں کا علم بہت سے مردوں سے زیادہ تھا لیکن ان عورتوں نے علم اس طرح حاصل کیا کہ مکمل طور پر اسلامی احکام وآداب اور شرعی لباس کی ہمیشہ پابندی کی،

لیکن آج کل یہ مخلوط تعلیم کے داعی ہماری لڑکیوں کے لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ پوری طرح زیب وزینت سے آراستہ ہوکر فیشن ایبل نیم عریاں لباس زیب تن کرکے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے جائیں ۔ اس لئے کہ ان حضرات کے نقطہ نظر کے اعتبار سے اسلام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ مخلوط تعلیم کو جائز قرار دیا ہے ۔

افسوس کہ یہ لوگ بڑے بڑے نقصانات سے صرف نظر کرتے ہیں، اور جو چیز ان کو اچھی معلوم ہوتی ہے اسے جائز کرنے کے پیچھے پڑجاتے ہیں۔ اور بڑی دلیری کے حضرت عائشہ رضؓ، حضرت حفصہ رضؓ اور دوسری صحابیات سے استدلال کرتے ہیں

تم مجھے آج کل حضرت عائشہ رضؓ کی پاکیزگی، حضرت اسماء رضؓ کی ذکاوت وذہانت۔ حضرت حفصہ رضؓ کی صلاحیتیں۔ حضرت زینب رضؓ کی عفت، حضرت نسیبہ رضؓ کی عصمت ودانت دکھاؤ، پھر مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا تقویٰ حضرت ابن مسعودؓ کی عبادت، حضرت ابن عباس رضؓ کا اخلاص دو، اس کے بعد مخلوط تعلیم جاری کرو،

تم ماضی سے استدلال تو کرتے ہو لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہو،

ہم اس سے کبھی انکار نہیں کرتے کہ مسلمان عورت عمل کے میدان میں آئی ہے اور اس نے خرید و فروخت، صنعت و حرکت و تجارت میں حصہ لیا ہے، لیکن وہ ان تمام میدانوں میں شرافت و نجابت کا پیکر اور عصمت و عفت کا ایک مثالی نشان تھی، ہم نے ماضی قریب میں ایسی عورتوں کو دیکھا ہے جو کام کاج میں مصروف رہتی تھیں، لیکن ان کی نگاہ نیچی، آواز پست اور لباس شرعی ہوتا تھا، اور وہ زیب و زینت کے ہر مقام کو پوشیدہ رکھتی تھیں۔ اس کے مقابلہ میں آج کل کا اختلاط شر و فساد کی دعوت دیتا ہے۔

میں کویت کے باشندوں سے یہ کہتا ہوں کہ تم نے اس مقام سے زندگی کا آغاز کیا ہے جہاں قوموں کی زندگیاں ختم ہوتی ہیں۔ ہم آج ایسے مقام پر ہیں جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط عام ہے اور اسلامی شرف و عظمت باقی نہیں رہی۔

عربوں کی غیرت و خودداری کہاں چلی گئی؟ آج مسلمانوں کی غیرت و حمیت کہاں ہے؟ ہماری عزت و عظمت اور توقیر کے آشیانوں سے آگ کے شعلے روشن ہو رہے ہیں لیکن افسوس کہ ہم غافل ہیں، میں کویت کے حکام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ خیر کے داعی بنیں اور اسلامی شعائر و آداب کو پامال نہ کریں اور احسان و اخلاص کے پیکر بنیں، خداوند کریم احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، والسلام

شیخ نجم الدین الواعظ مفتی عراق کا جواب

عراق کے مفتی اعظم فضیلۃ الشیخ نجم الدین الواعظ نے مندرجہ ذیل جواب ارسال :-

فرمایا۔

گرامی قدر صدر صاحب جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی کویت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکے ۲۷ر محرم الحرام ۱۳۹۶ھ کا ارسال فرمودہ استفسار ملا، مخلوط تعلیم کی آسمانی ادیان میں سے کوئی بھی دین اجازت نہیں دیتا خصوصاً دین اسلام جو غیرت وحمیت اور شرف وعظمت کا پاسبان ہے۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
واذا سألتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب ذلك اطھر لقلوبکم

خداوند کریم نے یہ بھی فرمایا۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ ۔

آج کل قرارفی البیوت کہاں پایا جاتا ہے؟ جبکہ آج کل کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اجنبی لوگوں نے ہمارے لئے شہد میں زہر ملا کر رکھا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ شریعت اسلامی عورتوں کی تعلیم کو منع نہیں کرتی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آیات مذکورہ کے احکام ازواج مطہرات سے وابستہ تھے تو گزارش ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے جو کچھ بھی آئے وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ نیز ازواج مطہرات عصمت وعفت، پاکیزگی، عظمت وشرافت، حیاء وشرم کا کامل ترین نمونہ تھیں۔ لہٰذا آج کل کی عرب اور مسلم خواتین کو ان کی اتباع کرنی چاہیئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم اس بات سے بچو کہ کسی عورت کے ساتھ خلوت گزینی کرو، اس لئے کہ دو کے جمع ہوتے ہی تیسرا شیطان ساتھ ہو جاتا ہے"۔

مجھے مسلم والدین پر افسوس ہے کہ وہ کس طرح دو جنسوں کے اختلاط کے مُضر نتائج سے تساہل و تغافل کر رہے ہیں۔ کیا انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ آگ سے پٹرول کی قربت میں کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے؟ اس بات سے کوئی انصاف پسند شخص انکار نہیں کر سکتا

میں سوال کرتا ہوں کہ تم سب عرب ہو، اغیار کی اور اجانب کی اندھی تقلید کو ختم کر کے اپنی اولاد اور اپنے ملکوں کی حفاظت کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ اس موذی اور خطرناک مرض سے ہمیشہ کے لئے نجات پا جاؤ۔

والسلام

شیخ محمد نمر الخطیب لبنان کا جواب :-

لبنان کے جمعیۃ الرابطۃ الاسلامیۃ کے صدر محترم فضیلۃ الشیخ محمد نمر الخطیب نے مندرجہ ذیل جواب ارسال فرمایا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے مخلوط تعلیم کے سلسلے میں اسلامی حکم معلوم فرمایا ہے۔ جس میں آج کل کی طالبات اسلامی اور شرعی لباس سے ہٹ کر فیشن ایبل اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں، بہرحال طلباء اور طالبات کا اختلاط اس صورت میں جیسا کہ آپ نے استفتاء میں واضح فرمایا ہے، مخلوط تعلیم کے حرام ہونے میں مسلمانوں میں دو رائے نہیں ہو سکتی ہے مناسب تو یہ ہے کہ برادران کویت عالم عربی و اسلامی میں پیدا شدہ انتشار سے عبرت پکڑتے، دوسری قوموں کے مقابلے میں ہماری پس ماندگی کا واحد سبب یہی نقصانات ہیں مصائب اور ذلت و ہزیمت جو عرب ممالک اور مسلمانوں پر مسلط ہے خداوند کریم کے احکام کی مخالفت کا واضح نتیجہ ہے۔

ان شدید مصائب میں طبعی انتشار کی وجہ اخلاقی گراوٹ، مخلوط تعلیم کا اجراء اور عورتوں کا برہنہ لباس بھی ہے، غیر ممالک کی کورانہ تقلید اور ان کے فسق و فجور کا اتباع دین خداوندی سے انحراف کا سبب ہے۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہدایت کے راستہ پر لوٹا دے اور ہمیں خیر و فلاح کا ضامن بنا دے آمین۔

سفرِ حج کے
مشاہدات و تجربات

از قاضی حیات النبی مبارکپوری کاتب البلاغ

حجاج کرام کے جہازوں کی واپسی ہو چکی چند ماہ بعد پھر حج سنہ [illegible] کا اعلان ہوگا
حج بیت اللہ کے پروانوں میں شمع ہدایت کی طرف اڑ کر چلنے کی تڑپ ابھی سے پیدا ہو رہی ہے

سفر سے پہلے یہ معلوم کرلو بالتفصیل
کہ کس طرح سے گذرتا ہے کاروانِ حرم

تاکہ آپ کو سفر حج میں آسانی رہے اور الجھن نہ پیدا ہو، اپنے آپ کو اس کے لئے تیار رکھیں، حج کے سفر میں خاص طور سے اپنے اوپر اعتماد کرکے خود کو اللہ کے حوالے کر دیجئے، دوسروں کا سہارا لینے کی فکر نہ کیجئے۔

روانگی قافلہ کی شکل میں ہو تو بہتر ہے، زیادہ آدمی کی ٹولی نہ بنائیے آٹھ آدمی تک کا ایک گروپ ہو تو اچھا ہے۔

حج کے سفر میں زیادہ آدمی کا ایک ساتھ کھانا پکانا بعض اوقات الجھن کا باعث ہو جاتا ہے۔ یہ مہینوں کا سفر ہوتا ہے، ہر آدمی کھانا پکانا نہیں جانتا کسی نہ کسی پر بار زیادہ پڑ جاتا ہے۔ اس لئے ہر آدمی اسے نہیں برداشت کر سکتا، تھوڑے آدمی میں گذر سفر اچھا ہوگا۔

سفر کے ارادہ کے ساتھ ارکان حج کی ادائیگی کا طریقہ اور مناسک کی معلومات میں لگ جائیے تاکہ روح میں جلا پیدا ہو اور سفر کا صحیح لطف ملے کہ اس سفر کا یہی حاصل ہے۔

مسجد الحرام میں بیک وقت پانچ لاکھ آدمی نماز جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ ایام حج سے کچھ پہلے اور بعد تو سڑکوں پر بھی صفیں لگ جاتی ہیں اور کچھ دیر کے لئے بسیں، ٹیکسیاں جماعت ہونے تک اپنی اپنی جگہوں پر کھڑی رہتی ہیں۔

مسجد حرام کے چاروں طرف سڑکیں ہیں، آنے جانے کے راستے الگ الگ ہیں۔ دنیا بھر کے انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے، مگر الحمد اللہ کہ کوئی حادثہ نہیں پیش آتا۔

جدہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۰ کیلومیٹر ہے جس کا عام کرایہ فی نفر بذریعہ ٹیکسی دو ریال ہے، بعض موقع پر تین ریال لے لیتے ہیں۔ بسیں بھی چلتی رہتی ہیں، پورے سعودی عربیہ میں ہوائی، بس، اور ٹیکسی کے ذریعہ سفر ہوتا ہے۔ جگہ جگہ منزلیں ہیں جہاں ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے۔

جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستہ میں مقام حدیبیہ پڑتا ہے جہاں ایک مسجد ہے، جاں نثار صحابۂ کرام رضا اسی جگہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ اگر موقع ہو تو ڈرائیور سے کہہ کر اس مقدس مقام پر

مسجد میں جاکر دو رکعت نفل نماز پڑھ لیں۔

مدینہ منورہ کے راستے میں بہت سی منزلیں ہیں مگر عام طور پر حجاج کے موٹر بدر شریف اور رابغ میں رکتے ہیں کبھی کبھی مستورہ پر بھی نماز کے لئے رکتے ہیں، حجاج کرام بڑی آسانی سے ڈرائیور سے بات کر کے شہداء بدر کی زیارت کر سکتے ہیں۔ یہاں اسلام کی سب سے پہلی جنگ ہوئی ہے، مکہ سے جاتے ہوئے سڑک سے تھوڑے سے فاصلے پر بائیں جانب ایک احاطہ میں اسلام کی مقدس امانتیں شہداء بدر آرام فرما رہے ہیں۔

(۲) —

توفیقِ الٰہ

حاجی اسد اللہ اسدؔ رحمانی

آپ ہیں آسودہ رحمت میں ہوں آلودہ گناہ : ہوں مگر میں آپ ہی کا امتی اک کم سے کم
کھینچتے ہیں سوئے دوزخ مجھکو اعمالِ زبوں : الغیاث اے دستگیرِ بیکساں کیجئے کرم
آپ کے در سے بھکاری لے گئے دنیا و دیں : قیصر و کسریٰ پہ چھائے اور ملا باغِ ارم
آپ ہی فرمائیں خالی ہاتھ کیا کوئی گیا : ہے یہی حکمِ احد جس کے ہیں احمدؐ بس کے ہم
دُر دُرہ کر آپ کے در سے پھرا میں در بدر : ٹھوکریں دنیا کی کھا کر آ پڑا زیرِ قدم
لاکھ ہوں میں زرد رُو اور لاکھ ہوں عصیاں شعار : اب ہے چوکھٹ آپ کی اے مخزنِ جود و کرم
آنکھیں میری حق نگر ہوں دل مرا ہو حق رسا : آئینے میں آپکے ہو حق کا جلوہ دم بدم
زیرِ پا دنیا رہے اور تاجِ عقبیٰ زیبِ سر : سرخرو محشر میں ہو کر آپ کے چوموں قدم

رحم والا تیرا خالق مخزنِ رحمت نبیؐ
فضلِ رحماں تیرا رہبر کیوں بھلا ہو تجھ کو غم

یورپ میں
ارواح و شیاطین پرستی
اور جادو

یہ مغربی تہذیب کے عروج کا زمانہ ہے، اس تہذیب کے دامن میں سائنس نے بڑی ترقی کی ہے۔ انسان نے آفاق تسخیر کر رہا ہے، لیکن مادی ترقی کے باوجود مغربی معاشرہ کتنے بڑے اخلاقی اور روحانی افلاس کا شکار ہے۔ اسکا اندازہ یورپ اور امریکا میں پھیلنے والی بے شمار سماجی برائیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ اخلاقی قدروں کے فقدان نے منشیات پرستی، جنس پرستی، اور اسی قسم کے دوسرے رجحانات کو جنم دیا ہے، آپ کو حیرت ہوگی کہ برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں ایک طبقہ (CULT) ایسا ہے جو شیطان کی پرستش کرتا ہے۔

شیطان کے پجاری کالے جادو پر یقین رکھتے ہیں، کالا جادو اور اسے ماننے والے برطانیہ میں زمانۂ قدیم سے چلے آرہے ہیں۔

وسطی زمانہ تاریخ میں یہاں کے کالے جادو کے پیروکار اس خیال پر یقین رکھتے تھے کہ

برطانیہ کی جادوگرنیاں روحوں سے براہِ راست گفتگو کر سکتی ہیں۔

حال ہی میں بیڈ فورڈ شائر کے ایک گرجے میں چند نامعلوم لوگوں نے مُردے کا ڈھانچہ لا کر رکھ دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کام کالے جادو پر یقین رکھنے والوں کا ہے جنہوں نے اپنی کسی رسم کی ادائیگی کے لئے یہ حرکت کی ہے۔ گلڈ فورڈ، سرے کی ایک گرجے کی قربان گاہ پر پچھلے دنوں بھیڑ کے دل رکھے ہوئے پائے گئے۔ تارؤک میں بھی ایک خاردار جھاڑی میں پرو کر رکھو گئے بھیڑ کے ایسے ہی دل ملے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کالے جادو کے ماننے والوں کی حرکات ہیں

کالے جادو کو ماننے والے برطانیہ میں آج بھی بکثرت پائے جاتے ہیں، یہ لوگ جب گرجوں میں عبادت کے لئے جاتے ہیں تو گھٹنے ٹیک کر دعا پڑھتے ہیں اور قربان گاہ پر زندہ بلیوں، خرگوش اور مرغ کی قربانی چڑھاتے ہیں، کبھی کبھی قربان گاہ پر ایک برہنہ لڑکی کو لٹا دیا جاتا ہے، شیطان پرست اس پر تازہ خون چھڑک کر اپنی رسم پوری کرتے ہیں

کالے جادو کے ماننے والوں میں تنگ نظر اور کم پڑھے لکھے لوگ ہی شامل نہیں، بڑے بڑے تعلیم یافتہ افراد بھی اس بدعت کا شکار ہیں۔ مرد، عورتیں، بنکوں کے کلرک، سکرٹری، اسکول کے اساتذہ اور یونیورسٹی کے لکچرار تک شامل ہیں۔ کالے جادو کے یہ پجاری چاندنی راتوں میں سر پر خود بن کر شیطان کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے برہنہ رقص کرتے ہیں، یہ پرانے زمانے کے قصے کہانیوں کے واقعات نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ آج کے برطانیہ میں ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ برطانیہ کا مشہور ناولسٹ ڈینس وہیٹلے پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں چند فوجی افسروں کے ساتھ تاش کھیل رہا تھا لیکن بدقسمتی اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ مسلسل ہار رہا تھا، جب تنگ آگیا تو اس نے شیطان سے مدد کی دعا کی۔ اس

دعا کے ساتھ ہی کھیل کی نوعیت بدل گئی، اور وہ بازی پہ بازی جیتتا چلا گیا۔

صرف برطانیہ ہی نہیں یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی توہم پرستی عام ہے جرمنی کے بہت سے صوبوں میں سادہ لوح عوام نے ہسپتالوں میں جادوگر ڈاکٹر ملازم رکھ چھوڑے ہیں تاکہ وہ انھیں ان بیماریوں سے نجات دلا سکیں جو شیطان کی طرف سے ان پر نازل ہوتی ہیں۔

جرمنی کے ایک دیہات میں رہنے والے شخص کا بچہ بیمار ہو گیا، بچے کے ماں باپ خیال تھا کہ اس پر شیطان کا سایہ ہے، وہ اس کا علاج کرانے کے لئے بچے کو ایک جادوگر ڈاکٹر کے پاس لے گئے، جس نے انھیں مشورہ دیا کہ بیماری سے نجات دلانے کے لئے بچے کی پٹائی کی جائے توہم پرست ماں باپ نے ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق معصوم بچے کو اس بری طرح زدو کوب کیا کہ بچے کا دم نکل گیا۔ بچے کی موت کے بعد جب اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو پتہ چلا کہ بدنصیب بچہ دمہ کا مریض تھا۔

سڈنی میں شیطان کے پجاریوں میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، اس سلسلے میں ہونے والے انکشافات سے پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ فحش گانے گاتے ہیں، عریاں فلمیں دیکھتے ہیں اور ایک پرانی "عبادت گاہ" میں جنگلیوں کی طرح جنسی رسومات ادا کرتے ہیں۔ لندن کے ایک رومن کیتھولک پادری کا کہنا ہے کہ اس کے پاس اس بات کے واضح ثبوت موجود ہیں کہ لندن کے ایک علاقے میں ہر روز رات کے وقت "کالے جادو" کے ماننے والے شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔ پادری کا کہنا ہے کہ جنوبی لندن کا ایک کالج اپنے طلباء کو کالے جادو کی پوجا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لندن کے ایک مضافاتی گرجے کی چار پادریوں کی لڑائی کالے جادو کے ایک معتقد سے ہو گئی، یہ شخص گرجے کی قربان گاہ پر کوئی رسم ادا کر رہا تھا کہ ایک پادری نے

اسے دیکھ لیا، جب وہ اپنے چاروں ساتھیوں کے ہمراہ اس شخص کے نزدیک پہونچا تو وہ اسے لڑتا بھڑتا گرجے سے فرار ہو گیا۔

نیویارک میں بھی کالے جادو کے ماننے والوں کی کمی نہیں، یہاں کالے جادو کے سلسلے میں جو چیزیں استعمال ہوتی ہیں، ان میں قبرستان کی مٹی، چمگادڑ کا خون اور موم کی گڑیوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، کالے جادو کے ماننے والے رسوم کی ادائیگی کے سلسلے میں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہیں، یہاں کالے جادو کے ماننے والے جس کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق "کالے جادو" کی رسومات کی ادائیگی کے لئے سات لاکھ پچاس ہزار پونڈ کی اشیاء خریدی جاتی ہیں۔

برطانیہ میں کالے جادو کے ماننے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کے ماننے والے بڑے راسخ العقیدہ اور جنونی ہوتے ہیں اور اپنی رسومات کی ادائیگی کے لئے لوگوں کو قتل تک کر دیتے ہیں۔

پچھلے دنوں لندن میں ایک نائیجیرین لڑکے کو گرفتار کیا گیا، اس پر ایک لڑکی کو قتل کرنے کا الزام تھا، پولیس کا کہنا ہے کہ اس نے جادو کا وہ راز معلوم کرنے کے لئے جس کے ذریعہ اس لڑکی نے نائیجیریا میں دو آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا، لڑکی کو اتنا مارا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ جب اس لڑکے کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو جج نے یہ کہتے ہوئے لڑکے کو سزائے عمر قید سنا دی کہ جادو پر یقین رکھنا قتل کا جواز نہیں ہو سکتا۔

نیو یارک کی ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے ادھیڑ عمر ایگزیکیٹو کلائیڈ کلارن نے ایک کتاب "میں شیطان ہوں" لکھی ہے۔ اس شخص کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب اسے شیطان نے لکھوائی ہے۔ اس کے اس دعوی پر کسی کو ہنسی نہیں آئی، یہ ضرور ہوا کہ

یہ کتاب بڑی تیزی سے بک گئی ۔

شیطان کے پجاری تنگ نظر، متعصب اور بڑے جنونی ہوتے ہیں ۔ یہ ان لوگوں سے سخت نفرت کرتے ہیں جو ان کے عقائد پر یقین نہیں رکھتے اور ان کی فرسودہ رسوم و روایات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ چونکہ شیطان کے پجاری اقلیت میں ہیں اس لئے وہ اپنے عقائد کا کھلم کھلا اظہار نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود وہ گرجوں اور عبادت گاہوں میں چھپ چھپ کر اپنی رسمیں پوری کرتے ہیں۔ اگر کبھی انھیں کوئی دیکھ لیتا ہے تو اچھا خاصا فساد ہو جاتا ہے ۔ عام عیسائی کالے جادو کے ماننے والے شیطان کے پجاریوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں ان کے داخلے کو بھی پسند نہیں کرتے ، ان کا کہنا ہے کہ کالے جادو کے ماننے والے ان کی عبادت گاہوں میں اپنی رسوم ادا کر کے ان عبادت گاہوں کے تقدس کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔

ایک مرتبہ رات کے وقت شیطان کے چند پجاری ایک گرجے میں اپنی رسومات کی ادائیگی میں مصروف تھے کہ چند لوگوں نے انھیں دیکھ لیا، وہ جب انہیں منع کرنے کے لئے آئے تو شیطان کے پجاریوں نے جو تعداد میں ان سے زیادہ تھے انہیں پکڑ کر بری طرح زدو کوب کیا۔ ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا اور بقیہ کو بے ہوش حالت میں چھوڑ کر اپنی رسومات ادا کرنے کے بعد گرجے سے چلے گئے ۔

(ماخوذ)

بَابُ الاُفتاء

حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوری ،

س :- طلب بارش کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ نیز بارش کی دعا کہاں مانگنی چاہیئے اور بارش کی دعا کن کن حالات میں مانگنی چاہیئے۔ کیا اگر کچھ کچھ آسمان پر بادل نظر آئے اور بارش نہ ہوتی ہو تو اس وقت طلب بارش نہیں کی جا سکتی؟ جواب سے نوازیں۔

ج :- ایسے مقام میں دعا مشروع و مسنون ہے جہاں جھیلیں اور نہریں کھیتوں کو سینچنے اور چوپایوں کو پانی پلانے کو نہ ہوں یا ہوں مگر کافی نہ ہوں اور کافی ہوں تو دعا کے لئے باہر نہ جائیں۔ اس سے تمام سوال کا جواب نکل آیا۔ اور آخر الذکر صورت کا جواب بھی ظاہر ہے کہ اس صورت میں دعا کی جائے۔

شامی باب الاستسقاء میں ہے۔ قولہ طلب السقی واعطاء ما یشربہ والاسم السقیا بالضم وشرعا طلب انزال المطر بکیفیۃ مخصوصۃ عند شدۃ الحاجۃ بان یحبس المطر ولم یکن لھم اودیۃ وآبار وانھار یشربون منھا ویسقون مواشیھم وزرعھم او کان

ذلک الا انہ لا یکفی فاذا کان کافیا لا یستسقی (ج ۱ ص۵۸۳)

اور بہتر یہ ہے کہ تین دن روزہ رکھکر کسی میدان یا عیدگاہ میں جمع ہو جائیں لباس معمولی ہو، نئے کپڑے بدل کر نہ جائیں۔ لڑکے بوڑھے جوان سب ہی جمع ہوں جمع ہونے سے پہلے اپنے اوپر جو کسی کے حقوق ہوں ادا کریں اور توبہ کریں اور صدقہ کریں اور دو رکعت نماز بغیر اذان واقامت کے جماعت سے پڑھیں، امام ان دونوں رکعتوں میں قرأت جہر بلند آواز سے کرے۔ پھر دو خطبہ پڑھے، جس طرح عید کے دن دو خطبے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد امام قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرے اور استغفار کرے۔ اور سب نمازی بھی انتہائی خشوع وخضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کریں اور توبہ واستغفار کریں، تین روز تک ایسا ہی کریں تین دن سے زائد نہیں اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کریں۔ اور پشت دست اوپر رکھیں اور بطون دست نیچے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عام دعاؤں کی طرح بطون دست کی طرف مواجہت ہو۔

درمختار میں ہے:۔ ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرھم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین للہ ناکسین رؤسہم ویقدمون الصدقۃ کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ (ج ۱ ص۵۹۴)

عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:۔ والمسنون فیہ ھو الدعاء والاستغفار مستقبل القبلۃ فی الصحراء ویخرج الامام ومن معہ متواضعین متخاشعین یفعلون ذلک ثلثۃ ایام والحجۃ فی ذلک

ما روی انه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقی فی خطبۃ الجمعۃ ولم تزد عنہ صلوٰۃ خاصۃ لذلک دعندھا لیس ان یصلی الامام رکعتین کالعید جاھرا بالقرأۃ و یخطب بعدھا لما رواہ اصحاب السنن الاربعۃ والصحیحین وغیرھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذلک ولعل ھذہ الاخبار لم تبلغ الامام والا لم ینکر استنان الجماعۃ (ص۲۰۸)

مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف مذکور ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ الی السماء (مشکوٰۃ شریف ص۱۳۱)

مسند احمد میں مذکور ہے۔ عن عمیر مولی ابی اللحم انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقی عند احجار الزیت قریبا من الزوراء قائما یدعو لیستسقی رافعا کفیہ لایجاوز بھما راسہ مقبل بباطن کفیہ الی وجھہ (ص۲۲۳ ج۵) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال :۔ کیا داماد اپنی ساس سے جو حج کے لئے جاتی ہو مصافحہ اور تعظیم و بزرگی کے لحاظ سے ہاتھوں پر بوسہ دے سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) عورتیں حج میں جانے کے قبل اپنے گھر میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن پر صرف مہندی لگا سکتی ہیں یا نہیں۔

(۳) جب حاجی یا حجن حج کے لئے جاتے ہیں تو ان کے رشتہ دار دوست احباب مٹھائی یا نقد دس پانچ روپیہ) یا دونوں دیتے ہیں کیا یہ لینا دینا جائز ہے؟۔

ج (۱):۔ ساس اگر جوان ہو یا شہوت کا اندیشہ ہو تو اس سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے،

ورنہ درست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ واما نظرہ الی ذوات محارمہ فنقول یباح ان ینظر الی الراس والساعد والکف الخ وکذا الی کل ذات محرم برضاع او صہر الخ وما حل نظرہ الیہ حل مسہ ونظرہ وغمزہ من غیر حائل ولکن انما یباح النظر اذا یامن علی نفسہ الشہوۃ فاما اذا کان یخاف علی نفسہ الشہوۃ فلا یحل لہ النظر وکذلک المس الخ۔ قنیہ کے حوالہ سے علامہ شامی نے جو عبارت نقل فرمائی ہے وہ بطور نظیر کے ملاحظہ ہو۔ ماتت عن زوج وام فلہما ان یسکنا فی دار واحدۃ اذا لم یخافا الفتنۃ وان کانت الصہرۃ شابۃ فللجیران ان یمنعوھا اذا خافوا علیہما الفتنۃ (شامی ص ۲۶۳ ج ۵)

اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا درست نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز ولا رخصۃ فی تقبیل ید غیرھما ھو المختار (ص ۱۱۹ ج ۴)

۲ لگا سکتی ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویجوز ذلک (ای الخضاب بالحناء) للنساء (ص ۱۱۴ ج ۴)

۳ اگر استطاعت ہوتے ہوئے بغیر رسم کے لحاظ کئے ہوئے خوشی سے مٹھائی وغیرہ دیں تو لینا دینا درست ہے، ورنہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔ الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان والدار قطنی فی المجتبی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ ج ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ
البلاغ
بمبئی

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپیہ
فی پرچہ ۴ پیسے

TELEGRAM · TAUFIQ BOMBAY

ماہنامہ البلاغ بمبئی

اشاعت:- ۱۲ / جون ۷۴ء

جلد ۲۴ : ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۹۴ھ مطابق جون سنہ ۱۹۷۴ء : شمارہ ۵

ہند و پاک سے سالانہ چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

شذرات — قاضی اطہر مبارکپوری — ۲ - ۴

مطالعات و تعلیقات — قاضی اطہر مبارکپوری — ۵ - ۱۲

یوگوسلاویہ کے مسلمان — تقریر شیخ الاسلام سلیمان آفندی کموز رئیس العلماء مسلمانان یوگوسلاویہ
ترجمہ، خالد مبارکپوری، اطہر اسلامک سنٹر، اکرا، گھانا، مغربی افریقہ — ۱۳ - ۲۲

نیم نامۂ حج — مولانا محمد مسعود شمیم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ — ۲۳ - ۳۰

سفر غازی پور — قاضی اطہر مبارکپوری — ۳۱ - ۴۰

وفاق مدارس عربیہ کمشنری بنارس کا قیام — (ماخوذ) — ۴۱ - ۴۳

مالک انجمن خدام النبی، پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۴ نوروجی اسٹریٹ بمبئی ۳ میں چھپوا کر، صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۳ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ہر اخبار اور رسالہ کا ایک معیار و مزاج ہوتا ہے اور اس کے پڑھنے والوں کا
خاص حلقہ ہوتا ہے چنانچہ البلاغ کا بھی یہی حال ہے، یہ ایک دینی و اسلامی اور
اور اخلاقی و اصلاحی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ ہے، اس کا معیار نہ اتنا اونچا
رکھا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے خشک معلوم ہو اور نہ اتنا نیچا ہے کہ لکھے پڑھے لوگوں
کے نزدیک اس میں کوئی دلچسپی نہ ہو، اس کے مضامین میں اس کا خاص طور سے لحاظ رکھا
جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اس کے قدر دانوں کا ایک حلقہ ہے۔ پھر جیسا کہ کئی بار لکھا
جا چکا ہے اس کی پشت پر نہ کوئی جماعتی اور تحریکی طاقت ہے اور نہ اس کا خاص عملہ
ہے، بلکہ انجمن خدام النبی کے چند مخلصین اپنے عزم و حوصلہ سے اسے جاری رکھے ہوئے
ہیں۔ جن حالات میں یہ رسالہ تقریباً ربع صدی سے جاری ہے، اگر کوئی دوسرا رسالہ
ہوتا تو کب کا بند ہو چکا ہوتا۔ پھر اس میں لکھنے والوں اور مضمون نگاروں کی کوئی جماعت
نہیں ہے۔ بلکہ زیر تحریر ہی سب کچھ ہے، ان حالات میں سوچا جا سکتا ہے کہ رسالہ کن

مشکلات میں زندہ ہے، ہم اپنے ناظرین سے توسیع اشاعت کی گذارش کرتے رہتے ہیں
مگر اسکا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہوتا ہے البتہ کچھ لوگ تند و تیز انداز میں اس کے دفتری
انتظام اور مضامین کے بارے میں لکھا کرتے ہیں۔

کچھ لوگ لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ حج سے متعلق ہے اس میں سال بھر اسی قسم کے
مضامین آنے چاہئیں، دوسرے مضامین کی کیا ضرورت ہے، حتی کہ فتاوے کی بھی
ضرورت نہیں ہے، اور اگر اسے دینا ہی ہے تو حج کے بارے میں دینا چاہئے۔ ان دوستوں
کو معلوم ہونا چاہئے کہ حج سے متعلق معلومات موسم حج میں دی جاتی ہیں، سال بھر حج
و زیارت اور مناسک کے مسائل کا بیان کرنا ہی اسکا مقصد نہیں ہے، اس کے لئے مستقل
کتابیں ہیں، ایک صاحب "مطالعات و تعلیقات" پر خفا ہیں کہ اس کی کیا ضرورت ہے
یہ باتیں تو حدیث وغیرہ کی کتابوں میں ملتی ہیں، حالانکہ یہ عنوان البلاغ کے امتیازات
میں سے ہے اور اس کی باتیں اہل علم میں کافی مقبول ہیں۔ ہر ماہ سینکڑوں صفحات کے مطالعہ
کا نچوڑ اور نادر و نایاب معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے، جسے دوسرے اخبارات و رسائل نقل
کرتے ہیں اور اہل علم خاص طور سے اس کو پڑھتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں
فقہی مسائل و فتاوے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک صاحب نے تو اس لئے پرچہ بند کر دینے کو
لکھا کہ ایک بار ان کی مشرکانہ ذہنیت کے خلاف ایک فتویٰ آگیا تھا، ظاہر ہے کہ ہر قاری
و ناظر کی خواہش کے مطابق رسالہ کے مضامین نہیں ہو سکتے ہیں اور کسی بھی رسالہ کا معیار
لوگوں کے ذہن کے مطابق نہیں ہوتا ہے بلکہ اسکا مقصد لوگوں کے ذہن کو اپنے معیار پر
لانا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فتویٰ میں جو عربی عبارت دی جاتی ہے اس پر
اعراب اور اسکا ترجمہ ہونا چاہئے، ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ فتویٰ کوئی مضمون نہیں

ہوتا ہے بلکہ اس میں اہل علم کی معلومات کے لئے عربی عبارت لکھدی جاتی ہے جن کو اعراب اور ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے، دلیل اور حجت کے طور پر عربی عبارت نقل کردی جاتی ہے، جبکہ نفس فتویٰ اردو میں واضح طور پر دیدیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک میں جو رسالے نکل رہے ہیں ان میں لکھنے والوں کا ایک حلقہ ہے اور " البلاغ " چونکہ کسی خاص جماعت یا خاص تحریک ونظریہ کا ترجمان نہیں ہے اس لئے اس کے مضمون نگاروں کا کوئی حلقہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے مقصد ومعیار کے مطابق مضامین آتے رہیں اور تنوع باقی رہے، اور اب تو بعض پرانے رسالے جو جماعتی پشت پناہی میں نکل رہے ہیں ان کے لئے مضمون نگار نہیں مل رہے ہیں۔ اور پرانے مضامین خاص نمبر کے نام سے شایع کئے جا رہے ہیں۔ البلاغ کا سب سے اہم اور مفید تعاون یہ ہے کہ اس کے لئے توسیع اشاعت کی کوشش کی جائے اور اہل علم اپنی نگارشن روانہ کریں،

روس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی برسی منانے اور جشن بخاری برپا کرنے کی خبریں زور و شور سے عام کی جا رہی ہیں، اس سے پہلے بوعلی سینا اور بعض دوسرے مسلم علماء و فضلاء کی برسی منائی جا چکی ہے۔ یہ بھی سیاسی کھیل ہیں جن کا مقصد دنیا کو باور کرانا ہے کہ ہمارے ملک میں اسلام اور اسلامی روایات زندہ ہیں، خاص طور سے روس کا مقصد وحید یہی ہے، اس سے پہلے امام بخاری کی مشہور کتاب الادب المفرد " وہاں سے شاندار طریقہ پر چھاپ کر شایع کی گئی ہے، اور آج کل " سوویٹ یونین میں مسلمان " کے نام سے عربی میں ایک دیدہ زیب کتاب بہت سے اسلامی آثار کے فوٹوؤں اور نقشوں کے ساتھ چھاپ کر تقسیم کی جا رہی ہے اور باہر کی دنیا کو باور کرانے کی کوشش ہو رہی ہے کہ روس میں اسلام اور مسلمان اپنی پوری روایات کے ساتھ زندہ ہیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے، حالانکہ یہ وہاں کی موجودہ حکومت کے سخت خلاف بات ہے، دنیا اس قسم کے پروپیگنڈے میں نہیں آسکتی ہے۔

مُطالِعات
و
تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

صحیح عالم دین کی پہچان:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر جیسا کہ سنا ہے ویسا ہی دوسرے تک پہونچائے کیوں کہ بہت سے لوگ جن کو بات پہونچائی جاتی ہے وہ بات سننے والے سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ [1]

اس حدیث شریف میں خاص طور سے دو باتیں فرمائی گئی ہیں، ایک ایسے دینی عالم کے حق میں دعا فرمائی گئی ہے جو دین اسلام کی صحیح صحیح باتوں کو دوسروں تک وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ پہونچائے، رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ترمذی شریف

علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ پھیلائے اور ان پر عمل کرائے ،
ایسے مستند اور صحیح عالم کو اللہ تعالیٰ زندگی بھر تروتازہ اور ہشاش وبشاش رکھے گا، اور اس کے
چہرے بشرے سے سکون ووقار، تروتازگی، اطمینان، اور ہر دل عزیزی ظاہر ہوگی، اس کو
کسی حال میں ذہنی فکری، معاشی اور معیشتی پریشانی اور بے اطمینانی لاحق نہیں ہوگی، اور
سرد وگرم حالات میں سدا بہار اور ہرا بھرا رہے گا، عوام میں اس کے حسن اخلاق
اور وجاہت کی وجہ سے بے پناہ مقبولیت و پذیرائی ہوگی، لوگ ایسے عالم کو ہاتھوں ہاتھ
لیں گے، اور غیر شعوری طور سے اس کی طرف لپکیں گے، حتیٰ کہ جو لوگ اپنی خباثت طبع یا غلط
فہمی کی بنا پر علمائے دین سے بغض وکینہ رکھتے ہیں وہ بھی ان کی طرف رغبت کریں گے، دعائے
نبوی کا اثر علمائے حق کے حق میں اس طرح ظاہر ہوگا، اور اس کے برخلاف جو لوگ علم دین حاصل
کرکے دین کو صحیح طور سے مسلمانوں میں پیش نہیں کریں گے، احادیث رسول کو صحیح انداز میں
بیان نہیں کریں گے اور دین کی باتوں کو چھوڑ کر بے کار اور دور از کار باتیں کریں گے انہیں
تروتازگی، جاذبیت، بشاشت، سکون ووقار پیدا نہیں ہوگا بلکہ ان کے چہروں سے بدباطنی
اور تنافر کی کیفیت و کمیت ظاہر ہوگی۔ تم بہت آسانی سے صحیح اور غلط عالم کا پتہ اس کے
چہرے بشرے کی تروتازگی یا پژمردگی، بے رونقی اور مُردنی سے چلا سکتے ہیں.

دوسری بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ بہت سے لوگ کوئی اچھی بات
جاننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اسے جان کر اس پر عمل کرنے
لگتے ہیں اس لئے نیکی کی باتوں کو پھیلانا اور عام کرنا چاہیئے۔ اور اسے صرف اپنی ذات یا
کتاب یا لکھے پڑھے طبقہ تک محدود نہیں رکھنا چاہیئے، علم دین سب کی میراث ہے، عالم ہی
کا حصہ نہیں ہے وہ اس کا خزانہ دار نہیں ہے بلکہ نگراں اور قاسم و مبلغ ہے، یہی وجہ ہے کہ

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں علماء اور مولویوں کا کوئی خاص طبقہ نہیں ہے جس میں دینی کام دائرہ سائر رہے بلکہ مسلمانوں میں تو یہ مثل مشہور ہے کہ ملا نہیں ہوگا تو کیا نماز نہیں ہوگی؟

حفاظت خود اختیاری

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے قرآن حکیم کی آیت پڑھی کہ تم لوگ جہاں تک ہو سکے، دشمن کے لئے قوت وطاقت جمع کر رکھو، پھر آپ نے قوت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا، خبردار قوت رمی ہے، خبردار قوت رمی ہے، خبردار قوت رمی ہے۔ [1]

حفاظت خود اختیاری یعنی اپنی حفاظت آپ کرنا ہر ذی روح اور جاندار کا فطری حق ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی نہ کوئی قوتِ دفاع رکھ کر ودیعت کیا ہے، جانوروں کے لات، سینگ، دانت، چونچ، سونڈھ، زہر، الغرض کوئی نہ کوئی چیز ان کی طرف سے دفاع میں کام آنے کے لئے ہے۔ اور بوقت ضرورت وہ اس سے کام لیتے ہیں۔ انسانوں میں یہ طاقت بدرجۂ اولیٰ اور بدرجہ اتم واعلیٰ رکھی گئی ہے۔ اور ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے تیاری کرے اور ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے دشمن کے ہاتھ میں جا کر بلا مدافعت ومقابلہ کے بزدلی اور نامردی سے جان دیدے۔

اسلام نے انسانوں کو جہاں عقائد واعمال کی قوت وطاقت سے ایک مضبوط مقام ومرکز دیا ہے وہیں ان کو اپنی حفاظت کے لئے قوت وطاقت فراہم کرنے کی تلقین کی ہے کیوں کہ مسلمان دنیا میں قتل وغارت، فتنہ وفساد اور کشت وخون کو ختم کرنے کے لئے آیا، اس لئے پہلے خود اسے اپنی حفاظت اور اپنی طرف سے مدافعت کرنی چاہیئے، تاکہ وہ دوسروں کی حفاظت

---

[1] مسلم شریف

کر سکے اور ان کو مقابلہ و مدافعت سکھا کر امن و محفوظ کر سکے۔ قرآن حکیم میں مسلمانوں کو اس کی تاکید کی گئی ہے۔ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے قوت اور رباط فی سبیل اللہ کی تیاری کا حکم دیا گیا اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت کی ساری کیفیت و کمیت ایک رمی میں مرکوز فرمائی ہے، عربی میں رامی کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ اس میں وہ سب کچھ آگیا جس کی وجہ سے دشمن سے دور رہ کر اسکا مقابلہ کیا جائے۔

فتنہ و فساد بر پا کرنا حرام ہے۔ قتل و غارت کی اسلام میں ممانعت آئی ہے، اللہ کی زمین پر فساد کرنے والے بدترین لوگ ہیں۔ ایسے بدترین لوگوں کو دنیا میں رہنے کا حق نہیں ہے، مسلمانوں کو ان غیر انسانی بلکہ حیوانی اور شیطانی حرکتوں سے بہت دور رہنا چاہیئے۔ البتہ اگر دشمن حملہ کرے تو دفاع کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے حفاظت خود اختیاری قانون فطرت ہے اور جسے دنیا کی حکومتیں بھی بنیادی حق قرار دیتی ہیں۔

اسلامی سیاست :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت اور عوام کی مثال دیتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا میری خلافت اور عوام کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ سفر پر روانہ ہوئے ہوں اور اپنے اخراجات کی رقم اپنے میں سے ایک آدمی کے حوالہ کر دی ہو اور اس سے کہدیا کہ وہ اسی میں سے ان سب کے لئے خرچ کرے تو کیا اس کو یہ حق ہو گا کہ کسی معاملہ میں وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دے؟ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اسے یہ حق حاصل نہیں ہے۔ [1]

یعنی اسلامی خلافت کا امیر و خلیفہ اور اس کے عوام و رعایا آپس میں ایسے ہی ہیں اور امیر کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ عوام کے مال، یا ان کے حق پر ان کی طرف سے قابض و دخیل بنکر

---

[1] تاریخ عمر ابن جوزی

کے بعد ان کے مقابلہ میں کسی معاملہ میں اپنے کو ترجیح دے یا ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے۔ یہ اسلامی سیاست وحکمت کی بات ہے، اور خلفائے اسلام اسی اسلامی سیاست کے طور پر اپنے اپنے کارنامے انجام دئے۔ اور بلا کسی قسم کی ترجیح کے ہر آدمی کو برابر سمجھا ہے اور اس کے ساتھ برابری کا معاملہ کیا ہے۔

اس سیاست کے مقابلہ میں آج کی سیاست کو دیکھو لوکہ ٹاؤن ایریاؤں، نوٹی فائڈ ایریاؤں، میونسپلیٹیوں اور کارپوریشنوں تک کے جمہوری ممبر کیا کمائی کرتے ہیں اور اس دھندے میں ان کو کس قدر زیادہ نفع ہوتا ہے، اگر ایک دو بار بھی اس کا موقع مل گیا تو پھر ان کے خیال واعمال سے ان کی زندگی بن جاتی ہے۔ اس سے اونچے درجہ کی ممبری کیا بات ہے؟

اسلام کے محافظین :-

قاضی ابو بکر بن عربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ رحمۃ اللہ علیہ نے "العواصم من القواصم" میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ دین کے محافظ وہ علماء ہیں جو اللہ کے دین کے خیر خواہ ہیں اور ان کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علمائے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث واخبار کو محفوظ کیا۔ یہ لوگ ان لوگوں کے بمنزلہ ہیں جو انسانوں کے معاشی اور غذائی خزانہ کے محافظ وخزان ہیں، یعنی اسلام کی اصلی غذائیں ان کی وجہ سے محفوظ ومامون ہیں۔

(۲) علماء اصول نے اللہ کے دین سے اہل عناد اور اہل بدع کو ہٹایا، یہ لوگ اسلام کے بہادر اور اس کے پہلوان ہیں جو گمراہی کی تنگیوں میں اس کے دشمنوں کو پچھاڑتے ہیں۔ گویا اسلام کا دفاعی مورچہ اس کے حوالے ہے۔

(۳) وہ علماء جنہوں نے عبادات کے اصول اور معاملات کے قوانین کو ضبط ومدون کیا، اور محرمات سے محللات کو الگ کیا، خراج اور دیت کے معاملات کو مستحکم

کیا، قسم اول اور قسم دوم کے معانی بیان کئے۔ دعووں اور مطالبات میں فیصلے کئے، یہ لوگ دین میں بمنزلہ ان وکلاء کے ہیں جو اسحال میں دخل و خروج کے متصرف و مختار بنائے جاتے ہیں یعنی اسلام کے داخلی معاملات ان کے ذمہ ہیں۔

(۴) وہ حضرات جنہوں نے صرف خدمت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا اور وہ رات دن عبادت و ریاضت میں لگے رہے اور مخلوق سے الگ تھلگ ہو کر اس طرح رہے کہ آخرت میں ان کی حیثیت وہ ہوئی جو دنیا میں دنیا کے خاص خاص بادشاہوں کی ہوتی ہے۔[1]

دیکھو کہ ان چار قسم کے محافظ دین اسلام نے آج تک اسلام کی محافظت کس طرح کی، اگر ان میں سے کوئی بھی طبقہ اپنی ذمہ داری نہ سنبھالتا تو اسلام کے اس خاص متعلقہ شعبہ میں کس قدر خرابی آجاتی، ویسے تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حقیقی محافظ و نگراں ہے۔ مگر ظاہری اسباب کے درجے میں ان چار گروہوں کی سخت ضرورت رہی ہے۔ اور آج جبکہ ان چاروں طبقوں میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور ان کے آدمی نہیں مل رہے ہیں۔ اسلام کے لئے ہمیں تمہیں کیا کرنے کی ضرورت ہے؟ اس کا احساس صرف علماء ہی کو نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کو بھی ہونا چاہیئے، وہ بھی اس بارے میں مسئول ہیں، اور ان سے بھی جواب طلب کیا جائے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ علماء پر ذمہ داری بہت زیادہ ہے کیونکہ انھوں نے آپ کو محافظ اسلام کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس حقیقت کو دیکھو اور آج کل کے مولویوں، ملاؤں، پیروں فقیروں کو دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ لوگ کس قدر اپنی اصلاح کے قابل ہو گئے ہیں۔

یہ ہے تقویٰ :۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن مسلم بن حجاز رحمۃ اللہ علیہ فقیہ و محدث

---

[1] العواصم من القواصم ص ۱۹۱

تھے، مگر آخر میں علمی زندگی ختم کر کے عملی زندگی اختیار کر لی۔ اور عبادت و ریاضت میں لگ گئے حتی کہ ۲۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن مسلم بن حجاز کا جب آخری وقت آیا تو انھوں نے چند چیزوں کے بارے میں وصیت فرمائی،

(۱) پہلی وصیت یہ ہے کہ میرے پڑوس کے مکان والے شکایت کیا کرتے تھے کہ میرا پرنالہ ان کے راستہ میں گرتا ہے، ان کی شکایت پر میں نے پرنالہ دوسری جگہ لگانا چاہا مگر مکان میں کوئی مناسب جگہ نہیں ملی، پھر میں نے اسے ختم کرنے کا ارادہ کیا مگر فوراً خیال آیا کہ میری کمزور یتیم بھتیجیاں بے پردہ ہو جائیں گی۔ ان کے باپ کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے ان کو مزید رنج ہوگا۔ لہذا تم لوگ پڑوس کے مکان والوں سے پرنالہ کے بارے میں معذرت کر لینا۔ اور کہہ دینا کہ وہ مجھے معاف کر دیں گے

(۲) میرے پڑوسی اسحٰق بن شعیب نے میرے پاس کہلوایا تھا کہ وہ میرے مکان کی دیوار میں ایک روشن دان کھولنا چاہتا ہے تاکہ اسکا اندھیرا مکان روشن ہو جائے اور یہ کہ وہ روشن دان اوپر کی طرف کھولے گا تاکہ ہمارے گھر کی بے پردگی نہ ہو، میں نے اجازت دی اور اس نے سامان جمع کیا۔ مگر پھر خیال آیا کہ میرے بھائی کی یتیم بیٹیوں کی بے پردگی ہو جائے گی اس لئے انکار کر دیا، تم لوگ اسحاق بن شعیب سے بات چیت کر کے پہلے میری اجازت پھر انکار کے بارے میں معافی مانگ لینا۔

(۳) تین درہم صندوق میں تیس سال سے زائد سے رکھے ہیں، میں کپڑے کی تجارت کرتا تھا، مجھے معلوم نہیں کہ یہ درہم میرے پاس امانت کے ہیں، یا کسی نے ادھار لیا تھا واپس دیا ہے، تم لوگ ان تینوں درہم کے بارے میں لوگوں سے سوال کرنا

اور جیسے کہیں ان کو صرف کرنا۔

(۴) فلاں خاندان والوں نے دو دینار پر ایک طشت میرے پاس رہن رکھا تھا مجھے بتایا گیا کہ میرے گھر والوں نے ایک مرتبہ اس طشت میں کھانا کھایا ہے، تم لوگ اسکے مالک سے جب واپس لینے آئے تو کہہ سن کر اسے معاف کرا لینا اور نہ مانے تو اس کا طشت اور دونوں دینار اسی کو دیدینا۔

(۵) میں نے تقریباً ستر دینار چھوڑا ہے اس میں سے ایک تہائی میرے بھائی کی بیٹیوں کو دینا ہے یہ میری وصیت ہے، اور دو تہائی میرے بھائی کے بیٹوں (بھتیجوں) کے لئے میراث کے طور پر ہے [۱]

تقویٰ اور خدا ترسی کی یہ مثال صرف ایک ہی نہیں ہے۔ بلکہ بلکہ اس قسم کی سیکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں اسلامی رجال میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت محمد بن مسلم بن حجاز دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں تو اپنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں جن تعلق بندوں سے ہے نبٹائے جاتے ہیں تاکہ قیامت میں ان کی طرف سے ذمت رہے، غور کرو ہمارے کتنے سنگین معاملات ہیں جن کی ہمیں ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے، نماز روزہ والا تقویٰ تو آسان ہے مگر معاملات کا تقویٰ بہت ہی مشکل ہے۔

حجاج کرام! حج ۱۴۰۵ھ کا اعلان ہو گیا، مغل لائن کے فارم پر صحیح طریقہ سے خانہ پری کر کے اپنی اپنی درخواستیں مغل لائن کے پتہ پر روانہ کریں۔۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۰۹ و ۲۰۴

یوگوسلاویہ کے مسلمان

اور اسلامی علوم و فنون میں انکا حصہ

بقلم شیخ الاسلام: سلیمان آفندی کموزدہ، صدر مسلمانان یوگوسلاویہ
(تلخیص و ترجمہ مولانا خالد کمال مبارکپوری، اطہر اسلامک سنٹر، اکرا، گھانا
مغربی افریقہ)

مذکورہ بالا عنوان امت اسلامیہ کے ایک بڑے طبقہ کو کچھ عجیب و غریب سا ضرور معلوم ہوگا، کیونکہ وہ تو ابھی حال ہی تک یوگوسلاویہ میں اسلام کے وجود ہی سے واقف نہیں تھے چہ جائیکہ وہ وہاں کے مسلمانوں کے علمی و دینی کارناموں سے متعارف ہوں، ان لوگوں کی معلومات کیلئے مختصر طور پر یوگوسلاویہ میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پہلے چند سطور حاضر خدمت کیجا رہی ہیں، پھر اصل موضوع پر گفتگو ہوگی۔

(۱)

ترکوں نے سنہ ۱۳۸۱ء میں چرنو، اور سنہ ۱۳۸۹ء میں کوسوو کے معرکوں میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد صربیا، بوسنہ اور ہرسک کے علاقوں کو مکمل طور پر آستانہ کے زیر نگین کر دیا

اور اس طرح سنہ ۱۳۹۵ء میں اسلام کا سورج یوگوسلادیہ کی افق پر پہلی مرتبہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا اور وہاں کے باشندوں نے اسلام کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرتے ہوئے اپنی رضا و رغبت سے حلقہ اسلام کو وسیع کرنا شروع کیا،

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر۔

(۲)

اس وقت یوگوسلادیہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی مجموعی تعداد پچیس ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے، جو صوبہ بوسنہ و ہرسک، صوبہ صربیا، صوبہ مکدونیا، اور صوبہ جبل اسود میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی کچھ آبادی صوبہ کرواتیا خصوصاً زغرب، دُد مرنیک، ادسیاک، اد ریکا اور صوبہ سلودینیا میں بھی پائی جاتی ہے۔

(۳)

یوگوسلادیہ کے مسلمانوں کی اپنی اسلامی تنظیمیں اور ان کے اپنے دینی ادارے ہیں۔ جو مرکزی اسلامی تنظیم کے تحت چل رہے ہیں۔ اس مرکزی اسلامی تنظیم کا صدر اعلیٰ علماء کے طبقہ کا کوئی سربرآوردہ فرد ہوتا ہے، جو یوگوسلادیہ کے اسلامی امور کا سب سے بڑا اور آخری مرجع ہوتا ہے، یہی مرکزی اسلامی مجلس کا بھی سربراہ ہوتا ہے، ہر ایک صوبہ کی الگ الگ اسلامی تنظیم اور اسلامی مجلس ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کے دینی اور علمی ادارے بھی الگ الگ ہوتے ہیں، جن کے تحت مدارس و مساجد اور وعظ و تقریر کے پروگرام چلتے رہتے ہیں، یوگوسلادیہ میں تقریباً دو ہزار مسجدیں پائی جاتی ہیں، ہر مسجد کا ایک امام ہوتا ہے جو نماز پڑھانے کے ساتھ ساتھ وعظ و تقریر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرائض

بھی انجام دیتا ہے۔ دینی تعلیم کا انتظام و انصرام بھی عام طور پر اسی کے ذمہ ہوتا ہے

(۴)

باوجودیکہ یوگوسلاویہ کے مسلمان عالم اسلام سے الگ تھلگ اور مرکز اسلام سے کٹے ہوئے تقریباً پانچ صدیوں سے اس خطۂ یورپ میں آباد چلے آرہے ہیں لیکن انھوں نے تاریخ کے کسی بھی دور میں تعلیمات اسلام کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ بلکہ ہر زمانہ میں انھوں نے اسلامی اصول اور تعلیم کو باقی رکھا۔ اور اسلامی رسم و رواج پر سختی سے قائم رہے۔

(۵)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت میں عربوں نے جو پارٹ ادا کیا ہے نہ ہم اس کی اہمیت کے منکر ہیں، نہ ہی ان کے اس ایثار و جہاد کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار ہیں یہ سراسر ظلم ہے اور اس سے بغض و عناد کی بو آتی ہے، اس سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عرب تھے، اور قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی نشر و اشاعت میں عجمیوں نے عربوں کے دوش بدوش کام کیا ہے اور اپنے اپنے میدان کی وسعت کے اعتبار سے کوئی ایک دوسرے سے پیچھے نہیں رہا ہے، بھلا کون ہے جو علماء ماوراء النہر، علماء ترک اور علماء فرس کی اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت کی مساعی جمیلہ سے انکار کر سکے؟

(۶)

یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ انھوں نے بھی اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعمیر میں مختلف میدانوں

میں قابل ذکر کارنامے انجام دئے ہیں، ڈاکٹر صفوت بیگ باغیچ نے اپنی مشہور کتاب "خلافت عثمانیہ کے مشاہیر بوسنہ" میں اور شیخ محمد خانجیچ نے اپنی کتاب "الجواھر الاسنی فی تراجم علماء وشعراء بوسنۃ" میں پانچ سو سے زیادہ ان مشاہیر بوسنہ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں جنہوں نے علم وسیاست اور قیادت وحکومت کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کے ساتھ ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ اور سربلندی اسلام کے لئے قابل صد رشک خدمات پیش کی ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر نے خلافت عثمانیہ میں بڑے بڑے عہدے حاصل کئے، کوئی وزیر بنا، کوئی صدر، کوئی گورنر بنا کوئی کرنل، حتیٰ کہ انہیں میں بعض بغداد، دمشق اور قاہرہ میں آستانہ کی نیابت کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے، دوسری ایک بڑی تعداد ان فوجی کرنلوں اور جرنلوں کی ہے جنہوں نے مشرقی یورپ کے کئی ایک ملکوں کو نہ صرف فتح کیا بلکہ وہاں کے باشندوں کے دلوں میں ایک ایسی ایمانی شمع بھی منور کردی جسے الحاد وارتداد اور ناساعد حالات کی باد صرصر بھی آج تک نہیں بجھا سکی۔

حکومت وسیاست اور ولایت وقیادت کے میدان میں اترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے علم وادب اور فنون وثقافت میں کوئی کردار ہی نہیں ادا کیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یوگوسلاویہ کے مسلمان اسلامی علوم وفنون میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور انھوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ، تصوف، تاریخ، ادب، شعر، فصاحت وبلاغت، لغت، نحو، صرف، وغیرہ کے خزانوں میں نہایت بیش بہا اضافے کئے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ علماء ابھی حال ہی تک عربی اور ترکی زبان کو علمی زبان کے طور پر استعمال کرتے تھے اور اپنے انمول علمی جواہر انہیں خیوط ذہبیہ میں پرو دیا کرتے تھے، خصوصًا ان کی دینی اور اسلامی تصنیفات عام طور پر عربی ہی میں ہوا کرتی تھیں، آئیے آپ بھی ان کے اسلامی علوم وفنون کے ان

شہ پاروں پر ایک اجمالی نظر ڈال لیجئے۔

تفسیر

مفسرین قرآن میں محمد بن موسیٰ کا نام سر فہرست ہے، یہ بوسنہ وہرسک کے دارالسلطنت سرائیوو میں پیدا ہوئے، اور بہت دنوں تک حلب کے قاضی القضاۃ رہے ان کی تصانیف میں تفسیر بیضاوی کی شرح نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی یہ شرح مکمل نہ کر سکے۔ اس کے کچھ اجزاء قاہرہ کے مشہور کتب خانہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ تفسیر کے علاوہ فقہ، نحو، فصاحت، بلاغت اور منطق میں بھی ان کی تصانیف موجود ہیں۔

عبداللہ آفندی بوشناق بھی تفسیر میں کئی تصانیف کے مالک ہیں، مثلاً سورہ یوسف کی تفسیر بنام البرهان الجلیل، سورۂ کہف اور سورۂ ہود کی تفسیر پر ایک رسالہ، ان کے علاوہ چھ دوسرے رسالے جو قرآن کی مختلف آیتوں کی تفسیر پر مشتمل ہیں، باوجودیکہ عبداللہ آفندی بوشناق کا شمار اونچے درجہ کے علماء تصوف میں ہوتا ہے لیکن انہوں نے اپنی تفسیر اور مذکورہ بالا تفسیری رسالوں میں صوفیاء کرام کا خاص نہج اختیار نہیں کیا ہے، بلکہ اہل حقیقت کے نہج پر چلے ہیں۔

زمخشری کی مشہور تفسیر کشاف کی شرح سید شریف نے لکھی ہے جو آگے چل کر بہت مشہور ہوئی ایک یوگوسلاوی عالم مولوی عبدالکریم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے اسی طرح مفسرین کے زمرہ میں علی دَدہ اور ضیاء الدین احمد کا نام بھی آجاتا ہے یہ دونوں عالم ہرسک کے دارالسلطنت موستار میں پیدا ہوئے۔ اور تفسیر میں بعض اہم تصانیف چھوڑ گئے ہیں جن میں خواتم الحکم اور انیس الواعظین خاص طور پر قابل ذکر ہیں

حدیث

فہرس الفہارس کے مؤلف نے بوسنہ وہرسک کے علماء میں علم حدیث کے اندر شہرت پانے والوں میں حسن بن مصطفےٰ کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے، اور انکی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اپنے وقت میں اہل مدینہ منورہ کے لئے علم حدیث کے مرجع تھے، علم حدیث کی اہم مؤلفات میں علی بن مصطفےٰ بوشناق کی فضائل الجہاد خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس کتاب کے تین باب ہیں، اور ہر باب میں چالیس احادیث آتی ہیں، اسی طرح عثمان بن ابراہیم بوشناق کی تحقیق النیات بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے، آمیں انہوں نے ان تمام احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جن کا تعلق نیت سے ہے۔

کلام یا توحید

اس فن کی ممتاز اور اسلامی دنیا کی شہرت یافتہ شخصیتوں میں حضرت کمال محمد آفندی کا نام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ بیاضی زادہ کے نام سے مشہور ہیں اور آپکا حلقہ تدریس کافی وسعت رکھتا تھا، حلب، مکہ مکرمہ اور آستانہ میں قاضی کے عہدے پر مدتوں فائز رہے انکی تالیف میں اشارة المرام من عبارات الامام خصوصیت سے ذکر کی جاتی ہے، اس کتاب میں انھوں نے امام ابوحنیفہ رح کی علم کلام سے متعلق تصانیف الفقہ الاکبر، رسالہ، کتاب العالم، الفقہ الاوسط اور الوصیۃ کو ایک ہی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس کی مفصل شرح کر کے اشارة المرام نام رکھا، یمنی عالم مقبلی نے اپنی کتاب العلم الشامخ میں اشارہ المرام کی بڑی تعریف کی ہے، اور علامہ زاہد کوثری نے تبیین کذب المفتری میں کھل کر کتاب کی قدر و منزلت اور مؤلف کی عظمت وجلالت کا اعتراف کیا ہے۔

اس میدان کے شہسواروں میں دوسرا نمبر حسن کافی اقحصاری کا ہے۔

جنہوں نے روضۃ الجنان فی اصول الاعتقادات لکھ کر خود ہی اس کی شرح کی اور اس کا نام انہار الروضیات رکھا، انہیں کی دوسری تصنیف نور الیقین ہے۔ جو علم کلام میں خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی طرح شیخ مصطفیٰ ایوبی موستاری کی کتاب بدر المعانی فی شرح مبدأ الامانی بھی علم کلام میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔

فقہ

علمائے بوسنہ ذہرسک کی ایک بہت بڑی تعداد نے میدان فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں، اور بہت سی قیمتی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ ان میں بعض مشہور و مفید تصانیف کا ذکر حاضر خدمت ہے۔

حسن کافی اقحصاری نے چار جلدوں میں مختصر الدرری کی شرح لکھی ہے، نیز حدیقۃ الصلاۃ بھی ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ضیاء الدین مصطفیٰ موستاری نے النقادی لابحر درۃ النقادی، النفع الدلائل، اور تنویر القلوب جن کے صفحوں کی مجموعی تعداد تین ہزار چار سو تک پہونچتی ہے۔ لکھکر فقہی دنیا میں ایک بیش بہا اضافہ کیا، احمد خاتم آفندی کی شرح ملتقی الابحر عبداللہ آفندی بن حسن کی مناسک الحج اور محمد محتشم آفندی کی آداب الحکام و منظر الاحکام بھی دنیائے علم فقہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی طرح کتاب النکاح، زبدۃ الفرائض، احسن الوسیلہ فی معرفۃ الوصایا والوصیۃ، اضح التفصیہ فی لبس القلنصوۃ النصرانیہ، تسہیل الفرائض عمدۃ الفرائض، عقد الفرائد شرح عمدۃ الفرائض اور شیخ سیف اللہ برہو کی کتاب العبادات بھی خاصی اہمیت حامل ہیں۔

اصول فقہ

اصول فقہ ان اسلامی علوم میں سے ایک نمایاں علم ہے جس کی علماء بوسنہ ذہرسک کی

نزدیک بڑی اہمیت رہی ہے۔ اور انہوں نے اس فن پر خصوصی توجہ دی اور دنیائے اسلام میں نمایاں مقام حاصل کیا، اسکا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ حسن کافی آفندی نے اپنی کتاب نظم العلماء میں لکھا ہے کہ انہوں نے جب اپنی کتاب سمط الوصول الی علم الاصول لکھی اور علمائے بیت المقدس، شام، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی خدمات میں پیش کی تو انھوں نے اس کی دل کھول کر تعریف کی، اور سب نے بنظر استحسان دیکھا، اسی طرح مفتاح الحصول اور فتح الاسرار بھی اس فن میں خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں شیخ مصطفیٰ یویو کی تصانیف ہیں، ان کے علاوہ شیخ موصوف نے مختلف اسلامی علوم و فنون تیس سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شیخ حسن سباہو کی منتخب الاصول لانتخاب الاصول اور مصطفیٰ آفندی قرابک موستاری کی شرح المرآۃ کو بھی اس موقع پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تصوّف

علم تصوف میں ابراہیم بن تیمور خاں نے محرقۃ القلوب فی الشوق لعلام الغیوب اور عبداللہ آفندی بوشناق نے شرح فصوص الحکم لکھ کر اس میدان میں قابل فخر خدمات انجام دی ہیں، علاءالدین دہ دہ نے بھی اس علم پر قلم اٹھایا ہے نیز اس علم میں اسئلۃ الآخرۃ،... خواتم الحکم، حل الرموز، کشف الکنوز اور موافق الآخرۃ بھی قابل قدر تصانیف ہیں۔

علوم عربی زبان دانی

عربی زبان کے قواعد و ضوابط اور اصول درس پر علمائے بوسنہ و ہرسک نے خصوصی توجہ دی، کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں، یہ علماء عربی زبان ہی کو دینی اور علمی تصنیف و تالیف کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے، کیونکہ یہ اس وقت کی مروجہ زبان ہونے کے ساتھ ساتھ

دینی اور قرآنی زبان تھی، نحو وصرف میں حسن کافی آفندی اقحصاری اور شیخ سودی کی الشافی کی شرحیں، محمد بن موسیٰ موستاری کی الاعتراضات علی العصام، محرم کا جامی پر حاشیہ شیخ یلیوی کی الفوائد العیدیہ جو زمخشری کی کتاب النموذج کی شرح ہے، اور الحاج محمد آفندی ابن یوسف کی طبیب المبتدئین والیقین خصوصیت سے ذکر کیجا سکتی ہیں اسی طرح علوم فصاحت وبلاغت میں کافی آفندی الحصاری کی تحصین التلخیص محمد ابن موسیٰ کی مفتاح العلوم، اور احمد ابن حسن کی الشرح المفید جو ابوالقاسم سمرقندی کے الرسالۃ الفریدہ کی شرح ہے، اس موقع پر فخر کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہیں

عروض

یوگوسلادیہ کے علماء نے علم عروض کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں قابل قدر اضافہ کیا ہے، چنانچہ محمد آفندی کی کنیت ہی عروضی پڑگئی تھی، کیوں کہ انہوں نے اس فن پر خاصی توجہ دی تھی، اور بڑا مقام حاصل کیا تھا، اور یادگار کے طور پر کچھ مولفات بھی چھوڑی ہیں۔ اسی طرح محمد آفندی خلیل نے ابوعبداللہ انصاری اندلسی کی مشہور کتاب الرسائل الاندلسیۃ فی بیان الاوزان العربیہ کی ایک مفصل شرح لکھی ہے

ادب

لیلائے عربی ادب کی دونوں زلفوں، نثر و نظم۔ کو بھی علمائے یوگوسلادیہ نے سنوارنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، احمد شمس الدین ترابلی نے الرسالۃ العلمیۃ اور الرسالۃ السیفیہ لکھا، محمد محتشم آفندی شعبان زیج نے مناظرۂ سیف و قلم کے موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا، الحاج محمد کامل بیگ ہرسکی نے المعلقات السبع کی شرح سپرد قلم کی، اور علامہ فہمی جابیج نے طلبۃ الطالب فی شرح لامیۃ ابی طالب، حسن الصنیع

فی شرح استعارۃ الصحابۃ اور مبرد کی الکامل کا حاشیہ یادگار چھوڑا۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ علمائے یوگوسلاویہ نے تاریخ، رجال، حساب، قرأۃ، وغیرہ پر بھی بہت سی قیمتی یادگاریں چھوڑی ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں، اسی طرح ترکی اور فارسی زبان میں ان کی علمی و دینی تصانیف کے لئے بھی کسی دوسرے مقالہ کی ضرورت درپیش ہوگی۔

یہ یوگوسلاویہ کے علمار کے علمی و دینی کارناموں کا ایک مختصر جائزہ ہے جو انہوں نے ماضی میں انجام دئے ہیں، آج بھی یہ لوگ اسلام کا پیغام پہونچانے کے لئے اس سرزمین یورپ میں قدم قدم پر پھیلاتی ہوئی دشواریاں اور رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں، اسی سلسلہ میں حوصلہ افزائی کی کرن اس دریچہ سے نظر آجایا کرتی ہے۔ جسے یوگوسلاویہ کی حکومت نے دنیائے عرب و اسلام سے تعلقات بڑھانے کے لئے کھول رکھا ہے۔

مرکزی اسلامی تنظیم کی زیر نگرانی سراجیو سے ایک مفید معلوماتی اسلامی ماہنامہ یوگوسلاوی زبان میں نکل رہا ہے، جس میں تفسیر حدیث فقہ حنفی اور اصول فقہ وغیرہ پر مشتمل مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں، اسکا ایک ضمیمہ بھی عربی زبان میں عربی ٹائپ رائیٹر پر شایع ہوتا ہے تاکہ یوگوسلاویہ اور یورپی ممالک کے عربی داں بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔

میم نامۂ حج

سفرِ حج ساٹھ میم

مولانا محمد مسعود شمیم۔ مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

(۴)

(۲۶) میدانِ عرفات :- ایک معین و محدود وقت میں عرفات کی حاضری کا نام حج ہے، یہ خدا کے مقبول بندوں کو نصیب ہوتا ہے حتی الامکان سکون و دلجمعی کے ساتھ اس مبارک وقت کو عبادت اور دعاؤں میں گذاریے اور ان خاص لمحات کی قدر کیجیے۔ کبھی اپنے معلم کی قیام گاہ یا اپنے خیموں کی حد سے دور نہ جائیے ورنہ معلم کے کیمپ تک واپس نہ آسکے اور رفقاء سے بچھڑ گئے تو یہ بابرکت دن اور نادر موقع خاک چھاننے میں گزرے گا، مزدلفہ کی رات بھی بدحواسی کی نذر ہوگی، گمشدگی اور اس پریشان حالی میں آپ دوسرے دن منیٰ ہی میں اپنے رفقاء سے مل سکیں گے، میدان عرفات میں بھٹکنے یا گم جانے کے تکلیف دہ مناظر ہر سال نظر آتے ہیں، اور ان گمشدہ حجاج (مرد اور عورتیں)

کی اس حالت پر حسرت اور افسوس ہوتا ہے، کسی وجہ سے آپ اپنی قیام گاہ سے دور جا نکلیں تو معلم کا آدمی یا کوئی مقامی رہنما اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

حکومت کی طرف سے گمشدہ حجاج کی مدد کے لئے اور ان کو جائے قیام یا معلم کے کیمپ تک پہونچانے کے امکانی وسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن سے حجاج کے لئے ضروری ہدایات کا مختلف زبانوں میں اعلان ہوتا رہتا ہے۔ وزارت حج کی جانب سے عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں اس کے لئے مستقل انتظام کیا جاتا ہے، مگر ان تمام خدمات اور سہولتوں کے باوجود لاکھوں حجاج کے اس اجتماع میں ہر شخص کی مدد کرنا آسان کام نہیں، آپ خود احتیاط سے کام لیجئے، اور دوسروں کی ہنگامی ذمہ داریوں میں اضافہ نہ کیجئے۔

اکثر حج کے دن میدان عرفات میں ظہر (زوال) کے بعد تیز ہوا، آندھی یا بارش ہوتی ہے اس لئے ظہر سے قبل کھانے پینے اور دیگر ضروریات سے فارغ ہو جائیے۔ زوالِ آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک قیام عرفات کا وقت ہے۔ اس سے پہلے آپ عبادت و ذکر الٰہی اور دعا کے لئے تیار ہو جائیے، ظہر اور عصر کی نماز اپنے اپنے وقت پر جماعت سے اپنے قیام پر پڑھیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم اور عظیم الشان کا دل و جان سے شکر ادا کیجئے کہ اس نے اپنے دربار میں حاضری کی یہ نعمت سعادت نصیب فرمائی۔

۲۷۔ مزدلفہ :- عرفات سے روانگی کے بعد آپ یہ رات مزدلفہ میں گذاریں گے، یہ رات شب قدر سے کم نہیں، یہاں اس میدانی "رین بسیرے" میں اپنا مختصر اور ضروری سامان ہینڈ بیگ وغیرہ حفاظت سے رکھیئے، ادھر اُدھر نہ پڑا رہے۔

مزدلفہ پہونچ کر مغرب و عشاء کی نماز ایک ہی وقت میں آپ کو پڑھنی ہوگی، کسی محفوظ برتن یا پلاسٹک کے چھوٹے ڈرم میں عرفات سے وضو وغیرہ کے لئے پانی لے کر چلیئے تاکہ مزدلفہ میں

عین وقت پر پانی تلاش کرنے میں زحمت نہ ہو، صبح کی نماز اور ضروریات کے لئے بھی پانی بچاکر رکھئے، صبح کی نماز کے لئے مزدلفہ میں توپ چلتی ہے، اس سے قبل صبح کی نماز نہ پڑھیئے یاران طریقت نیک بختی کے جوش و خروش میں نصف شب کے بعد ہی سے صبح کی اذان دینا شروع کر دیتے ہیں جو غلط اور قبل از وقت ہوتی ہے، مزدلفہ کی رات کے لئے کچھ کھانے کا سامان ضرور ساتھ رکھیئے۔

۲۸۔ منیٰ :- منیٰ کے پہلے دن (۱۰ تاریخ) کی قربانی (دم تمتع) اور تین دن یہاں قیام اور آمد و رفت کے لئے آپ کو ریال اور ریزگاری کی ضرورت ہوگی یہاں کے نرخ اور شرح تبادلہ میں کافی نقصان ہوگا۔ اس لئے ضرورت کے مطابق ریال وغیرہ اپنے ساتھ مکہ معظمہ سے لیکر جائیے۔ پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی ساتھ رکھیئے۔ دنیا میں "منیٰ" ایک ایسا شہر ہے جو صرف تین دن کے لئے آباد ہوتا ہے، ہوٹل، چائے خانے، شربت اور ہر قسم کے کھانوں، اور ضروریات کی دکانیں، بارونق بازار۔ آپ کو ملیں گے۔

یہ حج کی ایک قابل ذکر خصوصیت ہے کہ منیٰ میں لاکھوں حجاج کے اس اجتماع میں ۷ ذی الحجہ سے ۱۰ ذی الحجہ تک آپ کو کہیں اور کسی جگہ بھی اور مجمع کا نام و نشان نہ ملیگا ۱۳ ذی الحجہ سے حسب سابق یہ ہر جگہ موجود ہوں گے اور اسی زور و شور کے ساتھ۔

گرمی اور دھوپ وغیرہ میں چھتری کے بغیر نہ جائیے۔ دھوپ میں چلنے کے بعد جب پسینہ آرہا ہو، برف کا پانی، آئس کریم۔ یا کوئی تیز ٹھنڈا شربت وغیرہ کبھی استعمال نہ کیجئے عام طور پر گرمی کی شدت اور لو میں لیموں کا شربت یا تربوزہ کا عرق مسکن و مفید ثابت ہوگا۔

۲۹۔ مذبح اور رمی :- منیٰ میں قربانی (دم تمتع) کے لئے ایک خاص جگہ مقرر ہے۔ یہ کچھ فاصلہ پر ہے، اس کو مذبح (ذبح کرنے کی جگہ)

کہتے ہیں، یہاں پہونچ کر قربانی اپنے سامنے کرائیے۔ ضعف بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے آپ مذبح تک خود نہ جاسکیں تو اپنے رفقاء حج میں سے کسی دار ادر معتبر حاجی کو اپنا وکیل بنا دیجئے۔

رمی جمار (شیطان کو کنکری مارنے) کے لئے جاتے ہوئے زیادہ رقم وغیرہ اپنے پاس نہ رکھئے، خاص طور پر پہلے دن جمرہ عقبہ کی رمی میں کافی ہجوم و ازدحام ہوتا ہے اس لئے بڑی احتیاط و مستعدی کی ضرورت ہے، مستورات اور کمزور کی یا سن رسیدہ حجاج کے لئے رمی کا بہتر وقت عصر یا مغرب کے بعد ہے۔

۳۰- مدینہ منورہ کا سفر

آپ کی ذمہ داریاں اور حالات، سفر کی مشکلات، آمد و رفت کے آئین و قوانین کا تقاضا ہے کہ آپ پہلی فرصت مدینہ منورہ اور روضۂ اطہر پر حاضری کی سعادت حاصل کریں جدہ سے براہِ راست یا مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ ادا کرکے، اپنے لئے جائے قیام کے انتظام وغیرہ، ضروری کاموں سے فارغ ہو کر مدینہ جانے کا ارادہ کیجئے۔

مدینہ منورہ کے کی آمد و رفت کا مقررہ کرایہ ادا کر کے آزادی کے ساتھ آنے جانے اور ارادہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہاں قیام کے پروانۂ خود اختیاری کو "تنازل" کہتے ہیں معلم کے ذریعہ تنازل حاصل کرنے کے بعد آپ کسی ٹیکسی یا موٹر میں یک طرفہ کرایہ ادا کر کے جاسکتے ہیں واپسی میں بھی جب آپ کا جی چاہے آزادی کے ساتھ آئیے، پروانہ تنازل کو واپسی تک حفاظت سے رکھئے۔

جو حجاج رمضان سے قبل یہاں پہونچ جاتے ہیں وہ اس مبارک مہینہ کے کچھ دن مکہ معظمہ کی مخصوص عبادت۔ طوافِ کعبہ اور تمتع کے مطابق عمرے کرتے ہیں۔ اور رمضان

کے باقی دن مدینہ طیبہ میں گذاریں تاکہ ان دونوں مقدس و پر انوار مقامات کی خیر و برکت سے مستفید ہوسکیں۔ رمضان کے زمانہ میں مسجد نبوی تمام رات کھلی رہتی ہے اس لئے دن میں اپنی نیند پوری کرکے رات کو عبادت میں مصروف رہیئے۔ رات کے پرسکون وقت میں تلاوتِ قرآن پاک روضۂ اطہر پر حاضری، زیادہ سے زیادہ درود و سلام اور "ریاض الجنت" میں نوافل و عبادت میں ان راتوں کو گذاریئے۔ اور یاد رکھیئے کہ

آپ بہت کچھ حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ لینے کے لئے آئے ہیں، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک تقریباً (۴۵۰) کیلومیٹر کا یہ سفر چھ سات گھنٹے میں طے ہوتا ہے، جس منزل یا مقام پر آپ کی ٹیکسی یا اومنی بس کا ڈرائیور اور کلینر کھانے پینے کے واسطے اور آرام کرنے کے لئے رُکے، تو اس کی ضروریات کا اگر آپ نے از خود خیال رکھا تو پھر اس سے بہتر خادم اور ہمدرد رفیق آپ کو نہیں مل سکتا عام حجاج اپنی ناواقفیت یا کنجوسی اور افتادِ طبیعت سے ان معمولی باتوں پر توجہ نہیں کرتے اس لئے تکلیف اٹھاتے ہیں اور ڈرائیور سختی، ترش روئی اور لاپرواہی سے پیش آتے ہیں سخت محنت کے بعد ڈرائیور کسی نہ کسی منزل پر عمدہ قسم کی چائے اور اچھی غذا کے عادی نہ ہوں تو بھی وہ حجاج سے ہمدردانہ سلوک کے متوقع رہتے ہیں، اس لئے پانچ دس ریال میں اپنے لئے سکون و عافیت خریدیئے، یہ مستحق امداد ہیں۔

مدینہ منورہ کے سفر میں بقدرِ ضرورت پانی ساتھ رکھیئے، کچھ پھل اور کھانا بھی ضرور لیکر چلیئے، کسی منزل سے دور خدانخواستہ آپ کی موٹر خراب ہو جائے اور اصلاح و درستی میں دیر لگے تو گرمی اور دھوپ کی حالت میں یہ پانی آپکے کام آئے گا۔ اس پانی کو مدینہ منورہ پہونچنے تک احتیاط و حفاظت سے رکھیئے۔

۲۱۔ **منازلِ راہِ سفر:۔** جدہ پہونچ کر اگر آپ پہلے مدینہ منورہ جانے کا قصد کر چکے ہیں تو

جدہ سے مدینہ پاک تک حسب ذیل منزلوں سے آپ کو گزرنا ہوگا

(۱) جدہ سے رہان، قول، قضیمہ، صعبر، رابغ، مستورہ، نصایف، بدر، واسطہ

مسیجید، بئرالراحۃ، فریش، ابیارعلی (ذوالحلیفہ) مدینہ منورہ۔

جدہ سے مکہ معظمہ آنے کے بعد مدینہ منورہ جاتے ہوئے یہ منزلیں آپ کے راستہ میں آئینگی

(۲) مکہ مکرمہ سے جموم (وادی فاطمہ) عسفان، خلیص، دف، صعبر، رابغ، مستورہ، نصایف

بدر، واسطہ، مسیجید، بئرالراحۃ، فریش، ابیارعلی۔ مدینہ منورہ۔

ان دونوں راستوں میں رابغ، مستورہ اور بدر سب سے بڑی اور اہم منزلیں ہیں جہاں عام طور پر موٹریں کھڑی ہوتی ہیں، اور مسافر بقدر ضرورت آرام کرکے نماز اور ضروریات سے فارغ ہوتے ہیں، راستہ میں تقریباً ہر منزل پر عربی قسم کا کھانا وغیرہ اور تلی ہوئی مچھلی ملتی ہے مگر مستورہ کی تلی ہوئی مچھلی لذت وتازگی کے لحاظ سے مشہور ہے۔ یہ اگرچہ چٹپٹی اور مصالحہ دار نہیں ہوتی، مگر آتے جاتے ہر شخص خرید تا ہے، ہر منزل پر ابلے ہوئے انڈے ملیں گے ان کو نہ کھائیے۔

۳۲۔ مقام بدر:۔ مدینہ منورہ سے پہلے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر آپ "بدر" پہونچیں گے، یہ مبارک مقام ایک عظیم الشان تاریخی یادگار ہے، جہاں ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کی ۱۷ر تاریخ کی صبح کو اسلام کی شوکت وعظمت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اور دنیا کے سامنے رحمۃ للعالمین حضور اکرم وانور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی حقیقت ظاہر ہوئی، غزوۂ بدر میں صحابہ کرام نے ایمان ویقین کی مضبوط بنیادوں پر اسلام کے لئے جاں نثاری اور دین کے لیے جانی ومالی قربانی کا جو عملی ثبوت پیش کیا اس کی نظیر کسی مذہب وملت کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ میدان بدر

میں شہدائے بدر کو فاتحہ و ایصال ثواب سے یاد کیجئے! یہ تاریخی میدان موجودہ پختہ سڑک سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، میدانِ بدر میں مسجد عریش کی زیارت اور اس میں دو رکعت نفل کی ادائیگی کا موقع مل جائے تو زہے قسمت۔ مسجد عریش وہ جگہ ہے جہاں غزوۂ بدر کی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں گذاری اور جب تک حضرت جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہوئے نظر نہ آگئے اس وقت تک آپ سربسجود رہے۔

اگر ڈرائیور کو دو چار ریال دے کر میدان بدر اور مسجد عریش کی زیارت کے لئے تیار کر لیا جائے تو یہ سودا کچھ مہنگا نہیں۔

۲۳۔ مسجد نبوی میں حاضری

رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کلمہ گو مسلمان کو جو تعلق اور نسبت ہے اس کے لحاظ سے مسجد نبوی اور روضۂ اطہر پہ حاضری کے آداب کا ہمیشہ اور ہر وقت خیال رکھئے، بصیرت اگر رہنمائی کرے تو کچھ سمجھ میں آسکتا ہے کہ آپ کہاں اور کس جگہ پہنچنے کی عزت و سعادت حاصل کر رہے ہیں، ورنہ ہم سب کی آنکھوں پر بہت سے پردے پڑے ہوئے ہیں، خیالات پراگندہ، دماغ معطل، دل بے حس و حرکت، آنکھیں بے نور، حقیقت سے ناواقف، انجام سے بے خبر، اس تلخ تمہید کے بعد آج تعلیم یافتہ، تجدد پسند، اور روشن خیال عزیز بہنوں سے عرض کرنا ہے کہ اگر طبع نازک پر گراں نہ گذرے تو کم از کم روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت کوئی دبیز چہرہ پوش رومال یا نقاب ڈال کر درود و سلام پڑھیں اور جب تک مدینۂ پاک میں قیام رہے، روضۂ انور پر اس کی پابندی رکھیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ جو "موڈرن، فیشن پرست، ایڈوانسڈ" حضرات "ننگے سر "شرٹ" یا "پینٹ" یا کوٹ پتلون میں "صاحب بہادر" بن کر روضۂ اطہر پہ حاضر ہوتے ہیں، وہ

اس مقام کے خصوصی احترام کو پیش نظر رکھیں اور اس سوقیانہ اور غیروں کی نقالی کے بجائے اپنے ملک کا مہذب و شریفانہ لباس مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں استعمال کریں تو مناسب ہو گا، اگر کسی حد تک احساس باقی ہے تو روضۂ انور پر ہر گستاخی اور لاپرواہی کو معمولی بات نہ سمجھئے۔

روضۂ انور پر بلند آواز سے سلام پڑھنا بے ادبی اور ایک نامناسب حرکت ہے۔ ناواقف اور بے خبر حجاج اس ضروری امر کا لحاظ نہیں کرتے اور خود سلام پڑھانے والے بھی ان کی وجہ سے اس بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے خود احتیاط کیجئے، اور دوسروں کو بھی نرمی کے ساتھ سمجھا کر ہر بے جا حرکت سے روکنے کی کوشش کیجئے، جہاں تک ممکن ہو تو ہر حرکت و عمل میں سکون و دلجمعی، وقار، و احترام، ادب و اتباع سنت کا اہتمام و خیال رکھیئے، دوران قیام مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ہر عبادت کو اپنے لئے باعث خیر و برکت سمجھئے، اور ہر موقع پر اللہ کا شکر ادا کیجئے۔

۴۳۔ مسجد نبوی:- دنیا میں یہ صرف تین باعظمت و بابرکت اور مقدس مساجد ہیں، مسجد حرم محترم، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ، جن کی زیارت و حاضری کا حکم دیا گیا ہے، مسجد نبوی میں روضۂ اطہر بھی ہے، اس عظیم القدر مسجد کا ہر گوشہ، ہر ستون، اور ہر چپہ اسلام کی تاریخ کا زرین ورق ہے۔ یہاں جبریل امین وحی بھی لائے اور قرآن بھی، اس مقدس مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین و تعلیم، صحبت و تربیت اور آپ کی عملی زندگی سے جو صحابہ کرام، انصار و مہاجرین "انسان کامل" بن کر ہدایت کے روشن ستارے ثابت ہوئے ان بوریا نشینوں نے نظام عالم اور انسانی زندگی میں وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جس کی مثال دنیا کی کوئی مذہبی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ (باقی آئندہ)

سفرِ غازی پور

از قاضی اطہر مبارکپوری

۲۹ صفر سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء بروز یکشنبہ شہر غازی پور اور اس کے نواح کا ایک علمی سفر ہوا، اور دو دن اس دیار میں گذرے، یہ سفر خاص طور سے مدرسہ دینیہ غازی پور کے ناظم مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی کی دعوت پر بنارس کمشنری کے مدارس عربیہ کی تنظیم و اصلاح اور تحفظ کے سلسلہ میں ہوا تھا، یہاں پہلی بار حاضری شوال سنہ ۱۳۵۹ھ میں استاذی مولانا سید محمد میاں صاحب کی معیت میں ہوئی تھی، اسی سال راقم تعلیم سے فارغ ہوا تھا اور مولانا جمعیۃ العلماء کی تنظیم کے سلسلے میں اعظم گڈھ، بنارس، غازی پور بلیا اور گورکھپور کا دورہ کیا تھا، میں بھی مولانا کے ساتھ ساتھ تھا۔ اس کے بعد دو ایک بار غازی پور جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر اس کی حیثیت سیر و تفریح کی تھی، اور اب تقریباً ۲۰ سال کے بعد اس علمی تقریب سے وہاں جانا ہوا۔

چونکہ اس سفر میں دلدار نگر اور بہادر گنج بھی جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے مدارس میں کچھ وقت اساتذہ و تلامذہ کے ساتھ گذرا اس لئے جی چاہتا ہے کہ اپنے دیار کے اس

علمی سفر کی رُوداد ناظرین کرام کو بھی سنائی جائے، جو ارباب ذوق کے لئے دلچسپ ہے۔

غازی پور ماضی کے آئینے میں

دیار پورب میں جونپور کے بعد غازی پور کو مرکزیت واہمیت حاصل رہی اور مسلم دورِ سلطنت میں یہ دونوں مقام حکومت اور علم وفضل کے مرکز تھے۔ غازی پور کا نام بتا رہا ہے کہ اس شہر کی نسبت غازی سالار مسعود یا ان کے کسی رفیق غازی کی طرف ہے، اس کے قریب بنارس میں ملک علوی کے نام پر علوی پورہ ہے، خود ضلع غازی پور میں ملک قاسم کے نام پر قاسم پور ہے اس لئے خیال ہے کہ یہ شہر بھی کسی غازی کے نام پر ہے، مسلم عہد میں سب سے پہلے اس کی مرکزی حیثیت لودھیوں کے دور میں نمایاں ہوئی جبکہ لودھیوں نے جون پور کی شرقی سلطنت ختم کر کے جون پور اور غازی پور کو دیار مشرق کا دار الامارۃ بنایا، اس وقت غازی پور کا حاکم نصیر خاں لوحانی اور میر عدل یعنی منصف اعلیٰ حضرت شیخ محمود بن حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری متوفی ۵۰۰ھ تھے، جو شاہ تنمن کے نام سے مشہور ہیں، تزک جہانگیری میں متعدد مقامات پر غازی پور کا تذکرہ موجود ہے، نویں صدی سے لیکر آخری دور تک یہ شہر مرکزیت کا حامل رہا، یہاں تک کہ ۱۱۳۰ھ میں بادشاہ دہلی سلطان محمد شاہ کی طرف سے وزیر الممالک نواب سعادت علی خاں اودھ کا صوبہ دار ہوا اور اس نے آتے ہی جونپور، الہ آباد، بنارس، غازی پور وغیرہ کو اودھ میں شامل کر کے یہاں کے علماء وفضلاء کی معافیاں اور جاگیریں بند کر دیں جس سے عام تباہی پھیل گئی۔ نوابی اودھ کے تیسرے حکمراں نواب شجاع الدولہ ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۳ء میں حاکم ہوا، اس کے زمانہ میں سلطان محمد شاہ نے بکسر کی جنگ کی شرائط صلح کی رو سے شہر غازی پور کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ یہ پہلا دن تھا جب غازی پور انگریزوں کے زیر اقتدار آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے جون پور اور گورکھپور کی طرح غازی پور کو بھی اپنا ضلع بنایا۔ ۱۸۲۰ء کی ابتداء میں دیوگاؤں

نظام آباد، ماہل، کوڑیا، تھنی، اترولیا، گوپال پور کے پرگنوں کو گورکھپور سے الگ کر کے جونپور میں شامل کیا گیا اور سگڑی، گھوسی، چیکسر، سورج پور، بلیا بانس، قریات متو پور، چریا کوٹ محمد آباد گوہنہ، متو، نتھو پور کے پرگنوں کو غازی پور میں ملا دیا گیا اور ۱۸ دسمبر ۱۸۳۲ء میں اعظم گڑھ کو مستقل ضلع قرار دیکر اس میں آٹھ تحصیلیں رکھی گئیں جو جونپور اور غازی پور سے کٹ کر اس میں شامل ہوئیں۔

اس طرح اعظم گڑھ ضلع بننے سے پہلے ہم لوگ ضلع گورکھپور کے بعد ضلع غازی پور میں تھے، اور غازی پور موجودہ اعظم گڑھ کے مشرقی حصہ کا مرکز تھا۔

علماء ومشائخ:- آٹھویں صدی کے آخر میں جونپور کی آبادی کے بعد دیار مشرق میں علماء ومشائخ قریہ قریہ شہر شہر آنے لگے اور بہار و بنگال تک علم وفضل کی روشنی پھیل گئی اس دور میں غازی پور کا علاقہ بھی علماء ومشائخ کا مرکز بنا۔ خاص طور سے زمانیہ، سید پور، بحری آباد، اور نونہرہ وغیرہ ارباب فضل وکمال سے معمور تھے، حضرت شیخ محمود بن حضرت شیخ حسام الدین عرف شاہ نتھن غازی پوری مانکپوری متوفی سنہ ۹۰۵ھ، مولانا احمد بن ابو الفتح غازی پوری (ولادت ووفات در غازی پور زمانیہ) اپنے دور کے مشہور عالم ومدرس تھے، حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی متوفی سنہ ۱۱۲۴ھ کا وطن سید پور غازی پور تھا۔ اوائل حال میں جونپور آئے، آخر میں الہ آباد میں قیام کر کے وہیں مسجد اور خانقاہ بنائی، شیخ جمال الدین ہانسوی کے خاندان سے ایک بزرگ شیخ ابراہیم محمد آباد گوہنہ تشریف لائے، اکبر بادشاہ تسخیر بنگالہ کے سفر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے خلفاء میں ایک بزرگ مخدوم شیخ بدھن ساکن ریچولی ضلع غازی پور میں ہمارے دیار کے مشہور بزرگ شاہ ابو الغوث گرم دیوان لہرادی متوفی سنہ ۱۱۷۸ھ کے خلفاء

میں شاہ معشوق علی غازی پوری مشہور شخصیت کے مالک تھے، ان حضرات کے علاوہ اور بہت سے علماء و مشائخ اور ارباب فضل و کمال غازی پور سے اٹھے ہیں جنہوں نے اپنے دور اور دیار میں علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ آخری دور میں مدرسہ حنفیہ جون پور کے مقابلہ میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور علماء و فضلاء اور اساتذہ و تلامذہ کا مرکز رہا، مولانا محمد فاروق چریا کوٹی نے اسی مدرسہ میں سے کرنامی گرامی شاگرد پیدا کئے۔

نواب فضل علی خان حاکم غازی پور نے آپ کو غازی پور قیام کرنے کی دعوت دی۔ تحریک مجاہدین کے سرگرم کارکن مولانا محمد فصیح غازیپوری اس دیار میں اس تحریک کے مشہور بزرگ تھے، مولانا عبداللہ غازی پوری مئو سے آکر یہاں آباد ہوئے۔

بعد میں اس مدرسہ سے کئی مبارکپوری علماء نے فیض اٹھایا اور کئی حضرات نے یہاں کی علمی و دینی مسند کو زینت دی، راقم کے ننہال کے علماء میں مولانا مفتی عبدالعلیم صاحب رسول پوری مولانا محمد شعیب صاحب رسول پوری اور مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوری نے پچاس ساٹھ برس تک غازی پور کے چشمہ سے طالبان علم کو سیراب کیا۔ سرسید مرحوم نے اپنی ملازمت کے زمانہ میں غازی پور میں محمڈن اسکول اور کالج قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری اسی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے، ڈاکٹر سید محمود کو بھی اس شہر سے تعلق تھا۔ الغرض جون پور کے بعد غازی پور ہمارے دیار کا قدیم مرکزی مقام رہا ہے مگر وہ بھی جون پور کی طرح ایک بے رونق شہر ہو کر رہ گیا ہے۔

مدرسہ دینیہ میں تنظیمی جلسہ :- مولانا عزیز الحسن صاحب ناظم مدرسہ دینیہ اور مولوی مولا بخش مبارکپور تشریف لائے، اور جلسہ کی دعوت دی میں نے منظور کر لی، اس کے بعد ہی جناب الحاج مولانا محمد اسلم صاحب اعظمی اور مولانا قاری محمد ضیاء

غازی پوری ناظم مدرسہ مخزن العلوم دلدارنگر ضلع غازی پور تشریف لائے اور غازی پور کے بعد دلدار نگر کی دعوت دی، میں نے اسے بھی بخوشی منظور کر لیا۔ بات یہ ہے کہ میں مدرسے کا آدمی ہوں، اور اپنے کو ہمیشہ مدرسہ کا آدمی سمجھا، جہاں رہا پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ رکھا، ایسے مواقع پر بڑا انشراح ہوتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے ماحول اور فضا میں آگیا ہوں۔ حالات نے مجھے مدرسے الگ رکھا مگر میں مدرسے الگ نہیں رہا، والحمد للہ علی ذلک

۲۲ ربیع الاول مطابق ۱۴ مارچ کی صبح بذریعہ بس غازی پور روانہ ہوا، مئو میں مولانا حبیب الرحمٰن ندوی اور وہی صدر مدرسۃ المساکین بہادر گنج مل گئے اور کہنے لگے کہ میں بھی غازی پور چل رہا ہوں اور وہاں سے واپسی پر آپ کو بہادر گنج مدرسۃ المساکین میں چلنا ہے، یہ قصبہ ضلع غازی پور میں اعظم گڑھ کی مشرقی سرحد سے متصل ہے، وہاں حاضری کا موقع اب تک نہیں ہوا تھا، خیال ہوا کہ غازی پور کے بعد دلدار نگر جانا ہے دوسرے دن واپسی میں دو چار گھنٹے کے لئے یہاں بھی رک جانا بہتر ہے۔ مولانا موصوف نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ہم دونوں ایک ساتھ غازی پور گئے، دس بجے مدرسہ دینیہ میں حاضری ہوئی۔ جہاں بنارس، جونپور، بلیا اور غازی پور کے چودہ مدارس عربیہ کے صدور اور نظماء کے علاوہ اور بہت سے علماء و مدرسین حضرات موجود تھے،

جلسہ کا انتظام مدرسے کے دارالاہتمام میں تھا، مہمانوں کی تواضع، ان کے آرام اور حسن انتظام کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ مولانا عزیز الحسن صاحب ماشاء اللہ متحرک و فعال جوان سال عالم ہیں۔ اور اجتماعی و اصلاحی کاموں میں بڑی سلیقہ مندی سے حصہ لیتے ہیں، پھر یہ جلسہ تو ان ہی کی دعوت پر ان کے مدرسہ میں ہوا تھا۔ مدرسے کے اساتذہ و تلامذہ اور متعلقین نہایت ذمہ داری اور اخلاص سے متعلقہ امور میں حصہ لے رہے تھے،

رسمی تحریک صدارت اور تائید کے بعد قرآن کریم کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا،
اور راقم نے صدارتی تقریر کی، یہ تقریر درحقیقت احتساب تھی، اپنی کمزوریوں کا پتہ چلا کر ان کو
دور کرنا اس جلسہ کا مقصد تھا، اس لئے میں نے ذرا کھل کر بات کی، اور کہا کہ اس ملک میں
ہمارے مدارس عربیہ کو دو قسم کے خطرات سے واسطہ ہے، ایک بیرونی خطرہ جو سیکولر سٹیٹ
اور حکومت کی طرف سے ہے اور تعلیمی معیار اور اساتذہ کے حقوق کے نام پر حکومت کی نیت
اقلیتی تعلیمی اداروں کے بارے میں ٹھیک نہیں ہے، جیسا کہ کوٹھاری کمیشن نے اپنی رپورٹ
میں کہا اور حکومت سے سفارش کی ہے کہ ایسے تعلیمی اداروں کو حکومت اپنے قبضہ میں لے لے
نیز اس ملک میں جو عام رجحان کام کر رہا ہے اس کا رخ ہمارے ملی دینی اور مذہبی اداروں
کے بارے میں کچھ اچھا نظر نہیں آتا، ایسے خطرات کا مقابلہ اجتماعی طور پر ہونا چاہئیے۔ اور جس طرح
مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں کامیاب کنونشن ہوا، اس کے لئے بھی زبردست احتجاج
و مظاہرہ کی ضرورت ہے۔ اور دوسرا خطرہ خود ہمارے مدارس کی اندرونی خرابیوں سے
پیدا ہو رہا ہے، یہ اندرونی خطرہ بیرونی خطرہ کئی گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اور اس کے
غلط اثرات و نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہمیں نہایت کھلے طور سے اعتراف کرنا چاہئیے کہ ہمارے
مدارس کا اخلاقی معیار اور ذمہ دارانہ کردار گر رہا ہے، اساتذہ و تلامذہ کا وہ روحانی، علمی
اور اخلاقی تعلق کمزور ہو رہا ہے جو دینی مدارس اور دینی تعلیم کے حق میں بنیاد ہے اور جس کے
بغیر لکھنا پڑھنا تو آسکتا ہے مگر علم دین نہیں آسکتا۔ آج ہمارا مطمح نظر خدمت نہیں کارگزاری
بن گیا ہے۔ تکثیر شہرت، تکثیر چندہ، اور تکثیر طلبہ پر پوری کوشش ہو رہی ہے۔ مگر تعلیمی یا اخلاقی
معیار پر توجہ نہیں ہے، چھوٹے سے چھوٹے مدرسہ میں اونچی سے اونچی تعلیم کا ذوق عام ہو
حتیٰ کہ دو چار طالب علموں کو لیکر دورۂ حدیث کا انتظام کیا جاتا ہے اور نیچے درجوں کے مدرسین

اونچے درجہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علموں میں علمی استعداد و صلاحیت پیدا نہیں ہوتی اور نیچے درجہ کے طالب علموں سے توجہ ہٹ کر اونچے طالب علموں پر ساری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے، اس صورتِ حال کی وجہ سے طلبہ کا تعلیمی معیار گر جاتا ہے، یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ آج کل طلبہ بدبخت ہوتے ہیں، ان میں ذہانت و فطانت نہیں اور وہ ہر اعتبار سے چوپٹ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے طلبہ کی محدود تعداد ہر زمانہ اور ہر مدرسہ میں پہلے بھی رہا کی ہے۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ آج کل تمام طالب علم ایسے ہی آتے ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ حضرات اساتذہ نے طلبہ کے ساتھ علمی شفقت و محبت اور اخلاص و محنت کا برتاؤ کم کر دیا ہے جو اس تعلیم کے لئے ضروری ہے اور جس کے بغیر اس کی افادیت ظاہر نہیں ہوتی ہے۔

موجودہ اقتصادی و معاشی بحران کے دور میں ہمارے مدرسین و اساتذہ کی تنخواہ کا مسئلہ یقیناً نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے اور ہمیں سنجیدگی سے ان کے مشاہرہ اور ضروریات پر غور کر کے صورتِ حال پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مدارس عربیہ کارخانے اور فیکٹریاں ہیں اور ان کے مدرسین مزدور ہیں اور ان کے مسائل کو سرمایہ داروں اور مزدوروں کی سطح پر حل کیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں میں یہی ذہنیت کام کر رہی ہے مگر مدارس عربیہ اسلامیہ کا مزاج اس ذہنیت سے میل نہیں کھاتا۔ ان کی بنیاد اخلاص و ایثار ہے جو سب سے مقدم ہے۔ یہ حقائق بظاہر تلخ معلوم ہوتے ہیں مگر واقعتاً میں ان پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم اہل مدارس مل کر اپنے تعلیمی اداروں کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے پر توجہ دیں، جہاں تک عام مسلمانوں کے تعاون کا تعلق ہے، اس گئے گذرے حال میں بھی وہ ہمارے مدارس کی پوری امداد کرتے ہیں، اور بلاشبہ مدرسوں کے نام پر مسلمانوں کی دولت کا ایک معتد بہ حصہ خرچ ہوتا ہے۔ عرب اور دیگر مسلم ممالک میں

اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ ہندستان کے یہ مدارس عام چندوں پر چلتے ہیں اور دہاں کے مسلمان ان کے لئے اتنی رقم دیتے ہیں جو اخراجات کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسے بہت بڑا فضل خداوندی سمجھکر اس سے زیادہ سے زیادہ دینی وعلمی خدمت کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔

یہ جلسہ احتسابیہ کے لئے تھا اس لئے ان تلخ حقائق کو اپنے بزرگوں اور دوستوں کے سامنے پیش کرنے میں ،، معذرت ،، کا انداز بالکل نہیں تھا۔ اس کے بعد دوسرے حضرات نے بھی تقریریں کیں اور مدارس کی تنظیم واصلاح پر زور دیا۔ مختلف مقامات سے آئے ہوئے ذمہ داران مدارس پورے اخلاص وانشراح سے تشریف لائے تھے اور اُن کی باتوں اور چہروں سے اصلاح حال کی تیاری ظاہر ہو رہی تھی، اس لئے ان تنقیدوں کو بڑے انشراح سے سنا گیا، بلکہ دوسرے حضرات نے بھی بعض دیگر اہم امور ومعاملات میں اصلاح کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے بعد معمولی اختلاف کے بعد کئی اہم تجاویز پیش کرکے پاس کی گئیں اور جن مدارس عربیہ کے ترجمان اور نمائندے آئے تھے، ان پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ بنا کر دوسرے حضرات کو اس میں شامل کرنے کا کام مجلس کے سپرد ہوا۔ اس اصلاحی تنظیم کا نام ،، وفاق المدارس العربیہ بنارس کمشنری ،، رکھا گیا، یہ کام اور اقدام اگرچہ فی الحال محدود پیمانہ پر ہوا مگر ہمارے خیال میں پورے ملک میں مدارس اسلامیہ کی تنظیم واصلاح کے بارے میں یہ پہلا اقدام ہے جس میں مدارس عربیہ کے ذمہ داروں نے کھلے الفاظ میں اور کھلے دل سے تنظیم واصلاح کی بات کی۔ ورنہ خیال تھا کہ مدرسوں کی موجودہ اکائیاں وحدت میں ضم ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں گی اور ہر ایک اپنے مستقل وجود پر مصر رہے گا، مگر الحمد للہ کہ یہ گمان غلط ثابت ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تنظیم کو کامیاب فرمائے اور دوسرے مدارس اسلامیہ اس طرز پر اصلاحی وتنظیمی قدم اٹھائیں۔ اس اجلاس میں نہ مدرسین وملازمین کی

تنخواہ کی بات آئی، نہ مالی مشکلات اور چندہ کی خرابی پر غور کیا گیا۔ نہ اساتذہ و تلامذہ کے کسی مطالبہ کا نام آیا۔ بلکہ صرف علوم اسلامیہ کی افادیت، اساتذہ و تلامذہ کے اخلاق و کردار کی بلندی اور اس راہ میں حائل ہونے والی کوتاہیوں کو دور کرنے کی بات رہی، یہ اجلاس باہمی الفت و محبت اور علمی و دینی ربط و تعلق کا بہترین مظہر تھا اور ہر فرد یوں مسرور و مطمئن تھا جیسے اس کے دل کی کہی جارہی ہے۔

تقریباً تین گھنٹے تک اجلاس کی کارروائیاں جاری رہیں اور دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔ ظہر کی نماز ادا کرکے کھانے سے فراغت ہوئی، اس کے بعد عصر تک باہمی ملاقاتیں اور مختلف موضوعات پر گفتگوئیں رہیں۔ کئی دیدہ و نادیدہ احباب سے ملاقات ہوئی جلسوں کے موقعوں پر بزرگوں اور دوستوں کی ملاقات بجائے خود بہت مفید ثابت ہوتی ہے، جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر ان بزرگوں اور دوستوں کا تذکرہ کیا جائے جو یہاں آئے تھے، اور جن سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مگر دامن قرطاس کی کوتاہی مانع ہورہی ہے۔

مدرسہ دینیہ:- ظہر اور عصر کے درمیان مدرسہ دینیہ کی جدید عمارتوں اور اس کے مختلف علمی اور تعلیمی شعبہ جات کو تفصیل سے دیکھا۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں مدرسہ کو ترقی دی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا عزیز الحسن صاحب کے جواں سال عزم و حوصلہ نے ہر اعتبار سے مدرسہ کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ درسگاہیں، دار الاقامہ، کتب خانہ، مطبخ، دار الاہتمام اور مسجد تقریباً سب ہی میں جدت و ترقی ہے۔ مولانا موصوف ملکی اور سیاسی امور و معاملات سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں، جمعیۃ العلماء اتر پردیش کے سکریٹری ہیں، مگر مدرسہ کی ذمہ داری سب پر مقدم رکھتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

ہمیں بھی خدمت کا موقع دیجئے

- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اللہ کے لئے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس کی اطاعت رکھتے ہیں۔
- رسول اللہ نے فرمایا:۔ جس مسلمان پر حج فرض ہے پھر وہ بغیر عذر شرعی کے حج نہ کرے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان رہکر مرے گا یا یہودی و نصرانی ہو کر مرے گا۔
- حج اسلام کا پانچواں رکن ہے جس کی ادائیگی ہر مستطیع مسلمان پر فرض ہے اگر آپ بھی مستطیع ہیں اور خدا کرے ہوں تو آپ پر بھی حج فرض ہے، ادائیگی میں جلدی کیجئے۔
- خدا کرے اسی سال آپکی درخواست منظور ہو جائے اور آپ سفر حج و زیارت کر سکیں، اور یہ مبارک سفر بہ امن و عافیت پورا ہو۔

ان دعاؤں و خواہشوں کیساتھ

ہمیں یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ بمبئی میں صابو صدیق مسافر خانہ کے دروازہ کے سامنے صابر ہوٹل، آپکی ہر قسم کی ماکولاتی اور مشروباتی خدمت میں فخر محسوس کرے گا۔ جہاں عمدہ چاء، لذیذ کھانے اور بہترین مشروبات مناسب دام پر ملتے ہیں اور اپنے معزز گاہکوں کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا جاتا ہے، اس سفر میں آتے جاتے ہمارے یہاں تشریف لائیے اور ہمیں خدمت کا موقع دیجئے۔ صابو صدیق مسافر خانہ کے عین سامنے۔

صابر ہوٹل

مسافر خانہ روڈ، بمبئی ۳

وفاق مدارسِ عربیہ

کمشنری بنارس کا قیام

مولانا عزیز الحسن صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ غازی پور کی دعوت پر ۲۴ر مارچ سنہ ۷۴ء کو مدارس عربیہ کے نظماء و نمائندگان کا ایک اہم اجتماع مدرسہ دینیہ کے عرفی ہال میں منعقد ہوا، جس کی صدارت جناب مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری نے فرمائی۔

اس اجتماع کا مقصد جیسا کہ دعوت نامہ میں بیان کیا گیا تھا، مدارس کی تنظیم اور نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح کی تدابیر پر غور کرنا تھا، شرکاء اجتماع نے ان مسائل پر پوری توجہ کے ساتھ غور و فکر کے بعد مناسب تجاویز منظور کیں،

تلاوت کلام اللہ کے بعد عزیز الحسن صاحب صدیقی نے اجتماع کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ اجتماع اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مدارس عربیہ کے بارے میں دور رس فیصلے کیے جائیں گے، اور اپنے فیصلوں کے اعتبار سے یہ اجتماع تاریخ ساز اجتماع ثابت ہوگا، آپ نے کہا کہ آزاد ہندستان میں مدارس عربیہ کا مقام کیا ہوگا

کیا ہم یوں ہی منتشر رہیں گے؟ قاسم نانوتوی کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے جس توانائی اور حکمت عملی کی ضرورت ہے کیا اس کو باقی رکھنے اور حاصل کرنے کے لئے کوئی منظم کوشش کی جارہی ہے؟ آخیر میں آپنے اس اجتماع کے صدر محترم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ انھوں نے اجتماع کی صدارت قبول کرکے اس کے مقاصد کو تقویت پہونچائی ہے،

اس کے بعد مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری نے اپنی صدارتی تقریر میں مدارس سے اپنے خصوصی تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ ہی کی جماعت کا ایک فرد ہوں آپنے کہا کہ ہمارے مدارس کو دو طرح کے خطرات درپیش ہیں۔ ایک اندرونی، دوسرا بیرونی، بیرونی خطرات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اگر اندرونی خطرے نہ ہوں۔ مدارس ہمیشہ اخلاقیات اور روحانیت کے مرکز رہے ہیں۔

اس اجتماع میں متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ بنارس کمشنری کے مدارس عربیہ کی ایک مستقل تنظیم قائم کی جائے۔ "وفاق مدارس عربیہ کمشنری بنارس" کے نام سے یہ تنظیم قائم کی گئی اور اس کا دفتر بنارس میں قائم کیا جانا طے پایا۔ ایک عارضی کمیٹی بھی منتخب کی گئی۔ جس کے صدر مولانا محمد اسلم صاحب فاروقی اور ناظم عزیز الحسن صدیقی چنے گئے۔ کمیٹی کے ارکان یہ ہیں۔

مولانا مشتاق احمد صاحب مدرسہ دینیہ غازی پور، قاری فیاض احمد صاحب حسینی مدرسہ مخزن العلوم دلدار نگر، مولانا محمد مسلم صاحب بھوری، جامعہ حسینیہ جون پور، مولانا ضیاء الحسن جامعہ مظہر العلوم بنارس، مولانا حبیب الرحمن صاحب ندوی۔ مدرسۃ المساکین بہادر گنج حاجی محمد خلیل صاحب مدرسہ مفتاح العلوم بلیا۔ حافظ عبد الکبیر صاحب جامعہ اسلامیہ عربیہ بنارس،

اس اجتماع میں متعدد اہم تجاویز بھی پاس کی گئیں جن میں مدارس عربیہ کی تنظیم، مدارس عربیہ میں ٹی۔ سی کے رواج، نصاب تعلیم میں یکسانیت، درجہ چہارم اور اس کے اوپر کی جماعتوں کے سالانہ امتحانات ایک نگراں بورڈ کے زیر انتظام لئے جانے اور طلبہ کے لئے ضابطۂ اخلاق مرتب کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

ایک تجویز میں ہندستان کے مرکزی مدارس سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے اداروں میں الحاق مدارس کے شعبے قائم کریں اور ویسا ہی نظام قائم کریں جیسا یونیورسٹیوں میں ہے۔

ایک تجویز کوٹھاری کمیشن کی سفارشات سے متعلق بھی پاس کی گئی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ان سفارشات سے ان دفعات کو نکال دے جن کی زد مدارس عربیہ اور مکاتب اسلامیہ پر پڑتی ہے نیز اسی تجویز میں ملک کے مرکزی مدارس سے اپیل کی گئی ہے کہ اس کمیشن اور حکومت کے دوسرے اقدامات کا غائر نظر سے مطالعہ کریں اور مثبت انداز میں ان حالات کا مقابلہ کرنے کی منظم سعی کریں۔ (ماخوذ)

راہِ حجاز

خدا کے پیارے چلے جا رہے ہیں ؛ کہ دلکش نظارے چلے جا رہے ہیں
یہ حجاج تندے ہیں کوئے نبی کے ؛ فلک کے ستارے چلے جا رہے ہیں
نظر جالیوں پر ہے اور دل کے اوپر ؛ محبت کے آرے چلے جا رہے ہیں
جہاز انکے بچ کر کے موج بلا سے ؛ کنارے کنارے چلے جا رہے ہیں
حوادث کے طوفاں ہیں لیکن یہ بیکس ؛ خدا کے سہارے چلے جا رہے ہیں۔

دی مغل لائن لمیٹڈ

(حکومت ہند کا تجارتی ادارہ)

پروگرام حج ۷۵-۱۹۷۴ء

بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی:- ہم انتہائی مسرت کے ساتھ ذیل میں حج ۷۵-۱۹۷۴ء کے لئے جہازوں کی روانگی کا عارضی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

بمبئی سے روانگی	جدہ سے روانگی
قبل رمضان	
(۱) ایس ایس محمدی ۵ر ستمبر ۱۹۷۴ء	(۱) ایس ایس محمدی ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء
(۲) ایم وی اکبر ۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء	(۲) ایس ایس مظفری ۱ر جنوری ۱۹۷۵ء
بعد رمضان	
(۳) ایم وی اکبر ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۴ء	(۳) ایم وی اکبر ۴ر جنوری ۱۹۷۵ء
(۴) ایس ایس محمدی ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۴ء	(۴) ایس ایس محمدی ۱۸ر جنوری ۱۹۷۵ء
(۵) ایس ایس مظفری ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء	(۵) ایس ایس مظفری ۲۰ر جنوری ۱۹۷۵ء
(۶) ایم وی اکبر ۶ر نومبر ۱۹۷۴ء	(۶) ایم وی اکبر ۲۳ر جنوری ۱۹۷۵ء
(۷) ایس ایس محمدی ۱۴ر نومبر ۱۹۷۴ء	(۷) ایس ایس محمدی ۶ر فروری ۱۹۷۵ء
(۸) ایس ایس مظفری ۱۹ر نومبر ۱۹۷۴ء	(۸) ایس ایس مظفری ۸ر فروری ۱۹۷۵ء
(۹) ایم وی اکبر ۲۳ر نومبر ۱۹۷۴ء	(۹) ایم وی اکبر ۱۱ر فروری ۱۹۷۵ء
(۱۰) ایس ایس محمدی ۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء	(۱۰) ایس ایس محمدی ۲۵ر فروری ۱۹۷۵ء
(۱۱) ایس ایس مظفری ۸ر دسمبر ۱۹۷۴ء	(۱۱) ایس ایس مظفری ۲۷ر فروری ۱۹۷۵ء
(۱۲) ایم وی اکبر ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء	(۱۲) ایم وی اکبر ۲ر مارچ ۱۹۷۵ء

کرایہ جہاز:- بمبئی، جدہ، بمبئی کے سفر کا کرایہ مندرجہ ذیل ہے۔ صرف واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔

کلاس	کرایہ مع خوراکی	محاصل خدمات وغیرہ و کرایہ مکان	فارن ٹریول ٹیکس	پلگرام پاس وغیرہ کی فیس	مجموعی رقم
فرسٹ کلاس بالغ	۳۵۰۰ روپے	۱۸۰ روپے	۵۲۵ روپے	۲۰ روپے	۴۲۲۵ روپے
ڈیک کلاس بالغ	۱۴۰۰ روپے	۱۸۰ روپے	مستثنیٰ	۲۰ روپے	۱۶۰۰ روپے
ڈیک کلاس بالغ	۱۳۵۰ روپے	۱۸۰ روپے	مستثنیٰ	۲۰ روپے	۱۵۵۰ روپے

اسپیشل ڈیک کلاس :- (صرف ایم وی اکبری) یہ انتظام مزید سہولتوں مثلاً آرام دہ بستر اور ۶ تا ۱۲ اشخاص کے علیحدہ علیحدہ کمپارٹمنٹ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

بچے جن کی عمر ایک اور سولہ سال کے درمیان ہوگی ان کو حج پر جانے کی قطعی اجازت نہیں دی جائے گی۔ البتہ والدین اپنے ساتھ صرف ۱۲ ماہ تک کی عمر کے بچے لے جا سکتے ہیں ان کے لئے ۲۰ روپے پلگرام پاس کے ادا کرنے ہوں گے۔ ایسے بچوں کی عمر جہاز پر سوار ہونے کی تاریخ تک بارہ ماہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے۔

پابندیاں :- حکومت ہند نے عازمین حج کے مفاد عامہ اور ان کی بھلائی کے پیش نظر بعض پابندیاں عائد کی ہیں۔ لہٰذا عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان عائد کردہ پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ کر درخواست دیں۔ درج ذیل عازمین کی درخواست قبول نہیں کی جائیں گی۔

(الف) وہ افراد جو گزشتہ پانچ سال یعنی ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۴ء (جنوری) کے درمیان ہندوستان کے کسی حصہ سے فریضۂ حج ادا کر چکے ہیں ایسے افراد حج بدل پر بھی نہ جا سکیں گے۔

(ب) بچے جن کی عمر ایک اور سولہ سال کے درمیان ہوگی۔

(ج) وہ عازمین حج جن کے پاس غیر ملکی زرمبادلہ ۱۱۰۰ (ایک ہزار ایک سو) سعودی ریال سے کم ہوگا۔ جو تقریباً ہندوستانی ۲۶۰۰ روپیوں کے برابر ہوگا۔

(د) وہ خواتین جنہیں جہاز پر سوار ہوتے وقت پانچ ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ہوگا۔

(ہ) درج ذیل بیماریوں اور معذوریوں میں مبتلا افراد

(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قلبی امراض (۴) شدید دمہ (۵) متعدی جذام،
(۶) دیگر شدید متعدی بیماریاں یا جسمانی کمزوریاں۔

شدید بیماری یا خاتون کے حمل پر شبہ کی حالت میں بمبئی میں ان کا طبی معائنہ کیا جائے گا۔ لہٰذا عازمین حج غلط بیانی سے درخواست نہ دیں۔

درخواست بھیجنے کا طریقہ:۔ حج ۱۹۷۶-۷۷ء کے تمام عازمین کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ ضلع لائن سے بلا قیمت تقسیم کئے جانے والے
نئے درخواست فارم ہدایات کا پرچہ حاصل کریں۔ پرانے فارم پر دی گئی درخواست قبول نہیں کی جائیگی
عازمین حج جن کی درخواستیں گزشتہ پانچ سال میں مسترد ہو چکی ہیں ان کو اعلان کے مطابق فوقیت دی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ گزشتہ نامنظور درخواستیں نئی درخواست کے ساتھ نتھی کریں۔
(۱) ریاست جموں و کشمیر (۲) جزائر انڈمان و نکوبار اور (۳) منی پور (۴) دیپ سے آنے والی درخواستوں کا انتخاب ریاستی حج کمیٹی۔ ایڈمنسٹریٹر کرتے ہیں۔ لہٰذا ان مقامات کے عازمین حج صرف مقامی حکام کو درخواست دیں گے۔

درخواستیں وصول ہونیکی آخری تاریخ:۔ حج ۱۹۷۶-۷۷ء کے لئے مقررہ فارم پر تمام درخواستیں ہدایات کے مطابق ہر اعتبار سے مکمل اور رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ اس طرح روانہ کی جائیں کہ وہ کمیٹی کے رجسٹرڈ آفس پر ۲۶ جولائی ۱۹۷۶ء یا اس سے قبل پہنچ جائیں۔ دستی طور پر کوئی درخواست دفتر کے کاؤنٹر پر قبول نہیں کی جائیگی
۲۶ جولائی ۱۹۷۶ء کے بعد پہنچنے والی کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بھیجنے والے کو لوٹا دیا جائے گا۔

درخواست فارم:۔ نئے جاری کردہ درخواست فارم اور ہدایات کا پرچہ

براے حج ۱۹۷۴-۷۵ء صرف عازمین حج کو ان کی گزارش پر مغل لائن مفت مہیا کرتی ہے۔ عازمین حج کے لئے لازمی ہے کہ وہ حج ۱۹۷۴-۷۵ء کے لئے چھپے ہوئے فارم کا استعمال کریں اور پرانے فارم قطعاً استعمال نہ کریں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیئے کہ فارم مہیا کرنے، درخواستیں اور کرایہ کی رقم وصول کرنے یا اس طرح کا کوئی کام انجام دینے کے لئے مغل لائن نے اپنا کوئی شاخ، نمائندہ یا ایجنٹ مقرر نہیں کیا ہے۔

مذکورہ بالا معلومات حج ۱۹۷۴-۷۵ء کے لئے مغل لائن کے جاری کردہ اعلان کا اختصار ہے۔ مکمل تفصیلات اور درخواست فارم کے لئے لکھیے۔

مغل لائن لمیٹیڈ

۱۶- بنک اسٹریٹ، فورٹ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۱

ٹیلیفون:- ۲۵۷۸۳۵ ٹیلیکس:- ۰۱۱-۴۰۴۹

تار کا پتہ:- "مغل" بمبئی "MOGUL" BOMBAY.

Registered with Registrar of Newspaper India under No. 4477/57
The "ALBLAG" monthly
JUNE 1974
REGD No. MHBY South 424

انجمن خدام النبی کا مذہبی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپیہ — فی پرچہ ٦٠ پیسے

TELEGRAM - TAUFIQ, BOMBAY

البلاغ بمبئی

ماہنامہ

اشاعت ۱۲ جولائی سنہ ۴۹ء

ہندوپاک میں سالانہ چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے۔

جلد ۲۴ | ماہ رجب سنہ ۱۳۹۳ھ مطابق اگست سنہ ۱۹۷۳ء | شمارہ ۷

شذرات — قاضی اطہر مبارکپوری — ۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات — قاضی اطہر مبارکپوری — ۵ -
میم نامۂ حج — مولانا محمد شمیم مسعود مکہ مکرمہ
ہجری تقویم یا اسلامی سال — مولانا خالد کمال مبارکپوری اکرا گھانا
نقلی دین — عالی جناب وزیر محمد شیخ، بمبئی
مدارس عربیہ کی تنظیم — مولانا عزیز الحسن صدیقی
باب الافتاء — حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب
خلد آرزو — زائر حرم حمید رح
اشتہارات

مالک انجمن خدام النبی:۔ پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نوروجی اسٹریٹ بمبئی ۳ میں چھپوا کر، صابو صدیق مسافرخانہ بمبئی ۱ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

عرب ممالک کی مغربی علوم وفنون سے مرعوبیت یا تاثر نے بڑی حد تک ان کے ذہن وظرف میں ایسی وسعت پیدا کردی ہے جس میں اکثر وہ گم ہو جاتے ہیں، دیگر اقوام وملل اور ممالک کے علوم وفنون کو اپنے مفاد کے لئے حاصل کرنا اچھا ہے مگر ان کی ہر اچھائی اور برائی انگیز کر لینے کی بات اپنے تشخص اور امتیاز کی موت ہے، افسوس کہ عرب ممالک کا ایک طبقہ اس مرض میں مبتلا ہو کر اپنی روایت اور دینی وفکری وراثت سے محروم ہو رہا ہے، مصر میں اس کا خاص اثر نمایاں ہے، چنانچہ وہاں پہلے سے خالص دینی کتابوں میں حضرات انبیاء ورسل کی فرضی تصویر چھاپنے کا رواج عام ہے۔ اسی طرح مقدس شخصیتوں کا روپ بھرنا اور کھیل تماشے میں ان کا مثیل پیش کرنا عام ہے۔ ناظرین کو شاید یاد ہو کہ بارہ سال پہلے مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ سے ہماری بحث چلی تھی، جس کا ترجمہ ہم نے "البلاغ" میں شایع کیا تھا اور موضوع بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء وصحابہ کرام کی وہ فرضی تصویریں تھیں جو استاذ محمد احمد برانق کے سلسلہ سیر کی کتابوں میں ہیں اور مجمع البحوث الاسلامیہ نے صاف لفظوں میں

انبیاء وصحابہ کرام کی تصویروں کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ کتابوں کی یہ تصویریں ان بزرگوں کی نہیں ہیں بلکہ بچوں کو سمجھانے کے لئے یوں ہی تصویریں دیدی گئی ہیں، اور جب ہم نے لکھا کہ پھر ان کے نیچے حضرات انبیاء وغیرہ کے نام کیوں لکھے ہوئے ہیں تو لکھا کہ آئندہ سے ان عبارتوں کو نکال دیا جائے گا۔ یہی حال ایران وعراق کا ہے کہ وہاں حضرت علیؓ اور حضرات حسنین کی تصویریں عام طور سے گھروں اور ہوٹلوں میں آویزاں رہتی ہیں اور اب اس کے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی فلم تیار ہو رہی ہے جس میں مراکش، کویت، بحرین اور غالباً سوڈان کی عرب ومسلم حکومتیں سرمایہ لگا رہی ہیں دنیا کی تقریباً بیس زبانوں میں یہ فلم تیار کی جائے گی تاکہ ہر جگہ دکھائی جا سکے، اس کے جواز کی دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ مصر کے مفتیوں اور عالموں نے اور شیعہ علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر فلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تصویر، سایہ اور آواز کی نقل نہ کی جائے تو جائز ہے کیونکہ فلم کمپنی نے یقین دلایا ہے کہ اس فلم میں ان مقدس ہستیوں کی تصویریں، ان کے سائے اور آواز نہیں ہوں گی۔ مراکش میں اس کی شوٹنگ بھی شروع ہو چکی ہے اور ابتدائی کام مکمل ہو چکا ہے۔ کتنی جرأت اور بے باکی کا اقدام ہے کہ چار مسلم حکومتیں اپنے رسولؐ کی حیات طیبہ کو فلم کے پردے پر لانا چاہتی ہیں کیونکہ کچھ مفتیوں نے ان کی یقین دہانی پر اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے۔ جبکہ تقریباً پورے عالم اسلام کے علماء اور مفتیوں نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے کر اس کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے، اور ہر طرف سے اس غلط اور لغو اقدام کے خلاف اظہار نفرت کیا جا رہا ہے، مسلمانوں کی عالمی تنظیمیں ان کے علماء وفضلاء اور عوام اس کے خلاف اپنی ناراضگی اور برہمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ اقدام اسی ذہنی وفکری

افلاس دورِ عوریت کا نتیجہ ہے جو مغرب سے ملی ہے۔ اس وقت ہمیں ملایا کے بدھسٹ مذہبی رہنما کی ایک بات یاد آرہی ہے جبکہ امریکہ کی ایک فلم کمپنی نے اس سے گوتم بدھ کی فلم بنانے میں مدد کی خواہش کی تھی اور کہا تھا کہ اس فلم کے ذریعہ گوتم بدھ کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانا مقصود ہے، اس پر بدھسٹ رہنما نے کہا تھا کہ اگر فلم اور تصویر کے ذریعہ سچائی اور مذہب کی اشاعت ہوتی تو اسلام دنیا میں نہ پھیلتا جس میں تصویر حرام ہے اور اسلام کے پیشوا کی دنیا میں آج تک کہیں کوئی تصویر یا مجسمہ نہیں پایا جا سکا، حالانکہ ان کا دین پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

بہرحال رسول اللہ ؐ کی حیات مبارکہ کی یہ فلم سراسر حرام ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرنا چاہئیے۔ اور اس کی بندش کیلئے کوشش کرنی چاہئیے۔ یہ کام دراصل سعودی عرب لیبیا، رابطہ عالم اسلامی اور موتمر اسلامی جیسی بڑی مسلم حکومتوں اور تنظیموں کا ہے کہ وہ ان حکومتوں کو اپنے اثر و اقتدار سے اس حرکت سے باز رکھیں۔ اور اس فتنہ کا سد باب کریں۔

افسوس کہ ۴ جولائی کو مفتی امین الحسینی سابق مفتی اعظم فلسطین نے بیروت میں تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، وہ عرب ممالک بلکہ عالم اسلام کے ان قائدین میں سے تھے جن کا تعلق علامہ جمال الدین افغانی، شیخ عبدالرحمن کواکبی، امیر شکیب ارسلان، رشید رضا، سعد زغلول پاشا وغیرہ کے فکر و نظر سے تھا، ۱۹۲۲ء میں جب برطانیہ کی طرف سے فلسطین کو ارض یہود بنانے کا اعلان بالفور ہوا، اس وقت سے مفتی صاحب مرحوم میدان جہاد میں نکلے اور پوری دنیا میں اس کے خلاف سرگرمی دکھائی، اس درمیان میں ہر اسلامی تحریک میں وہ پیش پیش رہے۔ اور یورپ، ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک کا دورہ کیا اسی سال رابطہ عالم اسلامی کے سالانہ جلسہ میں مکہ مکرمہ میں ان کی زیارت ہوئی تھی، وہ بہت کمزور ہو چکے تھے مگر ان کی خطابت میں بلا کا زور اور جوش تھا۔ انہوں نے کہا کہ میرے سامنے کی بات ہے کہ یہودیوں کی انجمن اتحاد و ترقی نے سلطان عبدالحمید کو بھاری دولت کی پیشکش کر کے فلسطین کو وطن یہود بنانے کی درخواست کی تھی مگر سلطان نے صاف جواب دیا کہ فلسطین کی ایک مٹھی خاک تمہاری دنیا بھر کی دولت سے میرے نزدیک اعلیٰ و افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مسلمانوں کو ان کا نعم البدل دے۔

مُطالِعات و تعلِیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

روزہ میں بھول چوک

بھول چوک بڑی حسین غلطی ہے جس پر رحمت خداوندی بھی مسکرا دیتی ہے بشرطیکہ واقعی بھول چوک اور نسیان سے کوئی غلطی ہو جائے اور اگر دیدہ و دانستہ یہ حرکت سرزد ہو جائے تو سزا و گرفت کا معاملہ ہوتا ہے، اور یہ معاملہ توبہ و استغفار کے بعد فضل خداوندی سے رفع دفع ہوتا ہے لیکن اس سے بڑی غلطی اگر نسیان و سہو سے ہو جائے تو کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اسی کو ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"اگر تم لوگوں میں سے کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اسے چاہیئے کہ اپنا روزہ پورا کرے، کیوں یہ اس نے خود نہیں کھایا پیا ہے بلکہ اللہ نے اسے کھلایا پلایا ہے"[1]

---

[1] بخاری و مسلم

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بوڑھا روزہ دار بھول کر کھانا چاہیے اور تم دیکھتے ہو تو نظر بچا کر چلے جاؤ اور اسے اللہ کی دعوت اڑانے دو۔ اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ کھاتے کھاتے یا پیتے پیتے یاد آگیا کہ روزہ ہے، پھر قابو نہ ہو سکا اور غذا یا پانی حلق سے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس کی ایک روزہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر کوئی شخص بلا شرعی عذر کے رمضان میں کھائے پئے یا روزہ توڑ دے تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے، پھر بھی رمضان کے روزہ کی سی خیر و برکت اور ثواب کی مقدار حاصل نہیں ہوگی۔

بیمار پرسی :- ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپؐ صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، انھوں نے سلام کیا اور پھر واپس چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ "میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے"؟ اس انصاری نے عرض کیا کہ وہ اچھے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کون کون ان کی عیادت کرے گا؟ یہ کہکر آپؐ نے جانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ بھی ساتھ ساتھ چلے، حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ اس وقت ہم لوگ دس سے زائد آدمی تھے اور غربت کی وجہ سے ہمارا یہ حال تھا کہ نہ کسی کے پیر میں جوتا تھا، نہ موزا تھا، نہ سر پر ٹوپی تھی، اور نہ ہی بدن پر کرتہ ہم اسی حال میں ننگا نوں پیر چل کر حضرت سعد بن عبادہ کے گھر پہونچے تو ان کے آدمی ان کے پاس سے ہٹ گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے اور مزاج پرسی وغیرہ کی [1]

---

[1] مسلم

مسلمان مریض کی عیادت اور بیمار پرسی کرنا اسلامی حقوق میں شامل ہے۔ اور جو مسلمان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کو نہیں جائے گا وہ ظالم اور حق مارنے والا ہوگا۔

اس واقعہ میں جہاں مسلمانوں کی عیادت کا ذکر ہے وہیں ایک زمانہ میں مسلمانوں کی تنگدستی و اخلاص کا بیان بھی موجود ہے۔ کہ اس زمانہ صحابہ میں سے کسی کے پاس کپڑا جوتا تک نہیں تھا۔ مگر اس حالت میں ان کے اخلاص وللّٰہیت میں بڑی طاقت تھی اور وہ نیکی و پرہیزگاری میں بہت آگے تھے، ان میں تقویٰ اور خدا ترسی کی روح کام کرتی تھی اور وہ اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔

کسی مریض کی مزاج پرسی سے کوئی اسکا دکھ درد دور نہیں کرتا مگر اس سے مریض کو تقویت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں قوت دافعہ پیدا فرماتا ہے، اور بھائی کی ہمدردی سے مرض کے دفاع کی طاقت آتی ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ مریض کے پاس جاؤ تو خوش کن اور تسلی بخش بات چیت کرو، تاکہ اس سے مریض کی ڈھارس بندھے۔

بناتِ اسلام کی قرآنی خدمات :-

بنات اسلام نے دینی علوم و فنون میں مردوں سے کم حصہ نہیں لیا ہے اور انھوں نے طاقت وحیثیت کے مطابق علوم اسلامیہ کی بھرپور خدمت کی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی کتابت و حفظ اور تجوید و قرأت میں بھی ان کو نمایاں مقام حاصل ہے اور تلاوت قرآن میں تو وہ مردوں کے مقابلہ میں خاص امتیاز رکھتی ہیں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام قرآن کی حفاظت و قرأت کے سلسلہ میں بہت ممتاز ہے، ان ہی کے پاس قرآن کے پہلے نسخے محفوظ تھے جن کو عہد عثمانی میں محضر صحابہ کے سامنے مرتب و مدون کیا گیا، میمونہ بنت ابوجعفر

مدنی نے اپنے والد ابو جعفر مدنی سے قرأت کی روایت کی ہے، اور ان سے دوسرے قراء نے روایت کی ہے۔ ابو جعفر مدنی قراء عشرہ میں سے مشہور قاری ہے، ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرا میں تصریح کی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ بنت جعفر کے محل میں ایک سو باندیاں قرآن پڑھا کرتی تھیں اور ان سے محل کے باہر ان کی قرأت کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی طرح سنی جاتی تھی، ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سو ستر عورتیں ایسی تھیں کہ سب کی سب خط کوفی میں قرآن لکھا کرتی تھیں جب قرطبہ کے ایک علاقہ میں یہ حال تھا پورے قرطبہ میں عورتوں کے قرآن سے شغف و شغل کا کیا حال رہا ہوگا؟ امام ابن جوزی اپنی صاحبزادی سلمیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے قراءات عشرہ میں قرآن حفظ کرکے سنایا ہے اور دسوں قراءتیں نہایت صحیح تجوید کے ساتھ سنائیں جو کہ قرأت کے جملہ طریقوں کو شامل تھیں وہ اس فن میں اس قدر آگے تھیں کہ ان کے زمانہ میں کوئی آدمی اس میں ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔

مسلمان عورتوں کے قرآن کے ساتھ اعتناء اور شغل و شغف کی یہ چند مثالیں ہیں جو وقتی طور سے سامنے آگئی ہیں، اگر اس موضوع پر تحقیق و تلاش سے کام لیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ اور بنات اسلام کی قرآنی جذبات کے انبار سامنے آسکتے ہیں، الحمد للہ کہ اس دور میں بھی عورتیں قرآن کی تلاوت و تجوید اور قرأت میں ایک خاص مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ خود ہمارے ملک میں حافظات اور قاریات و مجودات موجود ہیں اور اب تو ماشاء اللہ مسلمان عورتوں کی براہ راست عربی زبان کے ذریعہ دینی علوم کی تعلیم کے لئے متعدد مدرسے اور ادارے اپنے اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں، جن سے عالمیات و فاضلات پیدا ہو رہی ہیں۔

تبرکاتِ نبوی کی حیثیت:- مسلمانوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کے جمع و نگرانی میں بڑی شدید احتیاط کی۔

اور مدتوں آپ کے تبرکات دنیا میں محفوظ رہے۔ اور مسلمانوں نے کمال احتیاط اور غایت محبت سے ان کو دل و جان سے لگائے رکھا۔

بعد میں جب غرض مندوں نے مسلمانوں کے اس شوق و شغف کو غلط طریقہ پر استعمال کیا تو پھر یہ تبرکات جعلی چیزوں میں خلط ملط ہو گئے اور غلط اور صحیح کی تمیز مشکل ہو گئی۔ بمصلحت بینوں اور جاہ پرستوں نے اپنے مقصد کے جب رسول اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں موضوعات کو خلط ملط کرنا شروع کیا تو حضرات محدثین نے بڑی دوراندیشی اور تندہی کے ساتھ کذابوں کا پردہ فاش کیا اور موضوع و جعلی اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے نکال باہر کیا، اور چونکہ تبرکات نبوی اور آثار شریفہ دین و ایمان کے لئے مدار نہ تھے اور ان کو براہِ راست دینی احکام سے تعلق نہیں تھا اس لئے ہمارے اسلاف نے تبرکات نبوی میں اختلاط کی پروا نہ کی، اور غرض مندوں کی غرض پوری ہو گئی۔

چنانچہ شہر بمبئی میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہے جب کہ مسلمان مالداروں کے دینی ذوق و شوق اور محبت رسولؐ کو عرب کے مسافروں، تاجروں اور ساحلی مقامات کے نوواردوں نے دیکھا کہ وہ رسولؐ کے نام پر شیدا ہیں اور آپ سے متعلق ہر چیز کو زیادہ سے زیادہ قیمت پر حاصل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں تو انھوں نے اپنی غرض اور ضرورت کے ماتحت خدا جانے کہاں کہاں سے تبرکات نبوی، خرقہ مبارک، موئے مبارک، کمبلی مبارک وغیرہ وغیرہ حاصل کر کے ان مسلمان تاجروں میں اور مالداروں کے پاس فروخت کرنے کے لئے لیجا کر دھندا شروع کیا اور یہاں کے لوگوں نے ان کو زیادہ سے زیادہ رقم دیکر حاصل کیا۔

اب تو یہی چیزیں عام طور سے ربیع الاول کے موقع پر مسلمانوں میں دیکھی دکھائی جاتی ہیں اور ان کے لئے کس قدر اہتمام و انتظام کیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دینی کام کے لئے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان کے بارے میں یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ یہ تبرکات نبوی ہیں اور فلاں فلاں سند کے ذریعہ یہاں تک پہونچے ہیں، بلکہ ان کے بارے میں کسی قسم کی کوئی معلومات نہیں ہے۔ اور خوش اعتقادی کے سوا کوئی بات نہیں ہے، پھر اگر ان میں سے کسی کا تبرکات نبوی سے ثابت بھی ہو جائے تو اس کے لئے اس طرح ہنگامہ برپا کرنا سراسر بے سند اور خلاف ہے۔

نعل مبارک کی سند :-

اگر صحیح طور سے ہمیں تبرکات نبوی مل جائیں اور ان کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ یہ چیز ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق رکھتی ہے تو ہم مسلمان اسے اسی طرح حرز جان و ایمان بنائیں جس طرح ہمارے اسلاف اور علماء نے بنایا ہے۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں اور بزرگوں کے حالات میں بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس تبرکات نبوی تھے اور وہ ان سے برکت حاصل کرتے تھے، اور دل و جان سے ان کی حفاظت کرتے تھے۔

کئی سال ہوئے گجرات کے ایک گاؤں میں ہم نے اس طرح کے تبرکات نبوی کی زیارت کی تھی، جن میں ایک نعل مبارک بھی تھا، اور اس کی بناوٹ اسی قسم کی تھی جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے، نیز اس نقشہ کے مطابق معلوم ہوتی تھی جو کتابوں میں نعل مبارک کا پرانی کتابوں میں پایا جاتا ہے، مگر وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکی حقیقت کیا ہے، جس طرح دوسری اشیاء کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ

چھٹی صدی ہجری تک بعض بعض علماء کے یہاں نعل مبارک کے وجود کی خبر ملتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ میں صحابۂ کرام کے حالات کے ضمن میں حضرت ابو سعید سلیمان سلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ الشیوخ قطب حلبی نے تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ ایک مصری عالم سے میری ملاقات مصر میں ہوئی۔

ورأیت معہ قلادۃ نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر لنا انہ ورثھا عن آبائہ الذی کرتیف الی سلیمان ابی الحدید صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لہ	میں نے اس عالم کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا قلادہ دیکھا جس کے بارے میں انھوں نے بتایا کہ یہ ہمارے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملا ہے اور اس کی سند صحابی رسول حضرت سلیمان ابو سعید تک پہونچتی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ جس مصری عالم کے پاس یہ نعل مبارک تھا ۶۲۵ھ میں اس کا انتقال ہوگیا اور کوئی اس کا وارث نہ تھا اس لئے تبرکات پر اشرف بن عادل نے ان سب کو دمشق کے مدرسہ اشرفیہ کے اوقاف میں ڈال دیا، ان میں یہ نعل مبارک بھی موجود تھا، اس نعل مبارک کا تذکرہ علامہ ذہبی وغیرہ نے بھی کیا ہے، لوگ اس کو "اثر شریف" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس نعل مبارک کی اصل یہ ہے، ۲ھ

اگر یہ نعل مبارک دمشق میں آج بھی موجود ہے تو اسے واقعی تبرک مانا جائیگا اور اس کی زیارت نیک نیتی کے ساتھ محب رسول کے لئے باعث سکون و راحت ہے۔

لہ الاصابہ ج۲ ص۱۲۸ ۲ھ الاصابہ

غلط روش :- رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے، صحابہ کرام کے، بزرگان دین کے، اور علمائے اسلام کے آثار و متروکات ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہیں۔ مگر اصل چیز ان کے متروکات میں ان کے وہ حالات ہیں جو ہماری زندگی کو دین و دیانت کی راہ پر لے چلیں، ان کی باتیں، ان کی ہدایتیں، اور ان کی زندگی کے اچھے اچھے واقعات ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں، یہ آثار و علائم اور متروکات فی نفسہ بہت متبرک ہیں لیکن اگر ہم میں ان بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی ہیئت اپنانے کی روح نہیں ہے تو ان کے متروکات و تبرکات سے کام نہیں چلے گا،

دنیا کی بہت سی قومیں جب عمل و عقیدہ میں سست ہوئیں اور ان سے ان کے مذہب اور دین کی روح رخصت ہوئی تو انھوں نے اپنے بزرگوں کے آثار و تبرکات ہی کو اصل چیز بنالیا اور ان ہی کو دین و ایمان کی روح قرار دیدیا، ان کی زیارت کرنے کرانے لگے، ان کے نام پر نذرانے اور رقمیں وصول کرنے لگے۔ اور آثار کے نام پر عمارت بناکر، درگاہ سجاکر اور خاص قسم کی حالت اور لباس کے ذریعہ عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے، اور یہی چیزیں ان کے نزدیک دین و ایمان کا مدار ثابت ہوئیں، جو ان چیزوں سے تعلق رکھتا تھا وہ ان کے موافق شمار ہوتا تھا اور جو ان میں کلام کرتا تھا لا مذہب اور غیر متدین مانا جاتا تھا، یہود و نصاریٰ اور دوسرے گمراہ مذاہب کے لوگوں نے یہی روش اختیار کر کے اپنی قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔

ہم مسلمانوں میں اسی قسم کی باتیں پیدا ہو رہی ہیں اور اسکی غیر متسند

آثار پر بلا وجہ کی بھیڑ لگائی جاتی ہے اور ایسا اجتماع کیا جاتا ہے اور تداعی کی جاتی ہے کہ اگر یہ چیزیں سند سے صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو ان کے لئے اس طرح کی بھیڑ اور تداعی جائز نہیں ہوگی، اور جو شخص اس صورت حال کے خلاف کچھ کہنا سننا چاہتا ہے اور حقیقت حال کا پتہ چلانا چاہتا ہے وہ اپنے جاہل پیروں اور انکے جاہل ماننے والوں کی زبان سے کیسی جلی کٹی باتیں سنتا ہے۔

دارالحدیث الاشرفیہ، دمشق :-

الملک اشرف کا دور سلطنت ہے،... ملک شام میں امن و امان، عدل و انصاف، رفاہیت اور بے فکری عام ہے، سلطان بڑا نیک دل، علم دوست اور علماء کا خادم ہے، اس کے دور میں ۶۹۲ھ کی شب برأت بڑی پرکشش ہے۔ اس رات میں... دارالحدیث الاشرفیہ کے نام سے ایک عظیم مدرسہ قلعہ دمشق سے متصل قائم کیا گیا۔ اور الملک الاشرف نے حضرت امام ابن صلاح کو اس کا مدرس مقرر کیا، اور بہت سے اوقاف وقف کئے تاکہ یہ مدرسہ علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی خدمت تادیر کرتا رہے۔

صاحب مرآۃ الزمان ۶۹۲ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

وفیھا فتحت دار الحدیث الاشرفیۃ المجاورۃ لقلعۃ دمشق لیلۃ النصف من شعبان، وأملی بھا ابن الصلاح الحدیث، ووقف الاشرف الاوقاف	اس سال نصف شعبان کی رات میں قلعۂ دمشق سے متصل مدرسہ دار الحدیث اشرفیہ کا افتتاح ہوا جس میں شیخ ابن صلاح نے حدیث کا املاء کرایا اور ملک اشرف نے اس پر اوقاف وقف کئے

وبھا نعل قدام النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا ایک نعل یعنی پاپوش تھا۔ (مرآۃ الزمان ص۶۷۶ و ص۶۷۷)

ایک شاہی دعوتِ طعام :-

احمد بن طولون جب مصر کا حاکم بنایا گیا تو اس نے اپنی حکومت کی خوشی اور شکر میں عظیم الشان دعوتِ طعام کا انتظام کیا، پہلی دعوت شنبہ ۱۰ ربیع الآخر میں شروع کی، جس میں پہلے فوجی افسروں کو، دوسرے دن تمام فوج مع مسجد کے مصلیوں اور تاجروں کو مدعو کیا اس کے بعد دو دن تک تمام لوگوں کو کھانا کھلایا۔ اس موقع پر ایک ہزار بھیڑ، تیس بیل، بیزہ نوجوان بھینسے، ایک ہزار بکری کے بچے، ایک ہزار بکری کے بڑے بچے، ایک ہزار بطخ، دس ہزار مرغی، اور بیس ہزار کبوتر کے بچے ذبح کئے،

پھر شنبہ ۹ر جمادی الاولی ۲۶۰ھ میں اپنے فوجی افسروں اور خاص لوگوں کے لیے دعوت طعام کا انتظام کیا، اور ستائیس دسترخوان پر کھانا کھلایا، یہ دعوت پہلی دعوت سے زیادہ اہم اور بڑی تھی،

پھر دوشنبہ ۲۲ر جمادی الاولی کو چار ہزار مسکینوں کو کھانا کھلایا اور ہر مسکین کو کھانے کے بعد ایک اصبہانی روٹی، گوشت اور ایک درہم دیا۔

پھر پنجشنبہ ۳ر رمضان کو دو ہزار مسکینوں کی دعوت کی، اور کھانے کے بعد ہر مسکین گوشت، روٹی، اور ایک درہم دیا۔ اس کے بعد بھی مسکینوں نے جو کھانا جس قدر چاہا لے لیا [1]

یہ شاہوں اور شہنشاہوں کی دعوت ہے جس میں کھانے والوں کی اکثریت تعداد مساکین اور اہل مسجد کی ہے۔ صرف دعوت ہی نہیں ہے بلکہ دعوت کے بہانے ان کو روپیہ پیسہ اور مزید کھانا بھی حسب پسند اور حسب ضرورت بلا تکلف دیا گیا۔ یہ اسراف اور فضول

---

[1] الذخائر والتحف ص۱۰۶

خرچی ہے یا غربا نوازی؟ اس کا فیصلہ ان کی نیت کرے گی، ہم آپ اس دعوت کی صورت حال سے بھی کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

اب آپ اپنے پڑوس کے کسی چھوٹے بڑے آدمی کی دعوت میں شریک ہونیوالوں کو دیکھ لیجئے کہ ان کی دعوت میں ننگے بھوکے اور فقیر و مسکین زیادہ ہوتے ہیں یا امیر کبیر موٹے تازے لوگوں کے شکم اور کام و دہن کی تواضع کی جاتی ہے، اور ان کی بڑائی کے احترام میں اچھی اچھی غذا کھلائی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس دعوت میں غرباء و مساکین چھوڑ دئے جائیں، اور امراء و دولت مند بلائے جائیں وہ بدترین دعوت ہے، اس حدیث کی رو سے یقیناً آج کل کی بہت سی دعوتیں بدترین دعوت ہوتی ہیں۔

ایک جامع وظیفہ و دعا:-

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی سند سے آخری حدیث یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

کلمتانِ خفیفتانِ علی اللسانِ، ثقیلتانِ فی المیزانِ، حبیبتانِ الی الرحمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ العظیم۔ یعنی یہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں،

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ العظیم

ان دونوں تسبیحات کو آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے غرض کہ ہر حال میں بشرطیکہ پاک ہوں پڑھ سکتے ہیں، اور ان کا حال یہ ہے کہ زبان پر ہلکے ہیں نامۂ اعمال کی میزان بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہیں۔

میم نامۂ حج

سفر حج کے ساٹھ میم

(۶)

مولانا محمد مسعود شمیم مدرس صولتیہ مکہ مکرمہ

۴۴ معلم :- ۸۷۶ھ میں تقریباً چھ سو سال پہلے سلطان مصر قایتبائی حج کے لئے آئے اس خیر پسند، دیندار، اور عالی ہمت بادشاہ کی یہاں بہت سی یادگاریں ہیں. فرمانروائے مصر کے ساتھ مختلف ممالک اور علاقوں کے حجاج کی ایک بہت بڑی تعداد شاہی قافلہ میں شامل تھی، مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد اس ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ مزاج وطبیعت اور زبان کے لحاظ سے ان تمام حجاج کی خدمت وراحت رسانی کے لئے ایسے صالح وباعمل اشخاص کا انتخاب کیا جائے جو صحیح طور پر ان کی رہنمائی خلوص ونیک نیتی کے ساتھ کر سکیں سلطان مصر کی خواہش پر اس زمانہ کے امیر مکہ شریف ابونمیؒ نے اس خدمت کیلئے

چند اصحاب علم و تقویٰ کو منتخب کر کے اللہ کے مہمانوں کو ان کے سپرد کیا گیا۔ یہ موجودہ معلموں کی ابتدائی تاریخ ہے، مگر آج چھ سو برس کے بعد نہ اس قسم کے حاجی ہیں نہ اس انداز و خیال کے معلم، اس طویل عرصہ کے بعد آج ہند و پاک کے تقریباً (۲۰۰) معلم انڈونیشیا، ملائیشیا، سنگاپور، اور ان علاقوں کے مختلف جزیروں کے تقریباً (۳۰۰) معلم، ترکی، ایران، افغانستان، الجزائر، مراکش، تیونس، افریقہ اور عرب ممالک کے تقریباً (۶۵۰) معلم ہیں۔ ان سب کی مجموعی تعداد (۱۲۰۰) ہے، جدہ میں ان تمام معلموں کے تقریباً (۱۲۸) وکیل ہیں، جن میں (۳۰) پاک و ہند کے حجاج کے وکلا ہیں۔ مدینہ منورہ میں تقریباً (۵۴) مزوّر ہیں، جو مدینہ کے معلم ہیں۔

حجاج کے سلسلہ میں حکومت سعودیہ کا یہ انتظامی حکم قابل ذکر ہے کہ اس نے مکہ معظمہ کے معلم، جدہ کے وکیل، مدینہ منورہ کے مزوّر یا وکیل، ان تینوں جماعتوں کو مستقل حیثیت دی ہے، اور ہر جماعت اپنی حد تک وزارت حج سے وابستہ ہے اور جوابدہ ہے۔ اسی طرح پاک و ہند کے بعض صوبے (مدراس، بہار، آسام وغیرہ) جو بہت زمانہ سے ایک ایک خاندان کے لئے مخصوص تھے، حکومت نے اس قسم کے تمام صوبوں اور قوموں کے حجاج کو اس پابندی سے آزاد کر دیا۔ اب وہ جس معلم کو چاہیں اور پسند کریں اس کے نام پر آ سکتے ہیں، اس میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔

ہر حاجی سے سرزمین مقدس پر قدم رکھنے کے بعد اس نئی دنیا میں پہلا سوال معلم کے متعلق ہوگا اس قاعدہ کی پابندی ضروری ہے۔ معلم کا انتخاب آسان کام نہیں، اس لئے جس کو بھی آپ اپنا معلم بنائیں پہلے اس کا اطمینان کر لیجئے کہ وہ آپ کی زبان جانتا ہو، خوش اخلاق ہو، اپنی نیک نامی کا خواہشمند ہو، معلم کے انتخاب کی ایک آسان

صورت یہ بھی ہے کہ چند معلموں کے نام معلوم کرکے اور اپنے اطمینان کے بعد "قرعہ" کے ذریعہ اپنا معلم خود منتخب کیجئے، آپ بھی "قرعہ" کے بغیر حج کے لئے نہیں آسکتے، معلم کے سلسلہ میں جو نام آپ کے "قرعہ" میں نکلے، اللہ کا نام لے کر اس کو اپنا معلم بنا لیجئے، اس طرح آپ اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں گے اور کسی سے شکایات کا موقع پیدا نہ ہوگا، یہ ضروری نہیں کہ اگر کسی حاجی کو کسی معلم سے آرام و راحت یا مناسب سلوک کا اتفاق ہوا ہو تو یہی صورت آپکے لئے بھی پیدا ہو، یاد رکھیئے کہ:-

۱- اپنی قسمت، ۲- اپنے اعمال، ۳- اپنا روپیہ، ۴- اپنا معلم۔ یہ آپکے سفرِ حج کے چار بنیادی عناصر ہیں۔

مکہ معظمہ کے ہر معلم کا جدہ میں ایک وکیل حکومت کی منظوری سے مقرر کیا جاتا ہے جدہ کی بندرگاہ یا ہوائی اڈہ پر آپ اس کی تحویل میں ہوں گے۔ آپ کے پاسپورٹ کا معاملہ اور مختلف جگہ ضروری اندراجات وغیرہ کے بعد وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے آپکی روانگی کا بندوبست کرے گا۔

۴۵- مزوّر :- مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت کا ذمہ دار "مزوّر" ہے اور کسی نہ کسی مزوّر کا انتخاب ضروری ہے۔ مکہ معظمہ میں معلم، جدہ میں وکیل، اور مدینہ منورہ میں مزوّر، یہ سب حکومت کی طرف سے آپ کی خدمت و راحت رسانی کے ذمہ دار ہیں مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی حاجی اپنے جائے قیام کے معاملہ میں آزاد ہے، اکثر مزوّر اپنے حجاج کے قیام کے لئے مکانات کا بھی انتظامات کرتے ہیں۔ عام طور پر حاجی مدینہ پاک میں آٹھ دس روز رہتے ہیں۔ تاکہ ان دنوں میں چالیس نمازیں پابندی کے ساتھ پوری کرسکیں، مزوّر آپ کی ہر ممکن رہنمائی کا ذمہ دار ہے، مگر حج کے ہنگامی زمانہ میں شب و

روز کی مصروفیات کے لحاظ سے آپ خود ان پر پر معمولی کام کا دباؤ نہ ڈالئے۔ مدینہ پاک کے مہاجرین اور پرانے رہنے والوں میں ایسے اصحاب موجود ہیں جن کی ہدایات و مشورے آپ کے لئے باعث سہولت ہوں گے، ان کے طویل تجربہ اور واقفیت سے اپنے اس زمانۂ قیام میں فائدہ اٹھائیے۔

۴۶۔ مکان:- مکہ معظمہ میں موسم کے لحاظ سے ہوا دار، روشن اور راحت دہ مکان کرایہ پر لینے کی کوشش کیجئے۔ اس لئے کہ سب سے زیادہ مدت کے لئے آپ کا قیام یہاں ہوگا۔ مکان کے معاملہ میں حاجی آزاد ہے، اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق، اپنے اختیار سے جس کرایہ اور جس قسم کا مکان لینا چاہے لے سکتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں۔ اس سفر مقدس میں اصول صحت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، تاکہ بہت دستعدی کے ساتھ آپ تمام کام اور ارکان و فرائض ادا کر سکیں، تنگ و تاریک مکانات یا جن میں ہوا اور روشنی کا گذر نہ ہو مضر صحت ثابت ہوں گے، "تندرستی ہزار نعمت ہے"۔

۴۷۔ موٹر:- عام طور پر حجاج کو موٹروں کے ذریعہ سفر میں دشواریاں پیش آتی ہیں ان کا آسان حل یہ ہے کہ آپ ڈرائیور کا خیال رکھئے، شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد آپ ڈرائیور کے رحم و کرم پر ہوں گے، وہ آپ کی زبان، اخلاق و عادات سے ناواقف ہے، یہ آپ کے ملک کا ملازم، نوکر یا ڈرائیور نہیں جو آپ کے سفری کھانوں یا چٹ پٹی غذاؤں کا عادی یا آپ کے پس خوردہ پر صبر کرلے یا اس کا امیدوار ہو، حج کے زمانہ میں ہر موٹر ڈرائیور کو سخت جفاکشی کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے، رات دن کی اس محنت کے صلے میں وہ اپنے مسافروں سے ہمدردانہ سلوک کے امیدوار ہیں، اگر ایک ریال فی کس کے حساب سے جمع کرکے "بخشش" (انعام) کے نام سے اس کو دیا جائے تو یہ آپ کا تابعدار رہے گا۔ اس قسم کے کام اور محنت کر

روزی کمانے والے یقیناً ان پیشہ ور اور مفت خور گداگروں سے بہتر ہیں جو صبح سے شام تک بھیک مانگ کر بیس تیس ریال کما لیتے ہیں۔

یاد رکھیئے: کہ جب کبھی آپ کسی موٹر میں بیٹھیں فوراً اسکا نمبر نوٹ کرلیں خاص طور پر جدہ مکہ، مکہ مدینہ۔ آتے جاتے موٹر یا بس کا نمبر ضرور نوٹ کیجیئے، بعض حالات میں اگر آپ کو کوئی دقت یا دشواری پیش آجائے تو اسکا حل صرف موٹر کے نمبر ہی سے ہو سکتا ہے۔

۴۸۔ متاع سفر

:- اس طویل بحری و بری (دریا اور خشکی) سفر میں جہاں مختلف وسائل سفر ریل، جہاز، موٹر وغیرہ سے ہر قدم پر آپ کو سابقہ پڑے گا، جہاں تک ممکن ہو مختصر اور ضروری سامان ساتھ رکھیئے جس قدر سامان محدود ہوگا اسی قدر آپ کو آسانی اور سہولت ہوگی، جدہ میں اپنا سامان تلاش کر کے، کسٹم والوں سے پاس کراکے وکیل کے ملازموں کو سپرد کرنے سے زیادہ یہ بہتر ہوگا کہ اپنے سامنے ٹرک پر رکھوا کر مدینۃ الحجاج۔ (حاجی کیمپ) میں آئیے، ہینڈ بیگ، ناشتہ دان، ٹوکری وغیرہ جیسی چھوٹی چیزیں اپنے ساتھ رکھیئے۔ حاجی کیمپ میں پہنچ کر اپنا سامان وصول کیجیئے۔ مکہ معظمہ کے لئے روانگی کے وقت سامان اپنے سامنے بس یا ٹیکسی میں رکھوائیے بس یا ٹیکسی میں اگر کسی دوسرے معلم کے بھی حاجی شریک سفر ہوں تو سامان اپنی نگرانی میں اتروائیے تاکہ آپ کی کوئی چیز نہ رہ جائے یا غلطی سے کسی دوسرے حاجی کا سامان نہ آجائے۔ اس حالت میں گمشدہ سامان کا ملنا بہت مشکل ہے، حج کے لئے منیٰ و عرفات کی روانگی مدینہ منورہ کی آمد و رفت اور جدہ کی واپسی کے وقت بھی اسی طرح سامان کا خیال رکھا گیا تو انشاءاللہ کسی چیز کی گمشدگی کی طرف سے آپ پریشان نہ ہوں گے، صندوق، بستر بند وغیرہ پر اپنا نام اور پتہ وغیرہ نمایاں طور پر لکھ دیجیئے۔

۴۹۔ معالج وطبی امداد :-

سفر میں آب وہوا کے اختلاف اور ناموافق غذا سے صحت پر ناگوار اثر پڑتا ہے، قبض اور معدہ کی خرابی اور موسمی اثرات سے بر وقت بچنے کی کوشش کیجئے، معمولی شکایات یا تکلیف کی مناسب دوائیں ساتھ رکھئیے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دنبہ، بکرہ، گائے، اونٹ، مرغی اور مچھلی کا عمدہ گوشت ملتا ہے، جس کی دوکانیں الگ ہیں، سفر حج میں جب جی چاہے گوشت کھائیے۔ یہ خیال یا شہرت بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ یہاں کے جانور "سنا مکی" کھاتے ہیں اس لئے ان کا گوشت دست آور ہے۔

"سنا مکی" ایک خاص علاقہ میں بڑی احتیاط و حفاظت کے ساتھ بوئی جاتی ہے اور اہتمام سے یہ تجارتی بوٹی خشک کر کے بڑی مقدار برآمد کی جاتی ہے، ہر قسم کے تازہ گوشت کے علاوہ عمدہ اور بہتر ترکاریاں، پھل انڈے، وغیرہ آپ کو ملیں گے۔

آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں ہیں۔ صحت ومرض، خیر و شر اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، مگر ظاہری اسباب کی حد تک حکیم یا ڈاکٹر اور ان کے مفید تدابیر بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں جس نے صحت و شفا اپنے ہاتھوں میں رکھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: زمزم جس نیت سے پیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرمائے گا۔ اس لئے جب تک مکہ معظمہ میں آپ کا قیام ہے دن میں کئی بار کنوئیں پر جا کر تازہ زمزم پیجئے، اور عجز و خلوص سے دعا کیجئے، مرض ہو یا کوئی مشکل جس نیت و ارادہ سے آپ پئیں گے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

خدانخواستہ طبی مدد کی ضرورت پیش آئے تو بر وقت امداد حاصل کرنے کے لئے:۔

۱۔ مقامی حکومت کے ہر جگہ اسپتال اور ڈاکٹر۔

۲۔ مکہ معظمہ میں پاکستان اور ہندستان کے مستقل شفاخانے اور حج کے زمانے میں ان ممالک کے طبی مشن۔

۳۔ مدینہ میں مستقل پاکستانی شفاخانہ۔ اور حج کے زمانہ میں یہاں پاک و ہند کے طبی مشن۔

۴۔ حج کے ایام میں عرفات، منیٰ، مزدلفہ اور ان مقامات کے راستوں میں مقامی حکومت کا غیر معمولی طبی انتظام و اہتمام۔

۵۔ منیٰ میں پاک و ہند کے شفاخانے (منیٰ کے سہ روزہ قیام کے زمانہ میں) یہ سب طبی مرکز آپ کی امداد و خدمت کے لئے قائم کئے گئے ہیں، خدا آپ کو ان کا ضرورت مند اور محتاج نہ کرے۔

۵۰۔ مچھر:۔ مکہ معظمہ میں مچھر آپ کے استقبال اور پابوسی کے لئے ہر جگہ موجود ہوں گے اگرچہ ان کی بساط اور وجود کچھ نہیں، مگر اس قدر بہادر اور دلیر ہے کہ آواز دیکر یا نغمہ سرا ہو کر اپنی زبان میں کچھ کہتا ہوا آپ کے پاس آئے گا، ہر وقت آپ کو جگانے، بیدار کرنے اور خواب غفلت سے دور رکھنے کی کوشش کرے گا۔ قوی الجسم، مغرور اور سرکش انسان کمزور نحیف اور ناتواں مخلوق کے سامنے عاجز و مجبور ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتا ہے مچھر کے اظہار محبت بچنے کا واحد ذریعہ مچھر دانی ہے جو اپنے ساتھ لائیے، یہاں بھی ہر قسم کی سلی ہوئی مچھر دانیاں ملتی ہیں تاکہ رات کو آپ آرام و اطمینان سے اپنی نیند پوری کر سکیں مگر مچھر دانی کے باندھنے، چاروں طرف سے بستر کے نیچے دبانے اور طریقہ استعمال میں احتیاط ضروری ہے مچھر دانی میں داخل ہوتے یا نکلتے ہوئے تحفظ سے کام کیجئے، اس لئے کہ مچھر بھی اپنے فن میں ماہر ہے، کسی نہ کسی صورت سے داخل ہو کر انتقام لے گا۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر رہئے کہ الحمد للہ یہاں کسی قسم کے متعدی مرض یا ملیریا کے مچھر نہیں، یہ تو صرف لاپرواہ اور غفلت شعار انسانوں کے لئے "اطمو خاکو" کی آواز لگانے پر مامور ہے۔

۵۱۔ مساکین (گداگر) :- جدہ میں اترنے کے بعد سے واپسی وطن تک آپ کو ہر جگہ بھیک مانگنے والے ملیں گے، حکومت خود اس معیوب حرکت کو روکنے کی کوشش کرتی ہے، مگر سادہ لوح حجاج اپنی نہی سے اس قسم کے پیشہ ور گداگروں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس لئے ہر کس وناکس کو مانگنے کی عادت ہو گئی، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں آپ کو کسی مستحق کی جائز امداد سے روکتا ہوں، نادار طبقہ آپ کی ہر ممکن دستگیری کا محتاج ہے مگر یہ آپ کے سامنے نہیں آتا، اس عنوان کے ماتحت ان مساکین اور گداگروں کی حقیقت بتائی ہے جو حج کے زمانہ میں اپنا کام چھوڑ کر مفت خوری کے عادی ہو چکے ہیں، ان لوگوں کو کچھ دینا دوسرے صحیح مستحقین کی حق تلفی ہے۔

مقامی پولیس ان مانگنے والوں کے تعاقب میں رہتی ہے، مگر کہاں تک؟ مانگنے والوں میں چھوٹے اور کم عمر بچوں کو کچھ دینا آئندہ کے لئے ان کی زندگی تباہ کرنی ہے اور تمام عمر ان کو بھیک مانگنے کا عادی بنا دینا ہے۔ اس لئے کبھی بچوں کو کچھ نہ دیجئے، ان کو سکھایا گیا ہے کہ وہ "یتیم" بنکر آپ کے سامنے آئیں۔

حجاج کے سنجیدہ اور عقلمند طبقہ سے امید ہے کہ وہ اس مخلصانہ مشورہ پر غور کریں گے، اور حرمین شریفین میں گداگری کو فروغ اور وسعت نہ دیں گے۔ اپنے ماحول میں عام حجاج کو سمجھانے کی کوشش کیجئے۔

۵۲ مفید ہدایات :- ۱۔ اس مقدس سفر میں اختلافِ طبیعت ومزاج اور اختلاف

معاشرت کی وجہ سے آپ کو مختلف حالات سے دوچار ہونا پڑے گا، اس لئے ہر موقع پر صبر و تحمل سے کام لیجئے،

۲۔ جو شخص پیدل چلنے اور دیہاتی زندگی کا عادی ہوگا، وہ معمولی صعوبات سفر کو باسانی برداشت کر سکتا ہے اور سفر حج کی تکلیف کو زیادہ محسوس نہیں کرتا، مگر جو شہری زندگی کے آرام و آسائش کے خوگر اور عادی ہیں وہ حج سے قبل اپنے آپ کو اس سفر کے قابل بنانے کی کوشش کریں۔

۳۔ کسی بڑے قافلہ میں شریک نہ ہونا چاہئے، رفیق سفر تجربہ کار منتخب کریں، جو یار شاطر ہو اور آپ اس پر بار خاطر نہ ہوں، جب تک کسی دوست یا عزیز کی طبیعت کا اندازہ نہ ہو شریک سفر نہ بنائیے، اس سفر میں باہمی طور پر قوت برداشت اور بے نفسی پہلی شرط ہے، رہنے سہنے، کھانے پینے کا اگر ممکن ہو الگ انتظام اور حساب کی صفائی آپس کے جھگڑوں سے محفوظ رکھے گی۔

۴۔ ضرورت سے زیادہ سامان ہر جگہ باعث تکلیف ہوگا۔ آٹا، شکر، چائے، کوکم آلو، پیاز، لہسن وغیرہ ساتھ لانا اپنے آپ کو پریشان کرنا ہے، یہ سب چیزیں الحمدللہ یہاں آپ کے ملک سے زیادہ بہتر ملتی ہیں۔

۵۔ سفر حج کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ "خودی" باقی نہ رہے، اور "بندہ" بننے کی عادت ہو جائے، اپنے اندر بندگی اور ایثار پیدا کیجئے۔ اور سب کے ساتھ نبھانے کی کوشش کیجئے۔

۶۔ جہاں بھی آپ رہیں صفائی کا خیال رکھیئے، اگر آپ پان کھاتے ہیں تو ہر جگہ پیک مار کر گل کاری نہ کیجئے، پیک دان اپنے پاس رکھیئے، حقہ پینے کی عادت ہے تو جا بجا چلم نہ ڈالیئے، یہاں کے اکثر نو تعمیر مکانات میں جدید قسم کے پاخانے اور گندے پانی کے لئے نل

لگے ہوئے ہیں، ان میں کوئی چیز از قسم کوڑا کرکٹ وغیرہ نہ ڈالئے بلکہ جمع کرکے گلی میں پھینک دیجئے۔ اس قسم کی چیزوں سے اگر یہ نل بند ہوگئے تو مالک مکان کی زیر باری اور پریشانی کے علاوہ آپ کو تا مدت قیام سخت زحمت و مشکل پیش آئے گی۔ اور دوسروں کو بھی اس سے اذیت اور تکلیف ہوگی۔

۷۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں اگر آپ کے مکان (جائے قیام) میں بجلی کے پنکھے بجلی کی روشنی ہے تو باہر جانے سے پہلے پنکھا اور روشنی بند کرکے جائیے۔ بجلی آپ کی ملکیت یا کوئی خانہ ساز چیز نہیں جس کو آپ بے دردی سے خرچ کریں۔ یا اس کے استعمال میں اپنی بے حسی کا ثبوت دیں۔ اسی طرح آپ کے جائے قیام میں اگر پانی کا نل ہے تو رات دن کپڑے دھونے اور بے تحاشا خرچ کرنے سے احتیاط کیجئے۔ مالک مکان کی طرف سے یہ پانی وضو غسل اور ضروری کاموں کے لئے مہیا کیا گیا ہے، مگر حجاج جس لاپرواہی سے "مال مفت دل بے رحم" کی طرح بجلی اور پانی خرچ کرتے ہیں، اس کی وجہ سے مالک مکان کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہے، جو یقیناً حاجی کے لئے باعث تکلیف و پریشانی ہوتی ہے۔

۸۔ جب موقع ملے تو زم زم کے کنوئیں پر جاکر دن میں چند بار تازہ زم زم خوب سیر ہوکر پیجئے۔ اور ہر مرتبہ دعا کیجئے۔

۹۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جب تک قیام رہے، پھل، تازہ ترکاریاں۔ اور جس قسم کا گوشت پسند ہو خوب کھائیے۔ کسی واقف کار سے مقامی دنبہ کے گوشت کی دکان معلوم کرلیجئے۔ سفر میں غذائی تدابیر سے قبض اور معدہ کی خرابی کا علاج کیجئے۔

(باقی)

ستر کروڑ انسانوں کی تاریخ

ہجری تقویم یا اسلامی سال کی ابتداء کیوں کر ہوئی؟

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری، اکرا، گھانا)

انسانی زندگی میں ہمیشہ سے ایک ایسے نظام کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جاتی رہی جس کے ذریعہ گزشتہ حوادث وواقعات کی تعیین ہو سکے، چنانچہ ہر قوم نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنے طور پر مختلف قسم کے نظام رائج کئے۔ ان تمام نظاموں میں قدرے مشترک صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ ہر ایک کا سلسلہ کسی نہ کسی عظیم حادثہ سے ملا ہوا ہے۔ کسی نے اپنی قومی یا دینی رہبر کی پیدائش یا موت کو اہم ترین موقع قرار دے کر اسی کو اپنی تاریخ نویسی کا محور قرار دیا۔ تو کسی نے اپنے کسی عظیم حکمراں کی تخت نشینی کو اہم واقعہ قرار دے کر اس سے اپنے روز ناموں کا رشتہ جوڑ دیا، اسی طرح کسی نے اپنی فتح و کامرانی کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ تو کسی نے ناگہانی حوادث اور آفات سماوی کو اپنی اس ضرورت کے لئے استعمال کیا۔ چونکہ قوموں کی زندگی میں عروج و زوال اور واقعات و حوادث وقوع پذیر ہوتے ہی رہتے

ہیں. اس لئے لازمی طور پر تاریخ نویسی کے یہ مراکز و اصول بھی بدلتے رہتے ہیں.

دوسری قوموں کی طرح عربوں کے پاس بھی تاریخ نویسی کا کوئی خاص نظام رائج نہیں تھا، وہ بھی دوسروں کی طرح کسی عظیم اور مشہور حادثہ و واقعہ سے اس کا سلسلہ جوڑ لیا کرتے تھے اس درمیان میں جب کوئی دوسرا عظیم حادثہ پیش آجاتا تو پہلے کو چھوڑ کر اس دوسرے کو تاریخ نویسی کے لئے منتخب کر لیتے، مثال کے طور پر سب سے پہلے انہوں نے بنا ر کعبہ کو اپنے روزنامچے کا محور قرار دیا، اس کے بعد جب یمن کا مشہور بند " مارب " ٹوٹا تو اس حادثہ سے اس کا رشتہ جوڑ دیا۔ پھر کعب بن لوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں جد امجد کی موت کو اس کام کے لئے منتخب کر لیا۔ اسی طرح جب ابرہہ نے ہاتھیوں سے کعبہ پر حملہ کر دیا تو اس حادثہ کو اپنی تاریخ نویسی کا مبدا قرار دیدیا، اور جب مدینہ کے دو قبیلوں، اوس و خزرج ۔ کے درمیان مشہور معرکہ آرائی " بعاث " ہوئی تو اس کا دھارا ادھر موڑ دیا۔

ابتداء میں مسلمانوں نے بھی اسی پر عمل کرتے ہوئے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد جنگ بدر سے تاریخ نویسی کی ابتداء کی، پھر جنگ احد، خندق اور خیبر سے اس کا تعلق جوڑا، اور آخر میں حجۃ الوداع کو تاریخ نویسی کا مبدا قرار دیا۔ غرض ان کے نزدیک بھی اس وقت تک کوئی مستقل نظام تاریخ نہیں تھا، لیکن مسلمانوں کے نزدیک ہجرت کا واقعہ بنی نوع انسان کے لئے خیر اور بھلائی کے ایک نئے باب کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ اسی لئے مسلمانوں نے متفقہ طور پر اسی کو اپنی تاریخ نویسی کا مرکز و مبدا قرار دیدیا اور اسی کے حساب سے اپنے روزنامچوں کی ترتیب دینے لگے۔

مسلمان تاریخ دانوں میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے واقعہ ہجرت کو تاریخ کے لئے کس نے استعمال کیا؟ حاکم نے اکلیل میں امام زہری سے

روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں نزول فرمایا تو حکم فرمایا کہ ہجرت سے اوقات و ازمان کی تعین کی جائے، اسی طرح امام سیوطی نے تدریب الراوی میں ابوطاہر محمن زیادی کی روایت نقل کی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کے عیسائیوں کو خط لکھا تو حضرت علی رضؓ کو حکم دیا کہ وہ اس میں یہ عبارت لکھدیں کہ یہ خط ۵ھ ہجری میں تحریر کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں مشہور روایت یہ ہے کہ جس نے واقعہ ہجرت کو اسلامی تاریخ نویسی کا سنگ میل بنایا، اور بڑے بڑے حوادث کے سامنے بھی اسے ناقابل تغیر و تبدل قرار دیا وہ حضرت عمر رضؓ بن الخطاب کی ذات گرامی ہے، اس کی تائید بھی کئی روایتوں سے ہوئی ہے۔

میمون بن مہران نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضؓ بن الخطاب نے سرکردہ صحابہؓ کرام رضؓ کو بلا کر کہا کہ مستحقین میں اموال تقسیم کرنے کے باوجود بیت المال خزانوں سے بھرا پڑا ہے، ہم نے جو اموال تقسیم کئے ہیں، ان پر کوئی ایسی نشاندہی نہیں کی گئی ہے جس سے وقت کی تعین ہو سکے، آپ لوگ کوئی ایسا طریقہ بتلائیے جس سے یہ مسئلہ حل ہو سکے، یہ سن کر ایک صحابی رضؓ نے مشورہ دیا کہ رومیوں کے یہاں تعین وقت کا جو نظام رائج ہے اسی کو اپنایا جائے لیکن یہ کہکر اسے ناقابل قبول قرار دیدیا گیا کہ وہ بہت پہلے سے اس کا تعلق جوڑتے ہیں یعنی ذوالقرنین کے عہد حکومت سے اس کی ابتداء کرتے ہیں، کچھ لوگوں نے کہا کہ اہل فارس کے طریق تعین وقت یا نظام تاریخ نویسی کو اپنایا جائے، چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے ہرمزان کو بلا کر اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی اس نے کہا کہ ہم اپنے روزنامچوں کی ترتیب کے لئے جو نظام استعمال کرتے ہیں اس کا نام "ماہ روز" ہے جس کا مطلب ہے" مہینوں اور دنوں کا حساب" اس نظام سے اتفاق کرتے ہوئے اس کو قبول کر لیا گیا، اور لفظ" ماہ روز" کو عربی شکل دے کر" مورّخ" کر دیا گیا۔

پھر عربی قواعد کی رو سے اس کا مصدر "تاریخ" نکالا گیا۔

پھر سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کے ہجری سال کی ابتدا ر کہاں سے ہو؟ اس سلسلہ میں قرہ بن خالد کا بیان ہے کہ حضرت عمر رض اور صحابہ کرام رض نے مشورہ کیا کہ ہجری سال کی ابتدا "بعثت نبوی" سے ہونی چاہئیے۔ لیکن وہ اس رائے پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے اور انھوں نے "وصال نبوی" کو مبداء بنانے کی تجویز پیش کردی، جو ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ہے۔ لیکن اس رائے پر بھی زیادہ دیر تک جم نہ سکے۔ اور "ولادت نبوی" سے اس کی ابتداء کرنے کی سوچنے لگے جو ۱۲ ربیع الاول موافق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے۔ آخر حضرت علی رض نے مشورہ دیا کہ اسلامی سال کی ابتداء ہجرت کے دن سے ہونی چاہئیے، چنانچہ اسی پر سب کا اتفاق ہوگیا۔

ابو نعیم نے اپنی تاریخ میں حاکم شعبی سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے حضرت عمر رض کو ایک مرتبہ لکھا کہ آپ کے فرمان ہمارے پاس آتے ہیں لیکن ان پر کوئی تاریخ نہیں درج ہوتی، چنانچہ حضرت عمر رض نے سربرآوردہ صحابہ کرام رض کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا، کسی نے کہا "بعثت نبوی" سے تاریخ نویسی کی جائے، کسی نے کہا ہجرت سے، حضرت عمر رض نے یہ سن کر فرمایا کہ ہجرت کا واقعہ حق و باطل کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اسی کو اسلامی تاریخ کے لئے استعمال کیا جائے، اور اس کی ابتداء ماہ محرم سے ہوا کرے گی، کیوں کہ لوگ عام طور پر اسی ماہ میں حج سے فارغ ہوکر واپس لوٹتے ہیں اور از سر نو اپنی جد و جہد کا آغاز کرتے ہیں، چنانچہ اسی پر اتفاق ہوگیا۔ اس طرح ۱۷ھ میں اسلامی تقویم یا ہجری کلینڈر باقاعدہ طور پر وجود میں آیا۔

نقلی دین

بقلم ڈاکٹر احمد امین

(تلخیص و ترجمہ از عالی جناب وزیر محمد شیخ صاحب، بمبئی)

(مختصر تعارف:۔ ڈاکٹر احمد امین ۱۸۷۸ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر میں سلسلۂ تعلیم ختم کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور انگریزی تعلیم سے فیضیاب ہوئے، اپنے علمی مقالات اور ادبی سرگرمیوں کی بدولت کافی شہرت حاصل کی ۱۹۳۶ء میں جامعہ مصریہ میں پروفیسر بنے اور پھر وہیں قلیل مدت کے بعد پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے، ۱۹۴۸ء میں ڈاکٹریٹ پائی اور جامعہ عربیہ میں محکمۂ ثقافت کے مدیر ہوئے۔ تصنیف و تالیف کے کمیشن پر تقریباً تیس ۳۰ سال تک محنت کی اور کثیر تعداد میں مختلف تالیفات ان کی سرپرستی و نگرانی میں وجود میں آئیں۔

ان کی مشہور زمانہ کتب میں "فجر الاسلام" اور "ضحی الاسلام" قابل ذکر ہیں اور ان کی "فیض الخاطر" سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

پروفیسر امین عصر حاضر کے بہترین مصنفوں میں سے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں انتقال فرمایا۔)

کیا آپ اصلی ریشم اور نقلی ریشم کے فرق کو جانتے ہیں؟ کیا آپ ایک زندہ شیر اور شیر کی تصویر کے فرق کو جانتے ہیں؟ ایک دنیا تو وہ ہے جو شب و روز آپ کے مشاہدہ میں ہے اور ایک وہ دنیا ہے جو جغرافیائی نقشہ پر کشید کی گئی ہے۔ کیا آپ ان دونوں کے فرق کو جانتے ہیں؟ ایک تو وہ عمل ہے جو آپ کی بیداری کی حالت میں صادر ہوتا ہے اور ایک وہ عمل ہے جو خواب کی حالت میں ہوتا ہے، کیا آپ اس فرق کو جانتے ہیں؟ ایک تو جیتا جاگتا انسان ہوتا ہے اور دوسرا انسان کا وہ مجسمہ ہے جو آپ اکثر دوکانوں میں دیکھتے ہیں اور جس پر گاہکوں کے لئے کپڑوں کی نمائش کی جاتی ہے، کیا آپ ان دونوں کے فرق کو جانتے ہیں؟ کیا آپ اس فرق کو جانتے ہیں جو میت کے اصلی وارثوں کے نوحہ میں اور کرایہ کی ڈومنیوں کے نوحہ میں ہوتا ہے؟ ایک تو وہ سرمہ ہے جو آنکھوں میں لگا ہوتا ہے؛ اور... لگانے والے کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ اور ایک وہ سرمہ جو محض شیشی میں میں پڑا رہتا ہے۔ کیا آپ ان دونوں کے فرق کو جانتے ہیں؟ ایک تلوار تو وہ ہے جو ایک مجاہد جانباز کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور دوسری لکڑی کی وہ تلوار ہوتی ہے جسے ایک خطیب جمعہ میں تھامے ہوئے خطبہ پڑھتا ہے۔ کیا آپ اس فرق کو جانتے ہیں؟ جیتے جاگتے، چلتے پھرتے انسان آپ کو ہر طرف نظر آتے ہیں، اور پھر پردۂ سیمیں پر بھی کچھ انسان نظر آتے ہیں، کیا ان کے فرق کو جانتے ہیں؟ کیا آپ صدا اور صدائے بازگشت کے فرق کو جانتے ہیں؟ اگر آپ نے ان تمام فروق کو جان لیا ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے اصلی اور نقلی دین

کے فرق کو بھی سمجھ لیا ہے۔

مورخین اور محققین نے اس امر کی تحقیق میں کافی جد و جہد کی ہے تاکہ دنیا اس فرق کو پہچانے، ایک تو وہ سابقین اولین مسلم تھے جو دنیا میں بہت سے عجائب اپنے ساتھ لائے۔ انہوں نے فی سبیل اللہ جہاد کیا، فتوحات حاصل کیں اور اور پھر ان کے بعد وہ مسلمان بھی آئے جو ناکام و نامراد اور ذلیل و رسوا ہوئے باوجود یکہ قرآن وہی قرآن تھا، تعلیمات اسلام وہی تعلیمات اسلام تھیں، اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ وہی کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ تھا اور ہر چیز وہی تھی جو پہلے تھی۔ اس امر کی تحقیق میں مختلف مذاہب اور مختلف مسالک نے طبع آزمائی کی ہے اور مختلف آراء اس میں پائے جاتے ہیں، لیکن میری نظر میں تو اس فرق کا ایک ہی سبب رہا ہے اور وہ اصلی اور نقلی دین کا فرق ہے۔

نقلی دین محض حرکات و سکنات اور الفاظ کا ایک مجموعہ ہے اس کے پیچھے دوسری کوئی شے نہیں لیکن اصلی دین ایک روح، ایک قلب اور ایک حرارت ہے۔

نقلی دین میں نماز محض ریاضی کا ایک کھیل ہوتا ہے۔ اور حج ایک میکانکی حرکت اور جسمانی سفر اور دین کے مظاہر یا تو ناٹک کے کھیل یا مداری کے کرتب ہوتے ہیں۔

نقلی دین میں لا الہ الا اللہ محض ایک بے معنی خوبصورت قول ہوتا ہے۔ اصلی دین ایک بغاوت ہے ال کی پرستش کے خلاف، آمریت کے خلاف، شہوات نفس کے خلاف اور اللہ کے سوا ہر معبود کے خلاف۔ مصنوعی دین میں لا الہ الا اللہ محض گردنوں کی جنبش سے مفقود و معدوم ہو جاتا ہے، لیکن دین حق میں اس پر کوئی موت نہیں۔ نقلی دین میں لا الہ الا اللہ ہوا کے ساتھ بہہ نکلتا ہے لیکن دین

حق میں لا الہ الا اللہ بہا لیول تک کے ہلا دیتا ہے۔

مصنوعی دین تو ایک پیشہ ہے جیسے کہ تجارت یا کشیدہ کاری جس میں ہر کس و ناکس تھوڑی سی مشق کے بعد ماہر بن جاتا ہے۔ لیکن دین حق ایک روح، ایک قلب، ایک حرارت ہے۔ بذات خود یہ کوئی عمل نہیں ہے لیکن ہر عمل جلیل اور ہر عمل نبیل کا محرک و موجب ہے۔

دین حق ایک اکسیر ہے، جب یہ کسی میت کو دیا جائے تو اس میں جان پڑ جاتی ہے، یہ وہ کیمیائی پتھر ہے جو تانبے پیتل اور چاندی کو سونا بنا دیتا ہے، یہ وہ عقیدہ ہے جو معجزات کا سرچشمہ ہے۔ اور یقیناً علم اور تاریخ اور فلسفہ اس کے سامنے محو حیرت ہیں، آپ اس کی کیسے تشریح کر سکیں گے؟

دین حق ایک تریاق ہے جس کی تھوڑی سی مقدار بھی زندگی کے سارے زہر دل کو زائل کرتی ہے، یہ وہ ایک کیمیائی عنصر ہے جو اگر دینی شعائر کے ساتھ ملا یا جائے تو آپ کو تقرب الٰہی حاصل ہو اور اگر اسے دنیوی اعمال سے جوڑ دیں تو مصائب و عقبات خواہ کتنی ہی شدید ہوں آسان ہو جاتے ہیں۔

دین حق کا حامل اپنے دین کے لئے زندہ رہتا ہے اور اس کے لئے لڑتا ہے اور دین مصنوعی کا حامل اس دین کے باعث زندہ رہتا ہے اور اس کی تجارت کرتا ہے اور اس سے دھوکہ و فریب دیتا ہے۔

دین حق کا حامل ہر حکومت اور ہر سیاست سے بالاتر ہوتا ہے لیکن دین مصنوعی کا حامل حکومت و سیاست کا پٹھو ہوتا ہے۔

دین حق قلب اور قوت ہے اور نقلی دین محض صرف و نحو اور اعراب۔

کلام وتاویل۔ دین حق ایک امتزاج ہے روح اور خون کا۔ وہ صداقت اور سچائی کے تحفظ کے لئے ایک غضب، ظلم وتشدد کے لئے سراپا نفرت اور دشمنانِ انصاف کے حق میں سراپا موت کا پیغام ہے۔ اور مصنوعی دین ایک لمبا چوڑا عمامہ اور ایک چمک دار قباء ہے۔

دین حق میں "شہادت" کا مفہوم وہ ہے جسے خود اللہ تعالےٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے:۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون"۔ لیکن دین مصنوعی میں "شہادۃ" محض جملہ کا اعراب، متن کی تخریج یا تفسیر کی شرح وغیرہ ہے۔

دین حق میں خدا اور اس کے بندوں کے درمیان جو رشتہ ہے اس میں حسن وخوبی پیدا کرتا ہے اور اسی طرح اس رشتہ میں بھی جو بندوں میں آپس میں ایک دوسرے کے درمیان ہوتا ہے تاکہ بالآخران تمام رشتوں کا تعلق خدا سے جڑ جائے اور اس میں ایک اعلیٰ معیار رونما ہو۔ اس کے برعکس نقلی دین میں انسان کا انسان سے جو رشتہ بنایا جاتا ہے وہ محض ذاتی اغراض کی بنا پر ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ رزق حاصل کیا جائے یا اس لئے کہ اس سے جاہ وحشم کا حصول ہو یا اس لئے کہ اس سے مال ودولت ہاتھ آئے یا اس لئے کہ اس سے اپنے کسی ذاتی نقصان کی تلافی ہو۔

کسی نے خوب کہا ہے:۔ "ان ھذا الدین لا یصلح آخرہ الا بما صلح بہ اولہ"۔ (اس دین سے متاخرین کی اصلاح اسی طریقہ پر ہو سکتی ہے

جس پر سابقین کی ہوئی تھی) تو کیا سابقین کا دین روح (یعنی دین حق) نہیں تھا اور کیا متاخرین کا دین مصنوعی دین نہیں ہے؟

ہر اہل دین کا جرم یہی تھا (جیسا کہ ماضی میں ہوا) کہ وہ دین کی اصل رُوح سے بہت دور جا پڑے اور انہوں نے دین کی محض ظاہری شکل کی حفاظت کی اور صرف "تقدیر" کے سہارے اپنی زندگی رسوائی میں بسر کی، چنانچہ ان کی نگاہ میں دین کا ظاہری ڈھانچہ ہی سب کچھ تھا اور اس کی رُوح کی کوئی قیمت نہ تھی،

ایمان کی شان عشق ہے جو سردی کو حرارت میں، گمنامی کو شہرت میں، رذالت کو فضیلت میں اور خودغرضی کو ایثار و قربانی میں تبدیل کر دیتی ہے، ایمان حق ایک عصائے سحری ہے، جب یہ کسی چیز کو چھو جائے تو وہ شعلۂ نار بن جاتی ہے، ایک پُرجوش اور جامد شئے پگھل کر رہ جاتی ہے اور ایک مردہ چیز جاندار بن جاتی ہے،

زائرانِ حرم!

حجاج کرام! جن لوگوں کا نام قرعہ اندازی میں آجائے انہیں چاہیئے کہ حج کی تیاری کریں،

مناسک اور ارکان حج کی معلومات میں لگ جائیں تاکہ آپکا حج طریقہ پر ادا ہو،

مدارس عربیہ کی اصلاح و تنظیم کے سلسلہ میں

چند گذارشات

از مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب ناظم وفاق مدارس عربیہ کمشنری بنارس

تعلیم و تعلم کا سلسلہ تو قدیم ہے اور ہر زمانہ میں ضرورت کے مطابق اسکا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ صوفیاء اپنی خانقاہوں میں اور علماء اپنے مواعظ میں دین کی باتیں بتایا کرتے تھے، اہل ثروت اپنے نجی انتظام میں مدارس چلاتے تھے حتیٰ کہ حکام بھی اگر صاحب علم ہوئے تو فارغ اوقات میں طلبہ کو درس دیا کرتے تھے اس طرح ہمارا قافلۂ علم برابر سرگرم سفر رہا۔ مگر ہندستان کا سیاسی نقشہ بدلتے ہی مدارس کی شکل بھی تبدیل ہو گئی۔

انگریزوں نے جب ہندستان پر قبضہ جما لیا اور خاص طور پر مسلمانوں کے علوم اور اسلامی قدروں کو پامال کرنا شروع کیا تو علماء ہی بغاوت کا علم لیکر اٹھے، قربانیاں پیش کیں اور انگریزوں کے اقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے تیار کئے۔ لیکن انھیں تقریباً ہر محاذ پر ناکامی ہوئی اس لئے انھوں نے طے کیا کہ اب ہمیں بچے

کچھ تنکوں کو سمیٹ کر بیٹھ جانا چاہیئے اور نئے سرے سے اپنے آشیانے کی تعمیر کرنی چاہیئے، اسی منصوبہ کے تحت علماء نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ انگریزیت اور عیسائیت کا مقابلہ مادی قوت سے کرنا فی الحال ان کے لئے ممکن نہیں ہے لہذا کوئی ایسی راہ اختیار کرنی چاہیئے جس میں نفرت کم سے کم ہو چنانچہ آزاد دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا گیا اور رفتہ رفتہ پورے ملک میں عربی مدارس کھلنے لگے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسے مدارس کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان مدارس میں علماء ہی پیدا نہیں ہوئے مجاہد بھی پیدا ہوئے، ہندستان کی آزادی کا صور ان ہی نے پھونکا۔ مکمل آزادی کا مطالبہ پہلے ان ہی کی زبان پر آیا، پھانسی کے تختے چومنے میں پہل کرنے والے یہی تھے، مالٹا کا جزیرہ آباد کرنے والے بھی یہی تھے، چاندنی چوک دلی میں انگریزوں کی سنگینوں کے سایہ میں آزادی کا نعرہ لگانے والا جیالا "حفظ الرحمٰن" ایک درسگاہ کا ہی فرزند تھا۔

تحریکات چلتی رہیں اور بالآخر ملک آزاد ہوا مگر آزادی ملنے کے فوراً بعد فرقہ وارانہ فسادات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس ملک میں مسلمانوں کے سارے حقوق سلب کر لینے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں اور نشانۂ ستم بنا لیا گیا، ایسے خطرناک دور میں بھی اگر کسی نے سامنے آنے کی جرأت کی تو وہ علمائے حق ہی تھے، پھٹے بوریوں پر بیٹھنے والے ان "مولویوں" نے صاف لفظوں میں کہدیا ؎

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ نئی روشنی والا مسلمان کس طرح مسلم مسائل

سلسلہ میں پہلو تہی کر رہا ہے اور دوسروں کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے دوسری طرف علمائے مدارس ہیں جو ایسی ہر تحریک کے خلاف سینہ سپر ہیں جن کی زد اسلام اور مسلمانوں پر پڑتی ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم آپ کی توجہ ان دینی مدارس کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جن میں پڑھنے پڑھانے والے آج اپنے مقام سے ہٹتے نظر آرہے ہیں، ان مدارس کا موقف اور تمام کیا ہے شائد ان مدارس کو چلانے والے بھی اس کی خبر نہیں رکھتے، ان کا کوئی پلیٹ فارم ہے نہ تنظیم۔ ہر فوج کا ایک کمانڈر ہوتا ہے۔ لیکن ہماری تھکی ماندی فوج کی ابتری اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اس کا کوئی رہبر نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان جیسے بڑے ملک میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس عربیہ کی زمام قیادت کس کے ہاتھوں میں ہے؟ ان کے نصاب تعلیم میں یکسانیت ہے نہ طلبہ پر کوئی کنٹرول، ایک طالب علم ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں آتا جاتا رہا ہے اور لطف یہ کہ اسکو ہر جگہ داخلہ کی پوری رعایت اور اجازت حاصل ہے، کو ٹھاری کمیشن کی سفارشات نے رہی سہی کسر بھی پوری کر کے رکھدی، ان سفارشات کے خلاف احتجاج ضرور کیا جانا چاہئیے، مگر صرف احتجاج مسئلہ کا حل نہیں بن سکتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مسائل پر مل جل کر سوچا جائے۔ اور صرف حکومت پر اعتماد نہ کیا جائے۔ ہماری جنگ بیک وقت دو محاذ پر چھڑنی چاہئیے۔ احتجاج بھی ہو اور مثبت اقدام بھی۔

اوپر جو خیالات پیش کئے گئے ہیں۔ ان کا اظہار میں اپنی نجی گفتگو میں اکثر کیا کرتا مگر میں نے طے کیا کہ اس سے کام نہیں چلے گا ضرورت ہے کہ اس آواز کو موثر بنایا جائے۔ میں سوچتا رہا کہ کام کا آغاز کیسے ہو، اوپر سے اصلاح کی کوشش کی جائے

یا نجی سطح پر کام شروع کیا جائے، مگر دل میں یہ بات آئی کہ فی زمانہ کام کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے چھوٹی چھوٹی یونٹیں قائم کی جائیں، ان کا دباؤ اوپر تک پڑ سکتا ہے۔ اس خیال نے بڑی تقویت دی اور میں نے بنارس کمشنری کے مدارس عربیہ کے نظماء و صدر مدرسین کو ۲۴ ر مارچ ۱۹۷۴ء کو مدرسہ دینیہ غازی پور میں آنے کی زحمت دی، اجتماع کی تیاریاں شروع کر دیں، اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب سے اس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی، موصوف نے ہماری دعوت قبول فرمائی اور سرپرستی فرمائی اجتماع توقع سے زیادہ کامیاب ہوا، اہل مدارس نے کھلے دل سے لبیک کہا اور عزم و حوصلہ کی توانائیاں لیکر آئے۔ سب سے پہلے خادم نے اجتماع کی غرض بیان کی اور اس کے بعد صدر محترم نے فرمایا کہ میں تعلیم و تعلم سے الگ رہنے کے باوجود آپ ہی کا ایک فرد ہوں اس لئے آپ کے مسائل سے تعلق رکھتا ہوں۔ آج ہمارے دو طرح کے خطرات درپیش ہیں۔ ایک اندرونی دوسرا بیرونی، بیرونی خطرات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اگر اندرونی خطرے نہ ہوں۔ مگر یہاں دونوں خطرے ہیں ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے ہمارے مدارس ہمیشہ اخلاقیات و روحانیات کا مرکز رہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے علماء نے ملکی سیاسیات میں، و سماجی معاملات میں حصہ لیا۔ اور ہمیشہ عوام کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کی یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے علماء کا معاملہ دوسرے ممالک کے علماء سے مختلف ہے۔ میں اپنے آپ کو اس جماعت سے منتسب کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

کوٹھاری کمیشن ہو یا کوئی اور مسئلہ ان سب مسائل کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مسائل کو اونچے پیمانہ پر اٹھایا جائے جس طرح پرسنل لا کا

معاملہ ہے۔

صدر محترم کی تقریر کے بعد ایجنڈے کی دفعات پر غور وفکر کا سلسلہ شروع ہوا۔ مختصر سے وقت میں شرکاء نے جس طرح مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کی اور تجاویز منظور کیں، اس کو دیکھ کر یہ اطمینان ہوا کہ شرکاء اجتماع نے اپنی ذمہ داری کا پورا لحاظ رکھا

تجویز نمبر ۱

مدارس عربیہ کمشنری بنارس کا یہ اجتماع متفقہ طور پر طے کرتا ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو مدارس کے تعلیمی و اخلاقی معاملات میں ایک صلاح کار ادارہ کی حیثیت رکھتا ہو، اس کا نام " وفاق مدارس عربیہ کمشنری بنارس " ہوگا اور اس کا دائرۂ کار بنارس کمشنری ہوگا۔ جو مدارس اس ادارہ کے نظام سے تعلق ہونگے وہ اس کے ممبر تصور کئے جائیں گے۔ فی الحال اس میٹنگ میں شریک نمائندگان مدارس میں سے مجلس منتظمہ منتخب کی جاتی ہے۔

ممبران

۱۔ مدرسہ دینیہ غازی پور ۲۔ مدرسہ مخزن العلوم دلدار نگر ۳۔ مدرسہ مفتاح العلوم بلیا۔ ۴۔ مدرسہ امداد العلوم الیا بنارس ۵۔ جامعہ مظہر العلوم بنارس ۶۔ جامعہ حسینیہ جونپور ۷۔ مدرسۃ المساکین بہادر گنج ۸۔ مدرسہ فیضان العلوم۔ ۹۔ مدرسہ احیاء العلوم گنگولی۔ ۱۰۔ جامعہ اسلامیہ بنارس ۱۱۔ مدرسہ معین العلوم بہادر گنج ۱۲۔ مدرسہ انصاریہ یوسف پور ۱۳۔ مدرسہ رحمانیہ نرائن پور ۱۴۔ مدرسہ بحر العلوم بحری آباد۔

انتخاب عارضی کمیٹی

صدر :- مولانا محمد اسلم صاحب ناظم :- عزیز الحسن صدیقی ،

ممبران کمیٹی :- (۱) مولانا مشتاق احمد (۲) قاری فیاض احمد صاحب ...

مخزن العلوم دلدار نگر (۳) مولانا محمد مسلم صاحب جامعہ حسینیہ جونپور (۴) مولانا ضیاء الحسن صاحب جامعہ مظہر العلوم بنارس (۵) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدرسۃ المساکین بہادر گنج

(۶) حاجی محمد خلیل صاحب مدرسہ مفتاح العلوم بلیاد (۷) حافظ عبدالکبیر صاحب ناظم جامعہ

اسلامیہ بنارس (۸ و ۹) صدر و ناظم (موجودہ)

تجویز ۲

مدارس عربیہ کمشنری بنارس کے نظماء و مدرسین کا یہ اہم اجتماع مدارس عربیہ کے وجود کو ملت اسلامیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی تصور کرتا ہے اور ان کے اتحاد کو وقت کی اہم ضرورت سمجھتا ہے۔ اس اجتماع کے خیال میں مدارس عربیہ جو ملک بھر میں قائم ہیں اور مصروف خدمت ہیں۔ ان کا الگ الگ خانوں میں بٹا رہنا خود ان کے وجود کے لئے مضر ہے، اگر اکٹھا ہو کر منظم طریقے سے کام کریں تو ان کی کوشش بار آور ہوگی اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں یقینی طور پر مفید اور ان مقاصد عالیہ کے لئے معاون ہو سکتی ہیں، جن کے پیش نظر ان مدارس کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اس اجتماع کی رائے میں مدارس عربیہ کا باہم مربوط ہونا اور ان کے نصاب اور طریق تعلیم و تربیت میں یکسانیت ہونا ان مدارس اور طلبہ دونوں کے حق میں مفید ہوگا۔

اس اجتماع کے شرکاء نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ مدارس عربیہ میں زیر تعلیم طلبہ کے اخلاق و کردار موجودہ زمانہ کی روش سے متاثر ہوتے نظر آ رہے ہیں اور بدقسمتی

ان کے اندر علم کی تڑپ اور فکر کی کاوش روز بروز کم ہوتی جارہی ہے اور اس سے زیادہ فکر کی بات یہ ہے کہ طلبۂ عزیز جن اداروں میں تعلیم پاتے ہیں اور جہاں سے کسب فیض اکثر وہیں رہ کر ان کے خلاف منظم نامناسب کارروائیوں تک سے گریز نہیں کرتے، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ان اداروں سے قلبی تعلق نہیں ہوتا اور شائد اسی کا اثر ہے کہ وہ سیاسی دل بدلوؤں کی طرح مدرسے تبدیل کیا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا تعلیمی معیار پست ہوتا ہے۔

اندریں حالات یہ اجتماع مدارس عربیہ کے منتظمین اور صدور مدرسین حضرات سے درخواست کرتا ہے کہ وہ مدارس اور طلبہ کے مسائل پر غور و فکر کے لئے سال میں کم از کم ایک بار کسی مقام پر جمع ہوں اور مفید تجاویز پر غور کرنے کے بعد مناسب لائحۂ عمل مقرر فرمایا کریں، اس طرح اس اجتماع کو توقع ہے کہ موجودہ دشواریوں اور الجھنوں پر قابو پایا جاسکے گا۔

تجویز ۳

بنارس کمشنری کے مدارس عربیہ کے منتظمین کا یہ اجتماع بنارس کمشنری کے مدارس عربیہ سے بالخصوص اور ملک کے تمام مدارس عربیہ سے بالعموم درخواست کرتا ہے کہ وہ مدارس کی ترقی کے لئے موجودہ بے ضابطگیوں کو ختم کرنے، نیز طلبہ کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے مدارس میں ٹی سی۔ دئے جانے کا طریقہ رائج کرکے ایک زبردست کمی کو پورا کریں۔

(باقی آئندہ)

باب الافتاء

از حضرت مولانا مفتی محمد یسین صاحب

س :- پہلے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند حصہ اول و دوم عزیز الفتاوی سنہ ۱۳۰۱ھ ۱۳۱۱ھ کا سوال و جواب تحریر ہے، پھر ان شاء اللہ ضروری بات عرض کی جائے گی۔

"پوری تکبیر تحریمہ کہکر شریک جماعت ہو گیا گر قعود میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکا تو بھی تحریمہ کافی ہے"۔

سوال ۱۹۰ ۱۳۳۳ھ زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہیئے یا اول ہی کہ تکبیر تحریمہ کافی ہے۔

الجواب :- اگر پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام سے پہلے کہہ چکا ہو تو وہ شریک جماعت ہو گیا اب دوبارہ اس کو تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیہ عند قول المنیہ ولا دخول فی الصلوۃ الا بتکبیرۃ الافتتاح الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

اس کے بعد شامی ص۳۲۳ میں عبارت مذکورہ ملی اور الا بتکبیرۃ الافتتاح کے بعد شامی مصری خط کی عبارت درج ذیل ہے۔

وھی قولہ اللہ اکبر او اللہ الاکبر او اللہ الکبیر او اللہ کبیر الخ ہے

ہم لوگوں نے یقینی طور پر سمجھا ہے کہ شامی کی عبارت صرف تکبیر تحریمہ کے بارے میں ہے یہاں پر جماعت کی شرکت کا نام و نشان نہیں ہے اور شامی کے حاشیہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

فصل و اذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر، نیچے کی عبارت کی شرح اوپر کی عبارت ہے پس ہم لوگوں نے یہی سمجھا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غالباً سہو ہو گیا ہے یا ہم لوگوں کے سمجھنے میں غلطی ہو، لہذا آنجناب براہ کرم استفتاء دارالعلوم کا شافی جواب مرحمت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

ج :- آپ لوگوں کا سمجھنا صحیح ہے کیوں کہ جماعت میں شرکت و اقتداء کے لئے امام کے ساتھ کسی رکن میں شرکت و متابعت لازم ہے اور یہاں کسی رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہیں ہوئی کیوں کہ امام قعدہ میں ہے اور زید تکبیر تحریمہ کہکر فارغ ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا زید قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا لہذا امام کے ساتھ اقتداء صحیح نہیں ہوئی، پس پھر سے تکبیر تحریمہ کہکر نماز شروع کرے،

شامی میں ہے۔ قال فی شرح المنیۃ لاخلاف فی لزوم المتابعۃ فی الارکان الفعلیۃ اذھی موضوع الاقتداء (ص۴۹۰ ج۱)

نیز اسی کتاب میں ہے۔ ومشارکتہ فی الارکان ای فی اصل فعلھا اعم من ان یاتی بھا معہ او بعدہ لا قبلہ الخ (ص۵۵۴ ج۱) درمختار مع

اذا افسد الاقتداء بای وجه کان لا یصح شروعہ فی صلوٰۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وھی غیر صلوٰۃ الانفراد علی الصحیح (ص۶۰۹ ج۱)
شامی میں ہے۔ وحاصلہ انہ اذا لم یصح شروعہ فیما نوی لا یصح فی غیرہ (ص۶۰۹ ج۱) نیز بحر الرائق کی عبارت بطور نظیر کے ملاحظہ ہو، ولو کبر قبل امامہ لا تجوز صلوٰتہ مالم یجدد لانہ اقتدیٰ بمن لیس فی الصلوٰۃ فلا یدخل فی صلوٰتہ ولا فی صلوٰۃ نفسہ علی الصحیح لانہ قصد المشارکۃ وھی غیر صلوٰۃ الانفراد (بحر ص۲۹۱ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم

س:۔ عورتوں کو ایسی قمیص پہننا جس میں دونوں بانہیں کھلی ہوتی ہوں اگر ناجائز وحرام ہے تو جو عورت کہ گھر کا کام کاج کرتی ہو مثلاً جھاڑو دیتی ہو کھانا پکاتی ہو برتن مانجتی ہو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اگر اس کے لئے بھی ایسا لباس ناجائز ہے تو جو عورت کہ پوری آستین کی قمیص پہنے ہوئے ہو اور مذکورہ بالا کام کرتے وقت بانہیں کھول لیتی ہو ربع یا نصف تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:۔ بانہوں کا ڈھانکنا واجب ہے۔ کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں کام کاج کی ضرورت کی وجہ سے امام ابو یوسف رح اجازت دیتے ہیں، ہدایہ میں ہے:۔ وعن ابی یوسف رح انہ یباح النظر الی ذراعیھا (ص۳۵۹ ج۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

خلدِ آرزو

زائرِ حرم حمید

نزولِ رحمتِ پروردگار دیکھیں گے ... : کہ پھر حبیبؐ خدا کا دیار دیکھیں گے

ہمارے دیدہ و دل پر نہ جانے کیا گزرے : تجلیات کو جب ہمکنار دیکھیں گے

ہمیں بھی روضۂ جنت میں اے صبا لے چل : جمالِ معرفتِ کردگار دیکھیں گے

لگائیں گے اُسے آنکھوں میں مثلِ خاکِ شفا : جہاں مدینے میں اُڑتا غبار دیکھیں گے

سوادِ گنبدِ خضرا کو ذوالحلیفہ سے : وفورِ شوق میں دیوانہ وار دیکھیں گے

کبھی فرازِ اُحد کی فضائے رنگیں کو : کبھی ریاضِ قبا کی بہار دیکھیں گے

بحدِّ شوق نظارہ روضۂ منوّر کو ... : قریب و دُور سے ہم بار بار دیکھیں گے

چھڑی ہے بات ادب و شوق میں بہم، کیا ہو : درِ حبیبؐ کو جب ... بار بار دیکھیں گے

بلائے گردشِ لیل و نہار دیکھ چکے ... : حرم میں رونقِ لیل و نہار دیکھیں گے

پہونچ گئے جو دیارِ نبیؐ میں قسمت سے
تو پھر مجھے بھی غمِ روزگار دیکھیں گے

ALBALAGH August 1974

THE MOGUL LINE LIMITED

Haj Season 1974 - 1975

Statement showing statewise number of applications received and quota available.

Symbol	State	No. of applications received	Quota Available		Total
			F/Class	Deck Class	
A	Uttar Pradesh	12019	234	4294	4528
B	West Bengal	2500	93	1705	1798
C	Bihar	2164	79	1442	1521
D	Maharashtra	3951	75	1378	1453
E	Kerala	2540	58	1074	1132
F	Assam	766	34	630	664
G	Andhra Pradesh	1394	41	750	791
H	Jammu & Kashmir	1000	52	948	1000
I	Karnataka	1404	38	699	737
J	Gujarat	3693	58	1065	1123
K	Tamil Nadu	1131	28	511	539
L	Madhya Pradesh	1314	28	511	539
M	Rajasthan	1805	33	609	642
N	Punjab	60	2	27	29
NA	Haryana	187	5	92	97
O	Tripura	47	1	23	24
P	Orissa	81	5	60	65
Q	Delhi	471	7	133	140
R	Manipur	80	4	76	80
S	Himachal Pradesh	28	1	17	18
T	Lakshdweep	60	3	57	60
U	Pondicherry	20	1	19	20
V	Goa, Daman & Diu	26	1	19	20
W	Andaman & Nicobar	13	1	12	13
X	Meghalaya	6	—	6	6
Y	Nagaland	6	—	1	1
Z	Dadra & Nagar Haveli	10	—	10	10
Z1	Chandigarh	1	—	1	1
Z2	Arunachal Pradesh	2	—	1	1
	Reserved Quota	—	—	450	450
	Total :	36779	880	16620	17500

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور جج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ ممبئی

۱۰ ۲۲

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، ممبئی ۱

سالانہ چھ روپیے

فی پرچہ ۵۰ پیسے

TELEGRAM . TAUFIQ . BOMBAY

اشاعت :- ۱۲ر نومبر ۱۹۷۵ء

جلد ۲۴ | ماہ شوال سنہ ۱۳۹۴ھ مطابق نومبر سنہ ۱۹۷۵ء | شمارہ ۱۰

ہندو پاک سے سالانہ، چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۵ - ۱۹
قرآن کس قسم کی کتاب ہے	مولانا لطافت الرحمن صاحب	۲۱ - ۲۸
آیات قرآنی متعلقہ مناسک حج	خواجہ محمد واسع صاحب حیدرآباد	۲۹ - ۳۴
جامعۃ الصالحات، بھٹکل	(ادارہ)	۳۵ - ۳۸
حاجیوں کے جہاز کی روانگی	ادارہ	۳۹ - ۴۲
باب الافتاء	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب	۴۳ - ۴۶
اشتہارات	. . . . . .	۴۷ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی

پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نوروجی اسٹریٹ بمبئی ۲

میں چھپوا کر انجمن خدام النبی صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

مسلمانوں کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہر غیر مسلم طاقت و حکومت ان کے اتحاد اور خوش حالی کو اپنے حق میں خطرناک سمجھتی ہے، ان کی یکجہتی اور ترقی کو گھبراتی ہے، ان کو ہر طرح کا دستوری اور قانونی اطمینان دیتی ہے، مگر خود ان کی طرف سے غیر مطمئن رہتی ہے اور مختلف طریقوں سے ان میں کمزوری اور اختلاف کی ہمت افزائی کرتی ہے، جس کی وجہ سے وہ غیر شعوری طور سے باہمی فتنہ و فساد اور اختلافات میں مبتلا رہتے ہیں، برطانوی حکومت نے بھی یہاں کے مسلمانوں میں مقلد، غیر مقلد، وہابی، غیر وہابی، بریلوی دیوبندی، شیعہ سنی، وغیرہ کی بحثوں میں الجھا کر ان کی طاقت ختم کی اور یہی نقشہ اس زمانہ میں بھی مختلف مقامات میں چل رہا ہے۔ اور فرقہ وارانہ فساد کے بعد مسلمانوں کے مذہبی اختلافات سے ان کی ساکھ ختم ہو رہی ہے، اور بڑی بے حیائی اور بے غیرتی سے کچھ افراد اسی کی روٹی کھاتے ہیں، اور مذہبی رہنما بن کر مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرتے کراتے ہیں، ایسے بدبختوں سے اس نازک دور میں بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، یہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ایجنٹ ہیں، ان کو مصلح سمجھنا، زہر کو تریاق سمجھنے

کے مرادف ہے۔

دنیا کی حکومتوں کو غالباً اس سے پہلے ہی آزادیٔ فلسطین کی تنظیم کی طاقت واہمیت کا اندازہ ہوگیا تھا اور چند دن پیشتر اقوام متحدہ کے اجلاس میں اس کے سربراہ کو مشاہد کی حیثیت سے شرکت منظور کرلی گئی، اور یہ تماشا دیکھا گیا کہ جو حکومتیں اسرائیل کی پشت پناہی کررہی ہیں، اور اس کی جارحانہ حرکتوں پر خاموش ہیں وہی اب اس تنظیم کو بھی شہ دے رہی ہیں۔ آگے آگے دیکھنا ہے کہ اسرائیل اور فلسطین کے بارے میں کیا کھیل کھیلا جارہا ہے مگر اتنی بات تو مسلم ہے کہ اب اسرائیل کی جارحیت کو دوسرے عنوان سے تسلیم کیا جارہا ہے اور اخر اکتوبر میں آزادیٔ فلسطین کی تنظیم کو رباط کانفرنس میں عرب ممالک کے سربراہوں نے باقاعدہ تسلیم کرکے اسے قانونی شکل دیدی ہے۔ اور اب وہ ان ممالک کی پشت پناہی میں آگئی ہے اس کے بعد ہی امریکہ کے صدر نے اسرائیل کو مشورہ دیا کہ وہ آزادیٔ فلسطین کی تنظیم سے بات کرکے اپنے مسائل طے کرے، اس تنظیم کو تسلیم کرلینے کے بعد یہ اس کی پہلی کامیابی ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے۔

مدت کے بعد ہند وپاکستان کے درمیان گذشتہ ماہ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہوا اور ایک بار پھر اندازہ ہوا کہ دونوں ملک کے عوام کس قدر پریشان تھے، واقعہ یہ ہے کہ دونوں ملک ایک ہی دل کے دو ٹکڑے ہیں جن کو ظالم سیاست اور ناعاقبت اندیش حکومتیں جدا نہیں کرسکتی ہیں، دنیا میں انتظامی اور ملکی اعتبار سے علاقوں کی تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ نئی حکومتیں بنتی ہیں مگر انسانوں کو تقسیم نہیں کیا جاتا ہے۔ اور جہاں ناعاقبت اندیش

نے یہ حرکت کی، ان کو بعد میں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ہندستان پاکستان اور بنگلہ دیش تینوں علاقوں یا ملکوں کے عوام تہذیبی، معاشرتی، معاشی، فکری، لسانی اعتبار سے ایک دوسرے کے محتاج و مربوط ہیں۔ جن کو قطعی طور سے جدا جدا قرار دینے کی حرکت انسانیت دشمنی کے مرادف ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کھیل تماشوں کو تینوں ملک کے حکمراں ختم کر کے ان میں آمدورفت اور میل محبت کی راہ پیدا کریں اور جو مسائل ہیں، ان کو مل جل کر آپس میں طے کر لیں، حکومت و سیاست کی بساط پر بہت دنوں تک اس طرح کا کھیل کھیلنا ملک اور عوام کے حق میں بہت ہی ظالمانہ و جابرانہ حرکت اور آمریت کی بدترین صورت ہے۔

اس وقت شمع حرمین کے پروانے بری، بحری اور فضائی راستوں سے دیوانہ وار پہونچ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی تڑپ میں قبولیت اور دعاؤں میں اثر دے، حرمین شریفین کی فضاؤں میں ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بھیڑ بھاڑ ہو گی اور جو ارباب دل اس منظر کو دیکھ چکے ہیں وہ اس کی لذت یہاں بھی یاس و حسرت کے ساتھ پا رہے ہیں۔ درحقیقت ایمان و یقین اور عبدیت و بندگی کی ان ہی قدروں سے دنیا کا بقا رہے۔

"عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است"

مُطالِعات و تعلِیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

خواب و خیال

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے وہ اچھا سمجھتا ہے تو اسکا یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے، ایسے موقع پر اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اچھے خواب کو بیان کرے، ایک روایت میں ہے کہ اسے ایسے ہی آدمی سے بیان کرے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے، اور اگر ایسا خواب دیکھے جسے ناپسند کرتا ہے تو یہ خواب پریشان شیطان کی طرف سے ہے۔ ایسے موقع پر اس سے پناہ مانگے اور اسکا تذکرہ کسی دوسرے سے نہ کرے، ایسی صورت میں یہ خواب اسکو نقصان نہیں پہونچائے گا۔[۱]

---

[۱] بخاری و مسلم

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا اور صالح خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور پریشاں شیطان کی طرف سے ہے، جو شخص کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنے بائیں جانب تین بار تھتھکار کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہدے، اس سے وہ اسے نقصان نہیں دے گا ؎

تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھتھکار دے اور اعوذ باللہ کہے اور جس پہلو پر سو رہا تھا اس سے ہٹ کر دوسرے پہلو پر سو جائے۔ ؎

خواب اور اس کی تعبیر کا تعلق ایک مستقل فن سے ہے، جنتریوں اور بازاری کتابوں میں جو تعبیر نامہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کی وجہ سے ذہنی و نفسیاتی الجھن پیدا ہوتی ہے، اور آدمی ذہنی پریشانی پڑ کر نقصان اٹھاتا ہے، اس سلسلہ میں یہ اصولی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خواب کی تعبیر اپنے طور پر اچھی نکال کر اپنے کو مطمئن کر لینا چاہیئے اور خواب کتنا الجھا ہوا رکھتا ہو اس کا اچھا پہلو نکال کر اطمینان کی صورت کرنی چاہئے اگر خواب اچھا ہے تو کوئی بات ہی نہیں ہے، اس کا فائدہ کھلا ہوا ہے، اور اگر خواب برا ہے تو اس کی پریشانی سے بچنے کے لئے حدیث کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنا چاہیئے، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر خواب کی تعبیر تلاش کرنا اور سمجھنا کہ میرا ہر خواب کوئی نہ کوئی معنی رکھتا ہے غلط ہے۔ بہت سے خواب خواب پریشاں ہوتے ہیں۔ اور معدے کی خرابی یا کھانے پینے اور ہضم وغیرہ کی گڑبڑی سے ان کا تعلق ہوتا ہے، ایسے خواب کی تعبیر نہیں تلاش کرنی چاہیئے۔ اور خواب و خیال کی باتوں پر ویسے بھی توجہ نہیں دینی چاہیئے، بیداری

؎ بخاری و مسلم ؎ ،، ،،

کے مشاہدات کا اعتبار ہی نہیں ہوتا تو خواب کی باتوں کو کیسے معتبر کہا جاسکتا ہے، یہ ضرور ہے کہ بہت سے خواب مبشرات ہوتے ہیں اور بہت سے خواب اضغاث احلام ہوتے ہیں مگر ان پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، ظن اور تخمینہ کی بات کہی جاسکتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب تو وحی الہٰی کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان کے بیداری کا اور خواب دو عالم کے مشاہدات برحق ہوتے ہیں ان کے علاوہ کسی آدمی کا خواب یقینی نہیں ہوتا اور نہ حجت و دلیل بن سکتا ہے حتیٰ کہ اولیاء، اور عباد و زہاد کے خواب بھی جن کے دل مجلیٰ و مصفیٰ ہوتے ہیں حجت اور دلیل نہ ان کے لئے ہیں اور نہ ہمارے لئے ہیں، اور کوئی بزرگ سے بزرگ تر انسان بھی اپنے خواب پر آخری حکم نہیں لگا سکتا، بلکہ اسے مبشرات یا منذرات میں شمار کرسکتا ہے، جو لوگ بزرگوں کے خواب بطور حجت اور دلیل کے بیان کرتے ہیں وہ غلط کام کرتے ہیں البتہ ان کے خواب کو شریعت کے امور میں معاون کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے، مگر ان کو شریعت نہیں مانا جاسکتا، بعض لوگ خواب و خیال ہی کی باتوں کو سب کچھ سمجھتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔

اللہ کا مال اور اللہ کے بندے :-

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپکے جسم مبارک پر اس وقت موٹے کنارے کی نجرانی چادر تھی، راستہ میں ایک اعرابی نے آپ کو دیکھا اور آ کر آپ کی چادر کو اس زور سے کھینچا کہ میں نے آپ کی گردن میں دیکھا کہ چادر کے کناروں کے نشان پڑ گئے۔ پھر اس اعرابی نے کہا اے محمد اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے میرے لئے بھی دینے کا حکم کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم نے اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرا دیا، پھر اسے کچھ مال دینے کا حکم فرمایا[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و صبر اور شرافت و برداشت کی وجہ سے معمولی معمولی آدمی آپ کے ساتھ بڑی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ پیش آتے تھے، اور آپ اس قسم کے واقعات کو نہایت خندہ پیشانی اور خوشی سے برداشت کرتے تھے، اور اخلاق نبوی کا نے بچوں اور دیہاتیوں کو جری بنا دیا تھا، اس اعرابی نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا کسی عداوت یا ذاتی عناد کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس کی سادگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و صبر کا نتیجہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس واقعہ میں ایک خاص بات قابل توجہ یہ ہے کہ اس اعرابی نے یہ حرکت کر کے نہایت جرأت اور بے تکلفی سے کہا کہ آپ کے پاس اللہ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دیجئے کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اللہ کے مال میں میرا حق ہے اور اللہ کے رسول اس میں اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں فرماتے ہیں، آپ غور کیجئے کہ آپ کے مال و دولت میں غربا و مساکین کا حق ہے کہ نہیں؟ اور کم از کم زکوٰۃ و صدقات کا حصہ آپ کے مال میں ہے کہ نہیں؟ پھر آپ ان کو کیا اسی طرح سمجھتے ہیں کہ چونکہ اپنا ہے اس میں سے اپنا حق لے سکتا ہے، چاہے وہ آپ کے مقام و مرتبہ کے مطابق بات چیت کرے چاہے اپنے معیار و ذوق کے مطابق الٹے سیدھے اور آداب شکن سے بات کرے، اور جب کوئی محتاج و فقیر آپ سے ذرا تیز لہجہ میں بات چیت کرتا ہو کیا آپ بھی اسی طرح مسکرا کر اور خوشی خوشی اپنے پاس کے اللہ کے مال میں سے دیدیا کرتے ہیں؟ یا اس کے ساتھ تحقیر و تذلیل سے پیش آکر نکال باہر کرتے ہیں؟

جہنم کا معمولی عذاب :۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[1] بخاری، مسلم

نے فرمایا ہے کہ قیامت میں دوزخیوں میں سب سے معمولی عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیر کے دونوں تلوؤں میں دو چنگاریاں رکھی جائیں گی، جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا اور وہ یہ نہیں سمجھے گا کہ کسی کو اس سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔[1]

یہ حدیث اپنے مطلب کے اعتبار سے نہایت صاف اور واضح ہے، اور اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت کی بات ہے جو گناہوں کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں کہ فلاں گناہ بہت معمولی ہے اور اس گناہ میں زیادہ عذاب کی وعید نہیں آئی ہے۔ دوزخیوں میں سب سے معمولی عذاب پانے والے کا حال یہ ہوگا کہ وہ مارے تکلیف کے سمجھے گا کہ تمام جہنمیوں میں مجھ کو زیادہ عذاب کسی دوسرے کو نہیں ہو رہا ہے، جو لوگ ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ بے دھڑک کرتے رہتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں سوچتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ ان کی ناعاقبت اندیشی کس قدر خطرناک ہے۔ اور اگر کسی مسلمان کا عذاب و ثواب پر دھیان ہی نہیں ہے اور وہ اسلام کے قانون جزا و سزا کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تو پھر اس کے ایمان ہی کی خیر نہیں ہے، ایسے لوگوں سے خطاب کرنا ہی عبث اور بے کار ہے۔

مسلمانوں کے فقہی اختلافات

:- خلیفہ ہارون رشیدؒ نے امام مالکؒ سے گذارش کی کہ میں آپ کی کتابوں کو جن میں آپ کے فقہی مسلک درج ہیں لکھا کر تمام عالم اسلام میں پھیلانا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان ان ہی پر عمل کریں اور آپ کے مختار مسائل اور فقہ کا رواج ہو جائے، اور امت ایک فقہی مکتب پر پابند ہو۔ خلیفہ ہارون رشید کی اس نیک خواہش کے جواب میں حضرت امام مالک نے فرمایا۔

---

[1] بخاری و مسلم

یا امیر المومنین ان اختلاف العلماء رحمۃ من اللہ تعالیٰ علی ھذہ الامۃ کل یتبع ما صح عندہ، وکل علی ھدیٰ، وکل یرید اللہ تعالیٰ	اے امیر المومنین علماء کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے حق میں رحمت ہے ہر عالم و امام اسی بات پر عمل کرتا ہے جو اس کے نزدیک صحیح ہے، اور تمام کے تمام ہدایت پر ہیں اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مرضی کو چاہتے ہیں۔

اور حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے۔

اھل العلم اھل توسعۃ، وما برح المفتون یختلفون فیحلّ ھذا ویحرم، فلا یعیب ھذا علی ھذا۔	علماء وسعت والے ہوتے ہیں، اور مفتی حضرات فتویٰ دیکر حلال اور حرام بتایا کرتے ہیں، مگر ان میں سے ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا ہے کہ وہ حرام پر عمل کرتا ہے یا اس نے حرام کو حلال بنادیا ہے

اور اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

ما سرّنی لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا لانھم لو لم یختلفوا لم تکن رخصۃ۔	اگر حضرات صحابہ کا مسائل میں اختلاف نہ ہوتا تو مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ان کا یہ اختلاف نہ ہوتا تو بہت سے مسائل میں گنجائش نہ ہوتی۔

اور امام بیہقی نے مشہور فقیہ تابعی حضرت امام حاتم بن محمد سے روایت کی ہے کہ

اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ لعباد اللہ۔	صحابہ کرام کا اختلاف اللہ کے بندوں کے حق میں رحمت ہے،

یہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ کے تاثرات وخیالات ہیں کہ مسلمانوں کے
باہمی اختلافات جو دینی مسائل کے سلسلہ میں ہیں رحمت وگنجائش کا باعث ہیں اور
ان کی وجہ سے کوئی کسی کو غلط کار اور دین بیزار نہیں کہتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا
ہے کہ ہمارے مسلک یا مسئلہ کو ترجیح حاصل ہے، مگر دوسرے کے مسئلہ یا مسلک کو سرے
سے غلط نہیں کہا جا سکتا، چنانچہ آج بھی فقہی اختلافات کی بنا پر حنفی شافعی، مثلاً
ایک دوسرے کو بے نمازی یا دین بیزار نہیں کہتے ہیں حالانکہ بعض مسائل میں حلال و
حرام تک کا اختلاف پایا جاتا ہے، بعینہ اسی طرح کچھ نئے مسائل میں جو اختلاف پیدا
کر لئے گئے ہیں اگر وسعت وگنجائش کا ذہن پیدا کر لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اس سے بہت
سے اختلافات کی خلیج پٹ سکتی ہے اور باہمی عداوت ودشمنی کا زہر مر سکتا ہے۔

بوجھ سمجھ کر بات کرو :-

بہت سے مسخرے قسم کے لوگ اور بعض سنجیدہ قسم کے لوگ
دوست احباب میں ہنسنے ہنسانے کے لئے اور تفریحی طور پر بھی
مذاق میں بعض ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو ان کی تباہی وبربادی کا باعث ہوتی ہیں۔
اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں دل سے نہیں ہیں بلکہ تفریح کے طور پر ہیں۔ اور یوں ہی منہ سے
نکل گئی ہیں، حالانکہ وہ یونہی نہیں نکل گئی ہیں بلکہ ان کو ہنسنے ہنسانے کے لئے نکالا گیا ہے
اور بڑی تباہی مول لی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واللہ ان الرجل لیقول الکلمۃ من السفاھیۃ تضحک جلساءہ	خدا کی قسم آدمی تفریح کے خیال سے کوئی بات کہتا ہے اور اہل مجلس اس پر ہنستے ہیں

تردیہ ابعد ما بین السماء والارض۔[1] — گرہ بات اسے زمین وآسمان کی دوری سے زیادہ دور پھینک دیتی ہے۔

یہ بات جو اس قدر تباہی کا باعث ہے دینی وایمانی ہوتی ہے، اور اللہ ورسول اور دین وایمان سے اسکا تعلق ہوتا ہے اس لئے ہنسی مذاق میں بھی سمجھ بوجھ کر منہ سے بات نکالنی چاہیئے۔

جواب جاہلاں :- ایک مرتبہ کسی شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے جواب نہیں دیا، اس شخص نے کہا کہ آپ نے میرا جواب نہیں دیا تو امام صاحبؒ نے فرمایا۔

لو سألت عما تنتفع به اجبتك[2] — اگر تم ایسی بات پوچھتے جس سے تم فائدہ حاصل کرتے تو میں تم کو جواب دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ اہل علم سے لایعنی اور فضول باتیں نہیں کرنی چاہئیں اور نہ ان سے ایسے مسائل دریافت کرنے چاہئیں جن سے کوئی فائدہ نہ ہو، بلکہ فضول وقت ضائع ہو اور خواہ مخواہ غیرضروری باتیں کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اہل علم ان کو جواب دیں، بلکہ ان میں بہت ایسے احمق بھی ہوتے ہیں جو جواب نہ پاکر کہتے ہیں کہ فلاں عالم میرا جواب نہیں دے سکے، اور میری باتیں لاجواب ہیں۔ اہل علم کو چاہیئے کہ ذہنی عیاشی کرنے والوں کو منہ نہ لگائیں اور نہ ان کی باتوں کا جواب دیں، اس سے ان کی جاہلانہ جرأت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اہل علم کو بیوقوف سمجھتے ہیں، بعض مقامات پر بعض اہل علم جاہل مالداروں کی ہر لغویات کا نہایت کامل ومکمل جواب دیتے ہیں گویا سیٹھ صاحبؒ نے دین کا کوئی نیا باب کھول دیا ہے اور یہ ان کے ذہن کا کمال ہے۔

---

[1] تاریخ جرجان ص ۱۹۱ [2] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۴۲

حالانکہ اس کی بات انتہائی احمقانہ اور جاہلانہ ہوتی ہے، ایسے کو منہ لگانا، علم کی توہین ہے۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے۔ "جواب جاہلاں باشد خموشی"

علماء کا وقت نہ ضائع کرو :- ایک مرتبہ اغضب نامی ایک شخص نے امام مالک سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس کا جواب دیا پھر دوسرا مسئلہ دریافت کیا تو اس کا بھی جواب دیا، پھر جب تیسرا مسئلہ معلوم کیا تو جواب نہیں دیا۔ اس پر اغضب نے کہا کہ میرا جواب کیوں نہیں دیتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے خادم سے فرمایا۔

یاغلام خذ بیدہ فاذھب بہ الی السجن [1]	اس کا ہاتھ پکڑ کر جیل خانہ میں لیجاؤ اور اندر ڈال دو۔

اس واقعہ میں یہی دری بات ہے کہ بلا ضرورت اہل علم کا وقت ضائع کرنا بہت بری بات ہے، اور ان کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ بعض اوقات ایسے بیوقوفوں سے سابقہ پڑتا ہے جو خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہیں، ان کو اس سے بچنا چاہئے۔

تراویح میں قرآن :- ابو علی طوماری کا بیان ہے کہ میں شیخ امام ابو بکر مجاہد کے سامنے ماہ رمضان کی راتوں میں قندیل لیکر چلا کرتا تھا جبکہ وہ نماز تراویح کے نکلتے تھے، عشرہ آخرہ کی ایک رات میں شیخ ابو بکر مجاہد اپنے گھر سے نکلے اور اپنی مسجد کی طرف چلے مگر وہاں پہونچ کر آگے بڑھ گئے اور چلتے چلتے امام محمد بن جریر طبری کی مسجد کے دروازے پر رکے۔ میں ساتھ ساتھ قندیل لئے ہوئے تھا۔ اس وقت امام محمد بن جریر طبری سورۂ رحمٰن تراویح میں پڑھ رہے تھے، آپنے بہت دیر تک ان کی قرأت سنی، پھر واپس ہوئے، واپسی پر میں نے

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۶۵

کہا کہ آپ نے اپنی مسجد میں لوگوں کو منتظر چھوڑ دیا اور خود امام طبری کی مسجد میں چلے گئے، ابوبکر مجاہد نے کہا۔

یا اباعلی! دع ھذا عنك ما ظننت ان اللّٰہ خلق بشراً یحسن ان یقرء ھذا القراءۃ [1]	ابوعلی! اس بات کو چھوڑو، میرا تو خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو اس قرأت سے بہتر قراءت پڑھنے والا پیدا نہیں کیا ہے۔

یہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن سننے سنانے کی بات ہے۔

اس ماہ کی مقدس راتوں میں قرآن کا دَور ہوتا ہے، ہر مسجد میں حفاظ و قراء قرآن شریف پڑھتے ہیں، اور مسلمان ذوق و شوق سے سنتے ہیں۔ تجوید و قراءت سے قرآن شریف کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اور حروف کی ادائیگی ان کے مخارج سے اور تجوید کے دوسرے قواعد کی پابندی کے ساتھ قرآن پڑھنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے تاکہ جس طرح قرآن حکیم اپنے معانی و مطالب کے اعتبار سے بلند پایہ کتاب ہے، اسی طرح پڑھنے کے اعتبار سے بھی اس میں جاذبیت اور کشش پیدا ہو، امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ہر فن میں یکتا تھے، حتیٰ کہ فن تجوید و قراءت میں بھی ایسے بے مثال تھے کہ ابوبکر مجاہد جیسے نقاد کا قول ہے کہ دنیا میں ان جیسا قرآن پڑھنے والا شاید پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔

تفسیر طبری اور تاریخ طبری:- ان ہی امام طبری کی قرآن شریف کی مشہور تفسیر ہے جو تیس جلدوں میں چھپ گئی ہے اور چھ سو روپے سے زائد ہی میں ملتی ہے، اس تفسیر کے بارے میں خطیب بغدادی فرماتے ہیں

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۲۱

بلغنی عن الشیخ ابی حامد الاسفرائنی	شیخ ابو حامد اسفرائنی کا قول ہے کہ اگر کوئی
انہ قال لوسافر رجل الی الصین حتی	آدمی ملک چین کا سفر کرکے تفسیر ابن
یحصل لہ کتاب تفسیر محمد بن جریر	جریر طبری حاصل کرے تو اس کتاب کے
لم یکن ذالک کثیرًا [1]	مقابلہ میں یہ کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔

تفسیر طبری کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس قول سے ہو سکتا ہے، اسی طرح امام طبری کی تاریخ طبری بہت مشہور کتاب ہے اور نہایت مستند ہے، عام طور سے محدثین کرام اسی کتاب سے تاریخی واقعات اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔ امام طبری نے شروع میں نہایت دیانتداری سے کہدیا ہے کہ میں نے جو روایت جس سلسلہ سے ملی ہے درج کردی ہے اس کی صحت کا فیصلہ میں نے نہیں کیا ہے بلکہ یہ کام خود پڑھنے والا کرے گا۔ اور اسی اصول کے پیش نظر انھوں نے واقعۂ کربلا وغیرہ میں ہر قسم کی روایت اس کی سند کے ساتھ درج کردی ہے۔ اس وجہ سے بعض نا مستند جاہل اور لکھے پڑھے نادان امام طبری کو رافضی کہتے ہیں حالانکہ وہ اہل سنت کے مسلم امام ہیں اور ایک فقہی مسلک کے بانی و امام ہیں۔

چاند کی دعا :- ہم مسلمانوں کے یہاں چاند کی حیثیت وقت اور مہینہ بتانے والے کی ہے جس طرح گھڑی وقت بتاتی ہے اسی طرح چاند بھی وقت اور مہینہ بتاتا ہے، چاند کی بحث اسلامی نقطۂ نظر سے خارج ہے اور اس پر جو بحث کی جائے گی وہ علمی و تحقیقی ہوگی۔ اسلامی نہیں ہوگی، پھر قرآن کریم نے اس کے طلوع و غروب اور کمی بیشی کے ظاہری درجات و مراتب بیان کئے ہیں۔ اس کا تعلق بھی اوقات ہی سے ہے، چاند کی اہمیت و حقیقت سے نہیں ہے۔ بخلاف اس کے دوسرے بعض مذاہب میں چاند، سورج

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۲۳

اور دوسرے اجرام فلکیہ کو مذہبی حیثیت حاصل ہے اور ان میں وہ خدائی طاقت مان کر ان پرستش کرتے کراتے ہیں۔ اور ان کو بالذات نافع و ضار اور مؤثر مانتے ہیں، اسلام نے اس عقیدہ کی شدت سے مخالفت کی ہے اور تمام تر طاقت اللہ تعالیٰ کے حق میں تسلیم کر کے دوسری تمام چھوٹی بڑی مخلوق کو اس کے تابع مانا ہے اور ان کو انسانوں کے حق میں کارگزار مانا ہے۔ چنانچہ جب بھی پہلی رات میں چاند نظر آئے تو اس دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، هِلَالُ رُشْدٍ خَيْرٍ [1]	اے اللہ! تو اس چاند کو ہمارے اوپر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کا چاند بنا کر ظاہر فرما، اے چاند! میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ رشد و ہدایت اور خیر و نیکی کا چاند ہے۔

اس دعا میں پہلے تو اللہ تعالیٰ سے التجا کی گئی ہے کہ تو ہی کارساز حقیقی ہے اس ایک ماہ کو ہمارے حق میں خیر و برکت اور فلاح و نجاح دے اور اس کے عنوان یعنی ہلال کو ہمارے اوپر امن و امان اور سلامتی و اسلام کا سایہ بنا، پھر عالم نظر میں خود ہلال کو خطاب کر کے کہا گیا کہ ہمارا تمہارا پروردگار ایک ہے۔ اور ہم دونوں ہی اس کے محتاج ہیں، نہ ہم میں کوئی طاقت و قوت ہے نہ تم میں کوئی اپنی ذاتی طاقت و قوت ہے۔ بلکہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، یہ چاند سے خطاب صورتِ حال

[1] ترمذی شریف

کی بنا پر ہے جیسا کہ کسی بے رُوح اور غیر عاقل کو خطاب کیا جاتا ہے، بعینہ یہی حال محتاجی میں سورج کا ہے اور وہ بھی اپنی روشنی اور گرمی میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اور اسکی اپنی ذاتی حیثیت کچھ نہیں ہے۔

تبرکاتِ نبویؐ :- حضرت خناش رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک رکابی مانگ لی تھی، جس میں آپ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ رکابی ان کے خاندان میں بڑی محترم اور بابرکت سمجھی جاتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس رکابی کو خاص طور سے منگوایا کرتے تھے، اور اس میں زم زم بھر کر پیتے تھے، حضرت خناش کے گھر والے حضرت عمر رضؓ کی خواہش پر اس کو حاضر کرتے تھے آپ اس سے پانی پیتے تھے۔ اور اسکا پانی سر اور چہرے پر ملتے تھے، کچھ دنوں کے بعد ایک شخص نے اسے چوری کر لیا اور دوسرے ساما نوں کے ساتھ اس مقدس رکابی کو بھی لیتا گیا، اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمرؓ خود ان کے گھر گئے اور وہ رکابی طلب کی تو اہل خانہ نے بتایا کہ امیرالمومنین! اسے تو کوئی چور لے گیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔

للہ ابوہ سرق صحیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فواللہ ما سبّہ وما لعنہ[1]	واہ رے چور! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکابی چرالی؟ نہ آپ نے اس چور کو برا بھلا کہا اور نہ ہی لعنت ملامت کی۔

یہ مبارک و مقدس رکابی جس چور نے چرائی وہ بہرحال چور تھا اور اس نے چوری کا کی تھی۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان سے نہیں نکالا، یہ اس رکابی کا احترام تھا، چور کا احترام نہیں تھا، تبرکات نبوی سے برکت

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۳

حاصل کرنا صحیح و ثابت ہے۔ اگر سند کے ساتھ صحیح طور سے کوئی ایسی مبارک چیز ہو تو ذاتی اور انفرادی طور پر اس سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔ البتہ آج کل کی طرح رسم و رواج اور بھیڑ بھاڑ کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ان دنوں "موئے مبارک" وغیرہ کی زیارت کرائی جاتی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فارسی زبان :- عہد فاروقی میں ایران کا بادشاہ اپنے حشم و خدم سمیت مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے ملاقات کی اور بعد میں مسلمان ہو گیا۔ جب یہ شاہی وفد ایران سے دربار خلافت میں حاضر ہوا تو فارسی زبان میں بات چیت کی۔

فقال الھرمزان بالفارسیۃ	ہرمزان نے فارسی زبان میں بات چیت
نقیل لھم ھو فی المسجد [۱]	کی اور وفد سے کہا گیا کہ حضرت عمرؓ مسجد میں ہیں۔

عہد رسالت میں بھی فارسی زبان کے بولنے اور سمجھنے کا ثبوت ملتا ہے، اور مدینہ منورہ میں اس زبان کے عالم و ترجمان موجود تھے۔ بعد میں عراق وغیرہ میں اس کا رواج عام ہو گیا اور عام طور سے فارسی بولی اور سمجھی جاتی تھی،

علمائے اسلام کا مقام :- مشہور تابعی حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

خیر ھذہ الامۃ	اس امت کے بہترین لوگ
بعد نبیھا اھل العلم الذین یعلمون	اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اہل علم
الناس سنن نبیھم [۲]	ہیں جو لوگوں کو انکے نبی کے طریقے سکھاتے ہیں۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۹ [۲] تاریخ جرجان ص ۱۲۵

اس مقولہ میں امام شعبی نے صحیح علمائے اسلام کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے، جو مسلمانوں کو ان کے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طور طریقہ بتاتے سکھاتے ہیں اور تعلیم و تدریس کے ذریعہ سے یا وعظ و تذکیر کے ذریعہ سے یا فتویٰ نویسی کے ذریعہ سے یا کسی اور ذریعہ سے مسلمانوں میں کتاب و سنت اور قرآن و حدیث کو عام کرتے ہیں، ان کے پڑھے لکھے لوگوں کو پڑھاتے ہیں اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو بتاتے ہیں، ان کا مرتبہ امام شعبی کے قول کے مطابق مسلمانوں کے نبی کے بعد ہے، اور یہ بات امام صاحب نے اس حدیث سے لی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں یعنی نبوت و رسالت کی تعلیم پھیلانے اور دین کی ذمہ داری میں ان کو وہی کام کرنا ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کرتے تھے، اور جب وہ یہ کام کریں گے تو ظاہری مرتبہ کے ساتھ اجر و ثواب میں بھی ان کے قریب ہوں گے،

قرآنِ کریم کِس قسم کی کتاب ہے؟

(از مولانا لطافت الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور)

اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ کتاب شاہی فرامین اور خدائی احکام وارشادات کا مجموعہ ہے، اس کو خداوند پاک، خالق کائنات، مالک موجودات، احکم الحاکمین، رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ مرکزی دفتر اعلیٰ (لوح محفوظ) سے بیک وقت عالم انسان کے قریبی دفتر (آسمانِ دنیا میں) ایک طے شدہ نظام تکوین کے تحت نازل کر دی گئی۔ پھر حسب ضرورت جب اپنے اوقات اور حالات میں ان مقدرات اور واردات کا ظہور ہوتا رہا۔ تو اس کتاب کے متعلقہ حصے (آیت یا چند آیات) کا نزول ہوتا گیا، اور ۲۳ سال کے عرصہ میں ان جواہر پاروں کا نزول مکمل ہوا جن کا شیرازہ بظاہر تو منتشر تھا لیکن درحقیقت نہایت مربوط ومنظم اس وجہ سے تھا کہ ان کو اس بندۂ خدا کی ہدایت وارشاد سے یہ موجودہ کتابی شکل و ترتیب دے دی گئی تھی جن پر کتاب نازل ہوئی، اور اس کتاب کو جو قاصد لیکر آتا رہا وہ بھی درگاہ

خداوندی کا انتہائی با اعتماد اور معزز و موقر فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھا، چنانچہ انہی کے بارے میں فرمایا گیا۔ وانہ لقول رسول کریم ۔ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین۔ مطاع ثم امین۔

بلاشبہ یہ قرآن اس معزز قاصد کا لایا ہوا پیغام جو بڑا طاقتور، خدائے عرش کے یہاں قدر و منزلت والا ہے، اور فرشتوں سردار اور امانت دار ہے، اور جس طرح اس کے معانی اور مضامین خداوند پاک کے ہیں، اسی طرح اس کے الفاظ و عبارات بھی اسی خدا کے ہی ہیں، جسکی حکمت و قدرت معلومات، اور کلمات کی کثرت انسانی اندازہ سے باہر اور کائنات کے احاطے درا و راء ہے۔ خود فرما رہے ہیں۔

قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام سمندروں کو خدا کے کلمات لکھنے کے لئے بطور روشنائی استعمال کیا جائے اور ایک سمندر کا اضافہ بھی کیا جائے، تب بھی کلام الٰہی کا اختتام نہیں ہوگا۔

نیز فرمایا گیا ہے:۔

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔

یعنی روئے زمین کے تمام درختوں کو قلم اور سمندروں کو روشنائی قرار دیا جائے بلکہ سات سمندر مزید ملا دئے جائیں تو بھی لکھتے لکھتے خداوند پاک کے کلمات ختم نہیں بیشک خدا غالب اور حکیم ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جب خدا نے اپنی غیر متناہی کمالات کا وہ خلاصہ دنیا کو بھیجا جس میں تمام نسل انسانی کے لئے (بلکہ جن وانس دونوں کے لئے) تا قیام قیامت ہر طرح کے حکم و مصالح، عدل وانصاف کے اصول کو درج فرمایا۔ اور اسکا کامل و مکمل پیغام کا پیغامبر رسالت بھی اپنے خاص الخاص بندوں میں سے ایسی عظیم تر ہستی کو قرار دیا جو نوع انسانی کا ایک بے مثال فرد ہے، اور جس میں انسانیت کے تمام کمالات واوصاف، دیانت وامانت اور خلق عظیم کے علاوہ فصاحت وبلاغت، دور فہمی اور نکتہ رسی وغیرہ بے شمار صلاحیتوں کو جمع کر دیا گیا ہے، حضرت حسان بن ثابت نے خوب فرمایا ہے

فاحسن منک لم ترقط عینی　　　واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءاً عن کل عیب　　　کانک قد خلقت کما تشاء

آپ سے زیادہ خوبصورت ہرگز نہیں دیکھا گیا، اور آپ سے زیادہ جمیل نہیں پیدا ہوا آپ ہر نقص وعیب سے پاک پیدا کئے گئے، گویا اس طرز پر پیدا ہوئے جو آپ نے چاہا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس خدائی پیغام کے فہم والفاظ کے تمام تر ذرائع اور اسباب مہیا کئے گئے۔ اور اس کے من وعن محفوظ ہو جانے اور اس کے بیان وتبیین کی ذمہ داری کا جو احساس ان کو تھا اور جو فکر ان کو لاحق تھی اس بارہ میں بھی ان کو مطمئن کر کے فرمایا گیا۔ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ۔ (آپ عجلت حفظ کی خاطر اپنی زبان کو حرکت دینا بند کیجئے کیونکہ ہمارے ہی ذمہ ہے اس قرآن کو جمع کرنا اور آپ پر پڑھنا۔ ہاں جب ہم نے پڑھا تب اس کو پڑھئے)۔

پھر ہم پر اسکا بیان بھی ہے۔ اللہ کا وہ بندہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے۔ جن کا سلسلۂ نسب پشتوں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملتا ہے، یہ عرب قوم کے شریف تر خاندان

قبیلۂ قریش کے چشم و چراغ ہیں. ملک عرب میں ۵۷۱ء میں ان کی ولادت ہوئی، ولادت و بعثت سے قبل صرف عرب قوم نہیں بلکہ پوری انسانیت جس جہالت اور ظلمت میں تھی اور اپنے معبود حقیقی سے جس قدر دور اور نابلد تھی، اس کی داستان اوراق تاریخ میں درج ہے، اور خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے.

ھو الذی بعث فی الامیین	خدا وہ ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں
رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ	میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا
ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب	جو اُن پر خدا کی آیات پڑھتے ہیں اور
والحکمۃ وان کانوا من قبل	ان کا تزکیہ کرتے ہیں. اور ان کو کتاب
فی ضلال مبین ۔	اور حکمت سکھاتے ہیں، اور یقیناً وہ اس کے
	قبل کھلی ہوئی گمراہی میں تھے،

بہرکیف اس کم مدت میں محیر العقول کارنامول کی تکمیل فرما کر ۶۳۲ء میں ہدایت و عرفان کا یہ آفتاب عالمتاب بظاہر غروب ہوا. مگر ان کی تعلیمات اس قرآن کی وجہ سے جو اس کا ابدی و لافانی معجزہ ہے، زندہ ہے.

افلت شموس العالمین وشمسنا ابداً علی افق العلی لا تغرب

تمام عالم کے سورج غروب ہوگئے اور ہمارا سورج بلندی کے افق پر ہمیشہ ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے گا.

ہمارے اس اجمالی خاکہ سے اس سوال کا مختصر جواب بھی ہوگیا، تفصیل و توضیح کی گہرائیوں اور بے پناہ وسعتوں کا پتہ بھی چلا کہ جب یہ مالک فرش و عرش کا کلام ہے. اور ایسی ہیاۃ کذائیہ سے واقعۃً اس ذات خداوندی کی طرف منسوب ہے.

توظاہر ہے کہ کس قسم کی کتاب ہے۔

ع " قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

اب تشریح و بیان جو کچھ حسب موقعہ و حال ہے وہ یہ کہ قرآن کس قسم کی کتاب ہے۔ اس سوال کا تجزیہ کرکے جواب میں چار عنوان قائم کئے جاتے ہیں، اور ہر ایک پر حسب توفیق لکھنے کے بعد دیگر تین حصوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

— قرآن قرآن کی نظر میں — قرآن رسول کی نظر میں —

— قرآن اپنوں کی نظر میں — قرآن غیروں کی نظر میں —

قرآن قرآن کی نظر میں :

خود خداوند کائنات نے قرآن کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن نہایت کامل و مکمل کتاب ہے۔ عظیم رہنما ہے، اس کے برحق ہونے میں کسی کو ریب و تردد، قلق و اضطراب کی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کی تعلیمات سے فائدہ۔۔ اٹھاتے ہیں ان کے اوصاف یہ ہیں

ذالك الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم۔۔۔۔ الی۔۔۔۔ اولٰئك ھم المفلحون

یہ کامل و مکمل کتاب ہے، اس میں تردد کی گنجائش نہیں، ان خدا ترسول کے لئے کامل رہنما ہے، جن کے اوصاف حسب ذیل ہیں۔

(آگے آیت میں) ھم المفلحون تک ان متقین کے اوصاف ہیں، دوسری جگہ قرآن کو نور فرمایا۔

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینا۔

(اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے برہان اور نور آیا ہے) قرآن کو حق بھی فرمایا

یا ایہا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرًا لکم	اے لوگو! تمہارے پاس حق کتاب کو لیکر رسول آیا، تم اس پر ایمان لے آؤ اور اپنے لئے خیر کی جستجو کرو۔

قرآن سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔	یہ قرآن اس راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جو نہایت سیدھا ہے۔

قرآن غور و فکر، عقل و تدبر کے لئے نازل ہوا ہے۔

انا انزلنا علیک القرآن لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون۔	ہم نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا، تاکہ آپ اس کو لوگوں سے بیان کریں اور اس میں غور و فکر کریں۔

قرآن باطل کی آلائشوں سے صاف اور منزہ ہے۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔	اس قرآن کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ حکیم، حمید خدا کی نازل کردہ کتاب ہے۔

قرآن ضروری امور کا تبیان ہے

تبیانا لکل شیءٍ وھدیً ورحمۃً وبشریٰ للمؤمنین۔	اس قرآن کو ہر شے کا تبیان اور ہدایت ورحمت اور بشارت بنا کر نازل کیا گیا۔

قرآن کے نغمۂ حق سننے سے انسان کے علاوہ جنات کی ایک جماعت نے جو اثر لیکر اسلام قبول کیا اور قرآن کے بارے میں جو رائے قائم کی اور شرک کے خلاف

جو باہمی عہد و پیمان کیا اس کا ذکر حق تعالیٰ نے فرمایا:

قل اوحی الیّ انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا۔ یھدی الی الرشد فآمنا بہ ولن نشرک بربنا احدا۔

کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سُنا تو کہا کہ ہم نے ایسا عجیب قرآن سنا جو راہ راست بتلاتا ہے، ہمارا تو اسی پر ایمان ہے، اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

قرآن اپنی ظاہری و باطنی، لفظی اور معنوی خوبیوں کی وجہ سے سننے والے گوشت و پوست کو متاثر کرتا ہے۔

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔

خدا نے بہت عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ اس کے مضامین باہم ملتے جلتے ہیں، بار بار دہرائی گئی ہے، جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے، اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہو، اس کا کوئی ہادی نہیں۔

قرآن کو انتہائی حکیمانہ اور حاکمانہ قانونی نظم و نسق اور عدل و ضبط کی وجہ سے ثقیل کہا گیا ہے۔ فرمایا ہے۔

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا — ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔

قرآن میں کتنا جلال اور زور ہے، فرمایا ہے:

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ — اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھ لیتے کہ وہ پہاڑ مخوف خدا سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

قرآن رسول کی نظر میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القرآن مأدبۃ اللہ فأتوا من مأدبتہ ما استطعتم ان ھذا القرآن حبل اللہ وھو النور المبین والشفاء النافع عصمۃ لمن تمسک بہ ونجاۃ لمن تبعہ لا یعوج فیقوم ولا یزیغ فیستعتب ولا تنقضی عجائبہ ولا یخلق علی کثرۃ الرد۔ (رواہ ابن ابی شیبہ ومحمد ابن نصر وابن الانباری فی المصاحف والحاکم والبیہقی عن ابن مسعود) — یہ قرآن خدا کا دستر خوان ہے تم سے جہاں تک ہو سکے اس سے کچھ حاصل کرو۔ یہ قرآن خدا کی رسی ہے اور یہ نور مبین اور شفاء نافع ہے۔ یہ قرآن عذاب خداوندی سے بچاؤ اور نجات کا ذریعہ ہے ان کے لئے جنہوں نے اس پر اعتماد اور عمل کیا۔ یہ قرآن راہ حق سے منحرف نہیں ہوتا، تاکہ سیدھا کیا جاوے اور نہ ہی اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں، اور نہ ہی بار بار دہرانے سے پرانا ہو جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

آیاتِ قرآنی

متعلقہ مناسکِ حج وزیارت

(از محترم جناب خواجہ محمد وارث صاحب حیدرآباد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی انزل القرآن تبیاناً لکلّ شیءٍ وَّھُوَ شِفَاءٌ وَّرحمۃ وَّھدًی وَّبشریٰ للمومنین، وَالصّلوٰۃ وَالسّلام علیٰ سیّدِ الانبیاء والمرسلین صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلَّم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین ○

قرآن اللہ کا کلام، بندوں کی ہدایت کے لئے اسکا آخری پیغام، جس کو اس نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے تیس ۲۳ سال کی مدت میں نازل فرمایا اور اسکو ہمیشہ کے لئے سرچشمۂ ہدایت قرار دیا۔ اب[1] جو کوئی اس کے سوا کہیں اور ہدایت تلاش کریگا تو اللہ اس کو گمراہ کرے گا۔

---

[1] من ابتغی الھدیٰ فی غیرہٖ اضلہ اللّٰہ (الحدیث)

اور ایمان[1] لانے کے بعد جو کوئی اس کو تجھ سے چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو ہلاک کر دے گا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے لیا ہے۔

چودہ سو سال کی طویل مدت گذرنے کے بعد بھی قرآن بلا ہر مو تفاوت اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تبدل مسلمانوں میں نسلاً بعد نسلٍ ویسا ہی منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوالہ کیا تھا۔ آج تک نہ تو قرآن مسلمانوں سے ایک لمحہ کے لئے جدا ہوا۔ اور نہ مسلمان اس سے جدا ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں بہتر[2] شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور (دوسروں کو) سکھائے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ قرآن) کثرت[3] تلاوت سے پرانا نہ ہوگا اور نہ اس کے عجائبات کبھی ختم ہوں گے۔ چنانچہ اس کی تلاوت اس کثرت سے جاری ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی، اسی طرح اس کی درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اس کے علوم و فنون اور تفسیروں کا ایک لا متناہی سلسلہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا کوئی بڑی بڑی کتابیں اس کے متعلق لکھنے میں مصروف رہا اور ہے تو کوئی چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ کر اس کی خدمت میں مشغول ہے، اس کی خدمت بھی بے شمار طریقوں سے ہوئی اور جاری ہے یہ قرآن کے خود معجزہ ہونے کی ایک دلیل ہے۔

ایک عرصہ ہوا کہ بعض چہل آیاتِ قرآنی کے رسائل دیکھ کر دل میں یہ خیال آیا تھا کہ آیاتِ قرآنی کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کیا جائے جس میں صرف وہ آیتیں ہوں جن کا

---

[1] مَن ترکه مِن جبّار قصمه الله (الحدیث)

[2] خیرکم من تعلم القرآن وعلمه (")

[3] ولا یخلق عن کثرة الرد ولا ینقضی عجائبه (")

تعلق کسی نہ کسی طرح سے مکہ معظمہ، حج، عمرہ، مسجد الحرام، مدینہ منورہ اور زیارت روضۂ اطہر اور اسی کے ضمنی عنوانات سے ہو، اور یہ کہ آیتوں کا ترجمہ اور مختصر تشریح مستند تفاسیر سے لکھدی جائے، دو چار آیتیں مع ترجمہ و مختصر تشریح لکھیں لیکن پھر یہ کام اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ایک چہل حدیث ان ہی عنوانوں کی متعلقہ حدیثوں کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ چہل حدیث طبع و شائع بھی ہو گئی اس کے بعد اب یہ سلسلہ چل رہا ہے جو آپ کے سامنے ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آیت (۱)

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ	اور جب آزمایا ابراہیمؑ اس کے رب نے
فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ	کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں
لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ	(تب اللہ نے) فرمایا کہ میں تجھ کو کروں گا سب
ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى	لوگوں کا پیشوا (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا
الظّٰلِمِيْنَ (پ ۱ ع ۱۵)	اور میری اولاد میں سے بھی (اللہ تعالیٰ نے)
	فرمایا نہیں پہونچے گا میرا عہد ظالموں کو،

قرآن مجید میں یہ پہلی آیت ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے متّا بعد کی آیتوں میں کعبۃ اللہ، مقام ابراہیم اور حرم مکہ کا ذکر ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کعبۃ اللہ سے خصوصی تعلق ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بانی کعبہ حضرت ابراہیمؑ کو پیشوائی اور امامت للناس کا درجہ حاصل ہے اسی طرح کعبۃ اللہ کو بھی سارے جہان کا قبلہ ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی بانی (حضرت ابراہیمؑ) کی بزرگی کے بعد بناء (کعبۃ اللہ) کی فضیلت کو بیان کیا گیا،

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش چند باتوں میں کی آزمائش
دو مقصد سے ہوتی ہے۔ یا تو آزمانے والا اس شخص کی استعداد و صلاحیت سے واقف
ہو جائے جس کو آزمایا جا رہا ہے یا آزمائش اس لئے ہوتی ہے کہ دوسروں پر اس شخص کی
جس کو آزمایا جا رہا ہو، صلاحیت و استعداد کو ظاہر کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی آزمائش میں پہلی صورت تو ہو نہیں سکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب اور خالق کل ہے
اور وہ ہر شخص کی حقیقت سے واقف ہے اس کو آزمائش کی کیا ضرورت ہے کیوں کہ ہر چیز
میں وہی قابلیت و استعداد ہے، جو اس نے اس کو عطا فرمائی ہے، اس لئے حضرت ابراہیمؑ
کی آزمائش دوسرے مقصد کے لئے تھی کہ لوگوں پر آپ کی قوت علمیہ و فکریہ اور استعداد و صلاحیت
علمی ظاہر کی جائے اور آپ کی عظمت و فضیلت ثابت ہو۔

جن باتوں میں آپ کو آزمایا گیا، روایتوں میں ان کی فہرست طویل ہے لیکن
بعض روایتوں میں تعمیر کعبہ، حج اور ذبح فرزند بھی مذکور ہیں، بہر حال جن جن باتوں میں آپ کو
آزمایا گیا آپ نے ان کو بحسن و خوبی انجام دیا اور اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الناس
کی امامت یعنی پیشوائی عطا فرمائی۔ تو آپ نے اس امامت کو اپنی نسل میں بھی جاری رکھنے کے لئے
دعا کی تو جواب ملا کہ ظالموں یعنی اللہ کے نافرمانوں کا امامت و پیشوائی میں کوئی حصہ نہیں البتہ
جو فرمانبردار ہوں گے ان کو ان کی حسب حیثیت منصب امامت و پیشوائی میں مناسب حصہ ملے گا۔

آیت (۲) ۱۔ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا ط

اور جب ٹھہرایا ہم نے البیت (خانہ کعبہ) کو انسانوں کے لئے مثابہ اور جائے امن یا ذریعہ امن (بار بار آنے کی جگہ اور مقام امن)

۲۔ واتخذوا من مقام ابراھیم

۲۔ اور بناؤ مقام ابراہیم کو کھڑے ہونے کی جگہ

مصلیٰ ط	نماز کی جگہ (جس جگہ بنائے کعبہ کے وقت کھڑے رہتے تھے)
۳- وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطآئفین والعٰکفین والرکع السجود (پ ۱ ع ۱۵)	اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

بیت کے لفظی معنی گھر کے ہیں جہاں رات بسر کی جاتی ہے، البیت سے متفقہ طور خانہ کعبہ مراد ہے۔

اس فقرۂ قرآنی میں خانۂ کعبہ کے دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔ ایک "مثابۃ" اور دوسرا "امنًا"، یعنی جائے امن یا ذریعہ امن۔

لفظ مثابہ کے کئی معنی آتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کی مرکزیت و جامعیت اور عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہر معنی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔

(۱) ثاب، ثوبا سے مثابہ کے معنی ہوں گے لوگوں کے لوٹنے کی یا جمع ہونے کی جگہ یا پانی کا حوض میں جمع ہونا، کعبۃ اللہ کے پاس لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں خصوصًا حج کے زمانہ میں۔ اور یہ کہ مطاف کبھی خالی نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور آپ کے زمانہ سے قبل بھی لوگ دنیا کے گوشہ گوشہ سے یہاں آتے رہے ہیں اور لوگوں کے آنے کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ لوگ حج پہ حج اور عمرے پر عمرے کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ غیر منقطع ہے اور تا قیام قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ حج کے زمانہ میں تو لاکھوں انسان دنیا کے ہر گوشہ سے یہاں جمع ہو کر

اور یہ وعدہ الٰہی ہے جو یقینی اور اٹل ہے۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامرٍ یاتین من کل فج عمیق (پ ۱۷ ع ۱۱)	اور پکار دے لوگوں میں حج کے لئے کہ آئیں تیرے پاس لوگ پا پیادہ اور سوار ہوکر دبلے دبلے اونٹوں پر، چلے آئیں دور کی راہوں سے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ حج کے لئے ندا دی جائے، آپ نے حج کے لئے منادی فرمائی اور جن جن کی قسمت میں حج مقدر تھا (خواہ وہ اس وقت زمین پر موجود تھے یا عالمِ ارواح میں) انہوں نے جواب میں لبیک اللّٰہم لبیک کہا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے آج تک دنیا کے گوشہ گوشہ سے لوگ حج و عمرہ کے لئے آئے چلے جاتے ہیں۔۔ ایک سلسلۂ آمد و رفت ہے کہ جاری ہے، یہ شرف کسی اور مقام کو حاصل نہیں، اس لحاظ سے یہ مثابہ ہے۔

(۲) تثویب ہے:۔ تثویب کے معنی ہیں کہ فریادی فریاد کرتا ہوا آئے اور اپنے کپڑے سے اشارہ کرے تاکہ لوگ دیکھیں اس کو، اسی سے "دعاء" کو تثویب کہنے لگے، کعبۃ اللہ مقبولیت دعا کی جگہ ہے اور لوگ بکثرت اللہ تعالیٰ سے اس کے دعائیں مانگتے ہیں۔ طواف میں بھی پورا وقت اللہ تعالیٰ سے فریاد اور دعاؤں ہی میں صرف ہوتا ہے، اس لحاظ سے بھی یہ مثابہ ہے۔

نیز تثویب کے معنی ہیں دوبارہ اعلان کرنا۔ چنانچہ اذان ہونے کے بعد مؤذن کا الصلوٰۃ عباداللہ۔ اللہ کے بندو نماز کو آؤ کہنا تثویب ہے۔ (باقی آئندہ)

جامعۃ الصالحات بھٹکل

"البلاغ" کے مدیر مسئول محی الدین منیری صاحب نے اپنے وطن بھٹکل میں بالغ لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ "جامعۃ الصالحات" قائم کیا ہے یہ مدرسہ یکم اگست ۷۲ء کو شروع ہوا ہے، ۴۰ طالبات زیر تعلیم ہیں اور ان پر دینی تعلیم کا اثر ہورہا ہے، مسلمان لڑکوں کے لئے تو دینی و دنیاوی تعلیم کا برابر انتظام کرتے رہے ہیں لیکن عورتوں کی دینی تعلیم کی طرف اس قوم کی ہمیشہ بے رخی رہی۔ اگر عورتوں کو دینی اور صحیح تعلیم سے آراستہ کیا جائے تو پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے، ماں کی گود ہی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے۔

اس مدرسے کے افتتاح کے موقع پر عورتوں کی دینی تعلیم سے متعلق بعض بزرگوں نے منیری صاحب کے نام پیامات بھیجے تھے، جسے قارئین کے لئے درج کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب

مہتمم دار العلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

بچیوں کی دینی تعلیم میرے خیال میں بچوں سے بھی زیادہ ضروری ہے، بالخصوص

اس دور میں کہ عورتوں میں جہالت کے سبب آزادی اور آزادی سے بے دینی پھیلتی جا رہی ہے، جس کا اثر نئی نسل پر پڑنا لازمی ہے، اس لئے لڑکیوں کی تعلیم فی نفسہ ضروری ہے، اور آئندہ نسلوں کی خاطر اشد ضروری ہے۔ جناب کا اقدام کہ بچیوں کو دینی تعلیم کا زیور پہنایا جائے، مبارک اقدام ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور یہ کام آگے بڑھے۔ میں کچھ عرصہ سے علیل ہوں، کمزوری بھی کافی ہے ورنہ اس بارے میں مزید کچھ لکھتا، اس وقت اس اقدام کی تصویب اور تائید پیش نظر ہے، مسئلہ اپنی جگہ دلائل و شواہد سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ مزید دلائل کی خاص ضرورت بھی نہیں، قلبی تعاون آپ کے ساتھ ہے،

والسلام

(مولانا) محمد طیب، از دیوبند ۶/۴ ۹۲ھ

مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

بمبئی ۸ رجب ۱۳۹۳ھ

۹ / جولائی ۱۹۷۳ء دوشنبہ

محترمی و مکرمی جناب منیری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

کئی دن ہوئے گرامی نامہ ملا تھا، خیال تھا کہ کوئی مختصر مضمون لکھ کر روانہ کر دوں گا مگر بعض اہم کاموں کی وجہ سے آج تک موقعہ نہ مل سکا اور معذرت کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے اس مبارک اقدام میں برکت عطا فرمائے۔ بناتِ اسلام نے دینی علوم اور کتاب و سنت کی تعلیم و ترویج پر مردوں کے دوش بدوش کام کیا ہے۔ ان میں محدثات، فقیہات، مفتیات عابدات، زاہدات، صوفیات، مقریات، قاریات گزری ہیں۔ قرن اول میں احادیث و آثار کی روایت کا سلسلہ شروع ہوا تو صحابہ و صحابیات اور تابعین و تابعات نے مل کر تحدیث و روایت

میں کام کیا ہے، اور کتنے ہی خاندان ہیں جن میں علوم ان خواتین اسلام کی وجہ سے ہم تک پہونچے ہیں جنہوں نے اپنے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، بھائی، بھتیجے، اور خاندانوں سے روایت کرکے دوسروں اور باہر والوں تک اسلامی تعلیمات پہونچائیں، اللہ تعالیٰ نے دور اول میں عورتوں سے بڑا کام لیا ہے، جب کہ گھروں اور خاندانوں کے افراد سے احادیث و آثار کی روایت کی ضرورت تھی، پھر جب چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں صدی میں مسلمانوں میں طرح طرح کے داخلی اور خارجی فتنے پیدا ہوئے اور خالص کتاب و سنت کے بجائے دوسرے علوم کا رواج ہوا۔ سیاسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ نے بنات اسلام میں قرآن و حدیث اور خالص اسلامی علوم کا ذوق پیدا کیا، اور ان ادوار میں بڑی شیخات و سیدات پیدا ہوئیں جن سے ائمہ دین اور حفاظ حدیث نے کسب فیض کیا اور بہت سے بلاد و امصار میں ایسی محدثات اور عالمات و فاضلات علم حدیث کا ستون تھیں،

میں ان دنوں "بنات اسلام" کے نام سے ایک کتاب مرتب کر رہا ہوں جس میں ان خواتین اسلام میں سے کثیر حضرات و شیخات کے حالات درج ہوں گے، اور ان کے علمی و دینی کارناموں کا سرسری جائزہ ہوگا۔ خیال تھا کہ اس کا ایک حصہ آپ کو روانہ کروں گا مگر افسوس کہ اس کا موقع بھی نہ مل سکا۔ ان شاء اللہ بعد میں روانہ کروں گا ——————

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

دفتر ناظم سنی دینیات
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،
مورخہ ۱۵ر جولائی ۷۸ء

بسم اللہ

مخلص و مکرم جناب بستوی صاحب زید مجدکم،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ طالبات کے لئے ایک دینی مدرسہ قائم کر رہے ہیں، عورتوں کا مسئلہ ہر دور میں بڑا نازک رہا ہے۔ فلسفہ دیگر طبقے ہر مذہب نے کبھی ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اب اسی کا ردعمل ہے کہ وہ آزاد ہو کر اپنا مقام تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہی ہیں۔

حقیقی مذہب کی سچی تعلیم نے ہمیشہ عورت و مرد کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی اور افراط و تفریط سے ہٹ کر دونوں کے حقوق و فرائض متعین کئے۔ اس دور میں جبکہ عورت ہر قید و بند سے آزاد ہے دینی تعلیم کے ذریعہ اس کو استدلال پر لانے کی کوشش ایک مجاہدانہ کام ہے، اللہ سے دعا ہے کہ آپ کو اس میں مزید توفیق اور کامیابی حاصل ہو، اور قوم و ملت کے لئے اس کو زیادہ سے زیادہ مفید بنائے، آمین

محمد تقی امینی

حضرت مولانا محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی

محترمی جناب منیری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک عرصہ کے بعد مراسلت کا شرف حاصل ہوا۔ وقت بہت کم تھا مگر تعمیل ارشاد سے چارہ بھی نہیں تھا۔ احقر پیغامات کا عادی نہیں ہے مگر دینی تعلیم کے سلسلہ میں عادت کے خلاف کرنا بھی احقر کے نزدیک صحیح ہے۔

بہرحال مضمون مرسلہ ہے، خدا کرے شرف قبولیت عنداللہ بھی حاصل کرے اور عندالناس بھی، والسلام

محمد میاں

(باقی آئندہ)

حاجیوں کے جہاز کی روانگی

اب تک چھ جہاز بمبئی سے روانہ ہو چکے ہیں۔ ۲۵ اکتوبر کو محمدی ۳۱ اکتوبر کو مظفری اور ۲ نومبر اکبر روانہ ہوا۔ ان تین جہازوں میں جانے والوں کی تفصیلات یہ ہیں۔

محمدی مرد ۹۲۳ عورتیں ۔۵۲۰ بچے ۷ ۔ کل تعداد ۔۱۴۵۰

امیر الحج :۔ داؤد بھائی جمال الدین بھائی صاحب ۔ بمبئی

مظفری مرد ۸۶۵ عورتیں ۔۵۸۲ بچے ۔۵ کل تعداد ۔۱۴۵۲

امیر الحج :۔ محمد نصیر الدین احمد ۔ حیدرآباد

ایم وی اکبر مرد ۸۳۱ عورتیں ۔۷۴۲ بچے ۔۸ کل تعداد: ۱۵۸۱

امیر الحج :۔ منصور ناچن پٹرگا۔ ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

تجارتی سامان لے جانے کی اجازت نہیں ہے پھر بھی تجارت پیشہ بعض لوگ حاجیوں میں گھس آتے ہیں جس کی وجہ سے حجاج بدنام ہوتے ہیں۔ گذشتہ جہاز پر تجارتی سامان کو کسٹم والوں نے روک دیا۔

حاجیوں کو اپنے ساتھ ہندوستانی کرنسی لے جانے کی اجازت نہیں ہے جہاز پر خرچ کے لئے مغل لائن کے کوپن لے کر جانا چاہیئے۔

حکومت نے حاملہ عورتیں جب پانچ ماہ کی ہوں تو سفر پر پابندی لگادی ہے پھر بھی بعض لوگ قانون کی خلاف ورزی کرکے پریشان ہوتے ہیں۔ گزشتہ جہاز سے سفر کرنے کے لئے پہنچا ہوا ایک جوڑا پانچ ماہ سے زیادہ کا حمل ہونے کی وجہ سے واپس ہوا۔ اور بمبئی تک پہنچنے کے لئے کافی زحمت اور روپئے خرچ کئے۔

جہاز کی روانگی کے دن حاجیوں کو اعانت پہنچانے والے رضاکار برابر حاضر رہتے ہیں۔ انجمن خدام النبیؐ کے ممبران ہر جہاز پر حاجیوں کو ٹھنڈا پانی پلانے کا انتظام رکھتے ہیں۔ یہ انجمن حاجیوں کو پانی کے کام سے شروع ہوئی ہے۔ اور اس کام کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

حاجیوں کے جہاز پر اسیر الحج کے تحت رضاکار کام کرتے ہیں۔

بمبئی میں انجمن خدام النبی و حج سوشیل ورکرز گروپ و خدام الاسلام جماعت، مدراس حج سروس سوسائٹی کام کرتی ہے۔ اور اکثر صوبوں سے ویلفیر آفیسر بمبئی آکر اپنے حاجیوں کی مدد کرتے ہیں۔

اب حاجیوں کے مزید پانچ جہاز جائیں گے۔

حج بذریعہ ہوائی جہاز:۔ حسب سابق امسال بھی حج کمیٹی نے چارٹرڈ ہوائی جہازوں کا اعلان کیا تھا۔ امسال ۲۱۱۹ درخواستیں وصول ہوئیں۔ اور پندرہ سو حاجیوں کا کوٹہ مقرر کیا گیا تھا۔

۱۳ اکتوبر صبح ۱۰ بجے کیپٹن شاہنواز کے ہاتھوں سے قرعہ اندازی کی افتتاح

انجمن اسلام ہائی اسکول اکبر پیر بھائی ہال میں ہوئی۔

قرعہ اندازی کا افتتاح کرتے ہوئے کیپٹن شاہنواز نے حج کمیٹی کے کاموں کو سراہا۔ اور بتایا کہ بمبئی میں حج ہاؤس کی تعمیر کے لئے انتظامات کئے جارہے ہیں۔ اور زمین بھی حاصل کرلی گئی ہے

جناب احمد زکریا چیرمین حج کمیٹی کے کیپٹن صاحب کا تعارف کرایا اور بتایا کہ مغربی بنگال آسام، بہار، مدھیہ پردیش ہریانہ اڑیسہ اور گوا سے وصول ہونے والی تمام درخواستوں کو منظور کرلیا گیا ہے۔

اتر پردیش۔ مہاراشٹر، کیرالا، آندھرا پردیش کرناٹک، گجرات، مدراس، راجستھان کے لئے قرعہ اندازی ہوگی۔ بقیہ ۶۱۹ حاجیوں کے نام قرعہ اندازی کے ذریعہ منتظرین کی فہرست میں رکھ دیئے جائیں گے۔

قرعہ اندازی کے وقت حج کمیٹی کے ممبران، صوبے کے نمائندے اور دیگر شہر کے ذمہ دار حضرات موجود تھے۔

پہلے گیارہ ہوائی جہازوں کا اعلان کیا گیا تھا۔ مگر اب سات ہوائی جہاز جائیں گے کیونکہ سات میں سے پانچ ہوائی جہاز D/C 8 ہوں گے۔ یہ ایک ہوائی جہاز تقریباً ۲۶۰ حاجیوں کو لے جائے گا۔ اور بقیہ دو جہاز ۷۰۷ ہوں گے اس جہاز پر تقریباً ۱۷۰ حجاج بیک وقت سفر کرسکیں گے۔

حاجیوں کو سعودی ہوائی جہاز لے جائیں گے۔ واپسی میں ایر انڈیا واپس لائینگے۔

نظرثانی شدہ ہوائی جہازوں کا پروگرام یہ ہے۔ یعنی یہ سات جہاز ذیل کی تاریخوں میں جائیں گے۔

یکم دسمبر - ۳ر دسمبر - ۵ر دسمبر - ۷ر دسمبر اور ۹ر دسمبر یہ پانچوں ہوائی جہاز De/8 ہوں گے۔

۱۱ر دسمبر اور ۱۴ر دسمبر کو ہوائی جہاز بوئنگ 707 جائیں گے۔ اُمید ہے کہ امسال حج انشاءاللہ ۲۳ر دسمبر کو ہوگا۔

ہوائی جہازوں کی سیٹوں کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوئی ہے۔

اتر پردیش	مغربی بنگال	بہار	مہاراشٹر
۳۴۴	۶۸	۳۷	۲۷۴
کیرالا	آسام	آندھرا	جموں کشمیر
۱۵۳	۲۲	۹۶	۷۵
کرناٹک	گجرات	تامل ناڈو	مدھیا پردیش
۹۴	۹۳	۷۸	۲۸
ہریانہ	اڑیسہ	اور دہلی۔	
۵	۲	۲۱	

کل ۶۱۹ درخواستیں مختلف ریاستوں کی ویٹنگ لسٹ میں رکھ دی گئی ہے۔

باب الافتاء

حضرت مولانا مفتی محمد یسین صاحب

س :- حاجی لوگ حج کے لئے جاتے ہیں تو کپڑا آب زم زم سے بھگو کر کفن کے لئے لاتے ہیں یہ کیا ہے۔

ج :- حصول برکت کے لئے حجاج آب زم زم سے بھگو کر کپڑے لا سکتے ہیں اور خشک شدہ کپڑے میں مردے کو کفنا سکتے ہیں۔

ولذا قال فی الاسرار المحمدیۃ لو وضع شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم او عصاہ سوطہ علی قبر عاص لنجا ذلک العاصی ببرکات تلک الذخیرۃ من العذاب ومن ھذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ وبطانۃ استار الکعبۃ والتکفن بھا (تفسیر روح البیان ص ۵۵۹)

س :- ٹیلر ماسٹر کے یہاں جو کسی کا کپڑا بچتا ہے تو وہ اس کی ٹوپی وغیرہ سل کر بیچتے ہیں، پس اس کا خریدنا ٹھیک ہے، یا نہیں۔

ج :- کپڑے والے کی اجازت کے بغیر بچا ہوا کپڑا رکھ لیا اور اس کی ٹوپی وغیرہ سل کر بیچنا ٹھیک نہیں ہے، پس اسکا خریدنا درست نہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی وغیرہ (مشکوٰۃ ص۲۵۵ ج۱) تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے التصرف فی ملک الغیر حرام (ص۹۰ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم

س :- ۱؎ ایک عورت نے قسم کھائی پھر قسم توڑدی، قسم توڑنے پر کفارہ یوں ادا کیا کہ بجائے دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کے اپنے مکان پر بلوا کر فی کس دو دو کیلو گیہوں دئے، مکان پر صرف آٹھ مسکین آئے تھے بقیہ دو کے مکان پر گیہوں بھجوادیا پھر شام کے وقت دو مسکین زائد اس کے مکان پر آئے تو عورت مذکورہ نے ان کو پانچ پانچ روپیہ کفارہ سے زائد دیدیا۔ بتلائے کہ اس صورت میں کفارہ ادا ہوا یا نہیں۔

۲؎ اور یہ بھی مطلع فرمائیے کہ قسم کے کفارہ میں اناج یا پیسے دے سکتے ہیں اگر دے سکتے ہیں تو کتنا اناج فی کس دیا جائے، کفارہ مسلم ہی کو دیا جائے یا غیر مسلم کو بھی۔

۳؎ کفارہ کا اناج یا پیسہ ایک ہی مسکین کو دیں یا دس کو، اور ایک دن میں دینا ضروری ہے یا توقف کرکے۔

ج :- ۱؎ کفارہ ادا ہوگیا، ہدایہ کفارۃ الیمین میں ہے وان شاء اطعم عشرۃ مساکین کالاطعام فی کفارۃ الظہار (ص۴۵۶ ج۲)

۲؎ اناج یا اس کی قیمت دے سکتے ہیں اور اناج کی مقدار فی کس ایک کیلو چھ سو سولہ گرام گیہوں یا تین کیلو بیس گرام جو ہے۔ ہدایہ کفارۃ الظہار میں ہے ویطعم کل مسکین نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر او قیمۃ ذلک (ص۳۹۱ ج۲)

اور کفارہ مسلم ہی کو دیا جائے غیر مسلم کو نہ دیا جائے۔ در مختار میں ہے۔ ولا تدفع....
(ای الزکوٰۃ) الی ذمی لحدیث معاذ وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج
الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی
وبقولہ یفتی حاوی القدسی واما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات
لا تجوز لہ اتفاقا (ص ۱۰۷ و ۱۰۸ ج ۲)

۳ اور کفارہ کا غلہ یا قیمت دس مسکینوں کو دیں ایک ساتھ سب کو دینا ضروری نہیں ہے باری باری دے سکتے ہیں اور اگر ایک ہی مسکین کو دینا ہو تو باری باری دس دن دیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، ولو اعطی مسکینا واحدا اکلہ فی یوم واحد
لا یجزیہ الا عن یومہ ذلک (ص ۱۲۹ ج ۲)

س :۔ زید نے ایک بوسیدہ مکان مسجد پر وقف کیا جو چند مہینے کے بعد لیست ہو گیا صرف ایک کچی کوٹھری باقی رہ گئی۔ وہ لیست مکان اس قابل نہ تھا کہ اس سے مسجد کو کوئی فائدہ ہو سکے، مسجد کے پاس سرمایہ بھی نہ تھا کہ اس زمین پر مکان تعمیر کرایا جاتا اور اس سے کرایہ حاصل ہوتا۔ محلہ کے چند مصلیوں نے ایک پڑوسی مسلمان کو اس غرض سے فروخت کر دیا کہ اس پیسے کو مسجد کی زمین پر جو مسجد سے متصل لب سڑک ہے۔ دوکان بنوا دیجائے مکان بنوانے میں سرمایہ زیادہ لگتا اور کرایہ کم ملتا اس کے برعکس دکان بنوانے میں صرفہ کم تھا اور کرایہ مکان کی نسبت زیادہ ملتا۔ اب سوال یہ ہے کہ چند مصلیوں نے اپنے دستخط سے مسجد کی زمین جو فروخت کی ہے وہ جائز ہے یا نہیں جبکہ مسجد کا مفاد ہر حال میں پیش نظر ہے اور ایک پڑوسی مسلمان کی آسائش کا بھی خیال ہے۔
نوٹ :۔ زمین موقوفہ اور زمین متصل مسجد دونوں الگ ہیں۔

ج :- مکان مندرجہ مذکورہ کی زمین فروخت کرنے سے پہلے فروخت کرنے کے متعلق سوال کرنا چاہئیے تھا۔ اصل تو یہ ہے کہ وقف کی بیع نہیں ہوتی ہے لیکن جب زمین فروخت کردی گئی اور اسی میں مسجد کا مفاد بھی دکھلایا گیا ہے۔ پس مفاد وقف و دفع حرج کے پیش نظر جیسا کہ مشاہیر علماء نے ضرورت کی وجہ سے جواز بیع کا فتویٰ دیا ہے، فتاویٰ خیریہ میں ہے:

سئل فی دار وقف وهت حیطانها وانقض بنیانها واشرفت علی الانقضاض وقربت ان تصیر کوما من التراب والانقاض وتعینت المصلحة فی الاستبدال وتقررت المنفعة فیه بکل حال فهل یجوز مع عدم شرط الواقف او نهیه الاستبدال ولو باخذ النقدین اجاب نعم یجوز فقد صرح علماءنا المشاهیر بجوازه ولو بالدراهم والدنانیر وقالوا اذا تعینت المصلحة فیه جاز مخالفة الشرط بما بینا فیه وقد اتفق متاخرو علماءنا علی الافتاء بما هو انفع للوقف فیما اختلفوا فیه وهذا منه فلیکن المعول علیه انتهی مختصرا (ص ۲۱۹ ج ۱)

باقی اس بارے میں پڑوسی کی آسائش وغیرہ ملحوظ
نہیں۔ کما لا یخفیٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم

انجمن خدام النبی کا مذہبی تعلیمی اصلاحی علمی ماہانہ رسالہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی

دسمبر ۷۶ (۱۱)

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافر خانہ، کرناک روڈ، بمبئی نمبر ۱

سالانہ چھ روپیہ

فی پرچہ ۶۰ پیسے

TELEGRAM . TAUFIQ . BOMBAY

ماہنامہ البلاغ بمبئی

اشاعت ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء

ہندوپاک سے سالانہ: چھ روپے، ممالک غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

جلد ۲۴ | ماہ ذوقعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۲ء | شمارہ ۱۱

عنوان	مصنف	صفحات
شذرات	قاضی اطہر مبارک پوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارک پوری	۵ - ۹
جامعۃ الصالحات	بقیہ	۱۰ - ۱۲
قرآن کریم کس قسم کی کتاب ہے؟	مولانا لطافت الرحمٰن بہاولپور	۱۳ - ۲۱
حجر اسود	ڈاکٹر محمود حسن	۲۲ - ۲۶
آیات قرآنی متعلقہ مناسک حج و زیارت	خواجہ محمد واسع صاحب حیدرآباد	۲۷ - ۳۶
حج بدل کے بارے میں ایک فتویٰ	....	۳۷ - ۳۸
جامعۃ الصالحات بھٹکل	....	۳۹ - ۴۵
باب الافتاء	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب	۴۶ -
اشتہارات	....	۴۷ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی: - پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نور بجی اسٹریٹ بمبئی ۳
میں چھپوا کر دفتر انجمن خدام النبی صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

جو قومیں عقیدہ و عمل میں کمزور ہوتی ہیں اور ان میں زندگی کی یہ دونوں طاقتیں مفقود ہوتی ہیں وہ انقلاب کے دور میں اپنے کو بے دست و پا محسوس کرنے لگتی ہیں، اور عام طور سے خوبصورت الفاظ کے پردے میں زندگی سے فرار اختیار کر کے یاس و ناامیدی میں گھر جاتی ہیں، نتیجہ کے طور پر آہستہ آہستہ ان کا سیاسی اور قومی وجود ختم ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے امتیازات و خصوصیات کو کھو کر مخالف حالات سے مصالحت و مداہنت کر لیتی ہیں، بخلاف اس کے جن قوموں میں اعتقاد و عمل کی تاب و تواں ہوتی ہے، وہ انقلاب کے زمانہ میں حالات و حوادث کا مقابلہ کرتی ہیں۔ اور طوفان میں پتھر کی طرح جم کر اپنا مستقل وجود باقی رکھتی ہیں، وہ مخالف نعروں اور مخالف طاقتوں سے مرعوب نہیں ہوتی ہیں، البتہ حالات و زمانہ کا رخ دیکھ کر اپنے عقیدہ و عمل کی روشنی میں مشکلات پر قابو کی کوشش کرتی ہیں، انقلاب و تغیر کے دور میں زندہ اور مردہ قوموں کا یہی حال ہوتا ہے۔

مسلمانوں نے عام طور سے دوسری صورت اختیار کر کے انقلابات کا سامنا کیا ہے

انھوں نے ناسازگار احوال وظروف میں رہ کر مخالف طاقت سے مصالحت ومفاہمت نہیں
کی بلکہ حالات پر قابو پانے کی کوشش کی ہے، اور ان کو کامیابی ہوئی ہے، خود ہندستان کے
انقلاب میں یہاں کے مسلمانوں نے اسی صورت پر عمل کیا، ۱۸۵۷ء کے بعد برطانوی حکومت نے
مسلمانوں کو ان کے دین وایمان، روایات وخصوصیات، تمدن وثقافت سے جدا کرنے کی پوری
کوشش کی، عیسائی مشنریوں کے ذریعہ ان کے مذہب پر یلغار کی. نوکری اور ملازمت کی راہ
سے ان کو ذہنی غلام بنانا چاہا. حاکمانہ اقتدار کے ذریعہ ان کو طرح طرح کی الجھنوں میں
مبتلا کیا. مگر مسلمانوں نے مجموعی طور سے حکمت عملی سے کام لیکر دفاعی کوشش کی، اور
برطانوی حکومت کی پالیسی ناکام رہی. پھر ۱۹۴۷ء کے بعد اس ملک میں جو طوفان اٹھا
اس کا بھی مردانہ وار مقابلہ کیا. فرقہ وارانہ فسادات، سیاسی چالیں، سرکاری پالیسیاں
اور قومی دھارے میں بہانے کی باتیں جس انداز اور جس شدت سے اس ملک میں ظاہر
ہوئیں کون کہہ سکتا تھا کہ ان میں مسلمان اپنے دینی وملی وجود کے ساتھ یہاں رہ سکیں گے
مگر واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان حالات میں مایوسی کے بجائے امید کی راہ اختیار کی، اور
حالات کی رعایت کرتے ہوئے اپنے دینی وملی وجود کو باقی رکھنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ کا بڑا
احسان ہے کہ ہم مسلمان اس ملک میں اپنے وجود کے ساتھ باقی ہیں، اور ملکی وقومی امور
ومعاملات میں سب کے ساتھ رہ کر مسلمان جینے اور مسلمان مرنے کا حق کر رہے ہیں، اگر یہ
بات نہ ہوتی تو یقین جانیے کہ پاؤ صدی گذرتے گذرتے مسلمان بحیثیت مسلمان کے اس طرح
باقی نہیں رہتے. یہ بات اس لئے نہیں کہی جا رہی ہے کہ خوش ہوں اور فخر کریں بلکہ اس کا
منشاء یہ ہے کہ انقلاب کے دور میں اسی طرح کام کیا جاتا ہے اور ہم کو اسی طرح کام کرنا چاہیئے
جس دن اس میں سستی آئے گی ہم ختم ہو جائیں گے،

راقم کی کتاب "عرب و ہند عہد رسالت میں" ندوۃ المصنفین دہلی سے ۱۹۶۵ء میں شایع ہوئی، جس کے عربی ترجمہ کے بارے میں اس کالم میں پہلے تذکرہ ہو چکا ہے، ہمارے مخلص دوست مصری فاضل ڈاکٹر عبدالعزیز عزت عبدالجلیل نے اس کا عربی ترجمہ "العرب والھند فی عھد الرسالۃ" کے نام سے کیا اور ۱۹۷۳ء میں "الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب" قاہرہ نے پوری آب و تاب کے ساتھ شایع کیا۔ عزیز مولوی خالد کمال سلمہٗ وطن سے گھانا جاتے ہوئے مصر میں اترے اور اس کتاب کو تلاش کر کے اس کے کئی نسخے حاصل کئے اور ایک نسخہ ہمارے پاس روانہ کیا جو ۵ ر نومبر کو وصول ہوا، پوری کتاب بڑے سائز کے ۲۸۴ صفحات میں ہے۔ کاغذ اور طباعت نہایت عمدہ اور ٹائیٹل دیدہ زیب ہے، اور قیمت ۳۵ قرش ہے۔

مصر زاد فاضل نے اردو سے عربی میں ترجمہ بڑی مہارت اور سلیقہ مندی سے کیا ہے اصل کتاب کی پوری روح ترجمہ میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس کتاب کو یہ مقبولیت دی، غالباً یہ پہلی مثال ہے کہ اردو زبان کی کسی کتاب کا عربی ترجمہ مصری عالم نے کیا ہو جس نے اردو زبان مصر میں حاصل کی ہے۔

گذشتہ سال انجمن خدام النبی کے صدر، البلاغ کے مدیر تحریر اور اس کے کاتب کو اللہ تعالیٰ نے حج و زیارت کی نعمت سے نوازا، اس سال البلاغ کے مدیر مسئول محترم الحاج محی الدین منیری صاحب کو یہ سعادت ملی اور وہ ۶ ر نومبر کے جہاز سے حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حج مبرور و مقبول عطا فرمائے۔

مُطالعات و تعلیقات

از قاضی اطہر مبارک پوری

نماز میں مستعدی اور چستی ہو:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت نماز کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے [1]

یعنی نماز میں قیام کی حالت میں خواہ مخواہ آرام کے خیال سے ٹیک لگانے کیلئے کمر اور کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، کیونکہ اس صورت میں اقامتِ صلوٰۃ کے لئے مستعدی اور تیاری جسم کے ہر ہر عضو سے نہیں پائی جائے گی بلکہ ایک قسم کی غفلت پیدا ہوگی اور چستی کے بجائے سستی آجائے گی، البتہ اگر کوئی مجبوری یا مرض ہو تو پھر اس میں کوئی حرج اور

---

[1] بخاری و مسلم

مضائقہ نہیں ہے۔

بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک پیر پہ زیادہ زور دیکر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر لیتے ہیں اور آرام سے کھڑے رہتے ہیں، یہ بھی وہی شکل اور اس کی بھی ممانعت ہے، کیوں کہ اس میں نماز کے لئے مستعدی اور چستی کے بجائے غفلت، آرام طلبی اور سستی پائی جاتی ہے، نماز جسمانی آرام کے لئے نہیں ہے اور جو لوگ اسے اپنے آرام کے لئے استعمال کریں گے ان میں عبادت کا ذوق کم اور آرام طلبی زیادہ ہوگی اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے سامنے عبدیت و بندگی کے مظاہرہ کے سخت منافی ہے۔

مسجد میں شور کی ممانعت

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تھا، ایک آدمی نے کنکری مار کر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا، میں نے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لیکر آؤ، چنانچہ میں گیا اور دونوں کو لایا، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں ضرور تم دونوں کو سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو[1]

علماء نے اس صحیح حدیث کے پیش نظر لکھا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات دنیوی میں شور شرابے سے تکلیف ہوتی تھی اور یہ آپ کے ادب و احترام کے سخت خلاف بات تھی، اسی طرح حیات برزخی میں آپ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور بارگاہ رسول میں بلند آواز سے بولنا بے ادبی ہے، اس لئے حاجیوں کو چاہئیے کہ مواجہہ شریف کے سامنے

---

[1] بخاری شریف

صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں آواز کو پست رکھیں اور پورے طور سے ادب و احترام ملحوظ رکھیں دوسری بات یہ ہے کہ عام مسجدوں میں زور زور سے بات چیت کرنا منع ہے کیوں کہ اس سے خدا خدا کے گھر کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ نمازیوں کے خشوع و خضوع میں خلل پیدا ہوتا ہے بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بات ہو جاتی ہے تو پوری مسجد بازار بن جاتی ہے اور تمام مصلی شور شرابہ کرنے لگتے ہیں، یہ حرکت نمازیوں کے لئے ہرگز زیب نہیں دیتی ہے۔ اور اس میں گناہ ہے۔

اتباع سنت ہی میں بزرگی ہے :-

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

الطرق کلھا مسدودۃ علی الخلق الامن اقتفی اثر الرسول صلے اللہ علیہ وسلم واتبع سنتہ ولزم طریقتہ فان طرق الخیرات کلھا مفتوحۃ علیہ [1]	تم طرق و سلاسل مخلوق پر بند ہیں، البتہ اس پر کھلے ہوئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان پہ چلے اور آپ کی سنت کی اتباع کرے کیونکہ نیکی کے تمام راستے آپ پر کھلے ہوئے ہیں۔

یعنی زہد و تصوف تو دور کی بات ہے آدمی کوئی بھی نیک کام کرنا چاہے یا نیک زندگی بسر کرنا چاہے تو اسے اتباع سنت کرنی ضروری ہے، اور اس کے بغیر کوئی نیکی نہیں ہو سکتی ہے کیوں کہ نیکی کے تمام راستے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی سے پائے جاسکتے ہیں۔ اس کے بغیر نیکی ناممکن ہے، یہ قول ان جاہلوں کے لئے مشعل راہ ہونا چاہیئے جو زہد و تصوف کا دعویٰ کرتے ہیں، خلاف سنت زندگی گذار کر بزرگ بننے کا خواب دیکھتے ہیں، اور طریقت و شریعت کی بات کرتے ہیں، شریعت کے بغیر جو طریقت ہے وہ شیطانی طریقہ، اسلامی طریقت نہیں ہو سکتی ہے۔

---

[1] طبقات الصوفیہ ص ۱۵۹

ماں بیٹا:- امام بن جریج رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی کے اکابر امت اور ائمۂ اسلام میں سے ہیں، ان کی جلالتِ شان کے لئے یہی کیا کم ہے کہ حضرت امام شافعیؒ ان کے شاگردوں میں ہیں، ان کا بیان ہے کہ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے ایک مرتبہ ان کی طالب علمی کے زمانہ میں فرمایا کہ

یا بنیّ! اطلب العلم وانا اکفیك من مغزلی، یا بنی! اذا کتبت عشرۃ احادیث فانظر ھل تری فی نفسك زیادۃ فی مشیتك وحلمك ووقارك فان لم تر ذلك فاعلم انه یضرك ولا ینفعك [1]

پیارے بیٹے! تم علم حاصل کرو، میں روئی کات کر تمہاری ضرورت پوری کروں گی، اے پیارے بیٹے! جب تم دس حدیثوں کو پڑھ لو تو دیکھو کہ تمہاری چال ڈھال، صبر تحمل اور وقار میں اضافہ ہوا یا نہیں؟ اگر تم کو اپنے اندر یہ تبدیلی نظر نہ آئے تو سمجھ لو کہ علم تمہارے حق میں مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

جب مسلمانوں میں علم دین کا گھر گھر چرچا تھا اور مسلمان گھرانوں میں علم دین پڑھا پڑھایا جاتا تھا تو ہر فرد اس کی افادیت و اہمیت سے واقف تھا۔ اور اس کے ذریعہ نفع و نقصان کے اسباب کو جانتا تھا۔ امام سفیان ثوریؒ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بچے کی تعلیم کی پوری ذمہ داری لی اور چرخا کات کر ان کا خرچہ چلانے کا بار اٹھایا، ساتھ ہی بتایا کہ تم علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی کوشش کرو، علم برائے علم مضر ہے، علم برائے عمل مفید ہے، حدیث رسول کی تعلیم کے نتیجہ میں تمہارے اندر صحابیت کی شان پیدا ہونی چاہئیے اور تمہاری رفتار گفتار سے علم و وقار اور

---

[1] تاریخ جرجان ص۲۲۹

تحمل و بردباری کا ظہور ہونا چاہیئے۔ جب تم راستہ چلو تو لوگوں کو تمہارے رفتار سے اندازہ ہو جائے کہ یہ حدیث رسولؐ کا طالب علم ہے اور اس کے اندر علم دین کی شان پائی جاتی ہے، مسلم خواتین اور ماؤں کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ساتھ ہی ہمارے طالب علموں کو اس سے سبق لینا چاہیئے، اور علم دین کے اثرات ان کے لباس، ہیئت اور رفتار و گفتار پر مرتب ہونے چاہئیں،

ذمہ دار حکومت :- فاتح جرجان حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فتح کے موقع پر اہل جرجان کو جو تحریر دی تھی اس میں یہ الفاظ بھی تھے:

ولهم الامان على انفسهم واموالهم وملكهم وشرائعهم ولا يغير شئ من ذلك، هوا يهم ما ارادوا، وارشدوا ابن السبيل ونصحوا، وقروا المسلمين، ولم يبد منهم ميل ولا غل ومن اقام منهم فله مثل ما لهم ومن خرج فهو امن حتى يبلغ مامنه الخ [1]

جرجان کے باشندوں کی جانوں، مالوں، اور ملک اور ان کے مذہب کے بارے میں امن ہے، ان باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ بلکہ وہ لوگ جو چاہیں کریں، اور مسافروں کی راہ نمائی کریں گے، اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور دعوت کریں گے، اور ان کی طرف سے سرکشی اور بدعہدی ظاہر نہیں ہوگی، جو شخص اپنے ملک میں رہنا چاہے اس کے لئے یہی باتیں ہیں، اور نکل جائے تو محفوظ جگہ پہونچنے تک اسے بھی ہر طرح کا امن ہے۔

---

[1] تاریخ جرجان ص۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاشرہ اور سماج کا وجود تقاضۂ انسانیت ہے۔ انسان کو انسان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دولتِ انس کا امین ہوتا ہے۔ جو سماجی زندگی کی محرک اور اسکی علت ہے۔ صنفِ خواتین سماجی زندگی کا وہ بازو ہے جس سے طائرِ سماج پرواز کرتا ہے، یہ بازو جتنا مضبوط ہوگا اس کی پرواز اتنی ہی بلند ہوگی۔

قرآن حکیم میں کلمۂ طیبہ کی مثال ایسے درخت سے دی گئی ہے جس کی جڑ مضبوطی سے جمی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک پہونچ رہی ہوں جو ہر دم تازہ پھلوں کی بارش برساتی ہو۔ انسانی زندگی کو شجرۂ طوبیٰ کہا جائے تو اس کی جڑ محترم خواتین کی باسلیقہ تربیت ہوگی جس سے شجرۂ انسانیت بارآور ہوگا۔ اور انسانی سماج محبت و شفقت، شرافت و حسن اخلاق کا گلزار بن جائے گا۔

یہ مادی دور جو ساری زندگیوں کا گہوارہ ہے اس میں ہر طرف سائنسی ترقیات کے انبار موجود ہیں، مگر دانائے کامی ایک چیز قطعاً نظر انداز ہے "یعنی انسانیت" یعنی ایک دوسرے کا احترام، باہمی شفقت۔ انس و محبت، دیانت و امانت، کرداری بلندی، حسن اخلاق اور شرافت کیوں کہ فلسفۂ انسانیت کی تعلیم مذہب دیتا ہے۔ اور ہمارے تعلیمی ادارے مذہب سے ناآشنا، بلکہ بہت سے ادارے مذہب سے متنفر، (معاذ اللہ) اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت بہت سی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو اعلیٰ منصبوں پر فائز ہیں ایسی ستودہ صفات ہیں کہ وہ صرف عالمِ دنیا نہیں بلکہ عالمِ دین بھی ہیں، جس طرح وہ عصری تعلیمات کی ماہر ہیں دینی معلومات سے بھی ان کے ذہن و فکر کے خزانے لبریز اور معمور ہیں۔ مگر اس کا منبع اور سرچشمہ کہاں ہے؟ کیا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کورس نے ان کے لئے یہ تعلیمات فراہم کیں؟ یا یہ ان نیک

طینت خواتین اور پاکباز بزرگوں کا طفیل ہے جو خاندان کے اکابر اور اپنے بزرگوں کے باقیات صالحات تھے جن کے زیر سایہ ان کی پرورش اور تربیت ہوئی، جن کے نشانات دن بدن مٹتے جا رہے ہیں۔

ان مٹنے والوں کو کس طرح باقی رکھا جائے تاکہ خدا پرستی، خدا ترسی، پاکبازی، حسن اخلاق، خوبی کردار کے سلسلے باقی رہیں، اور خدا کرے ترقی پذیر ہوں۔

اس مژدۂ جانفزا نے احقر کی روح کو تازہ اور اس کی سوکھی ہوئی بوڑھی رگوں میں مسرت کی لہر دوڑا دی، کہ بھٹکل کے ہمدردانِ ملت نے پڑھی لکھی لڑکیوں کے لئے دینی تعلیم کا ایک مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ مدرسہ صرف قرآن و حدیث کی تعلیم کے لئے قائم کیا جا رہا ہے جس کا افتتاح یکم اگست کو ہوگا انشاءاللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک ارادہ کو کامیاب فرمائے اور صرف تعلیم ہی نہیں، تربیت بھی اس کا نصب العین اور کامیاب ترین مقصد ہو۔

دوسری صدی ہجری کی آخری دہائی کی بات ہے کہ ایک بیوہ عورت کے پاس دولت بہت کچھ تھی لیکن جس طرح وہ اپنے سرتاج کی آرزومندانہ رفاقت سے محروم ہوگئی تھی اس کو اپنی اس بدنصیبی کا بھی بہت صدمہ تھا کہ اس کا شیرخوار نورِ چشم آنکھوں کے نور سے محروم ہوگیا ہے۔

بیوہ خدا پرست تھی۔ پاکباز، عبادت گزار، اپنے خدا پر بھروسہ رکھتی تھی اس سے اپنے دکھ درد کی فریاد کیا کرتی تھی اس کے سامنے روتی اور گڑگڑاتی تھی، ایک شب اس نے خواب دیکھا کہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام فرما رہے ہیں، اللہ نے تیرے گڑگڑانے پر رحم کیا اور اس نے تیری دعا سن لی۔ تیرے بچے کو بینائی عطا فرما دی

آنکھ کھلی تو بچہ واقعی بینا تھا۔ اس کی آنکھ کا نور روشن، اور ایسا روشن کہ وہ چاندنی چاندنی میں لکھا کرتا تھا۔ اس فرشتہ خصلت ماں نے اپنے ذہین لخت جگر کے سامنے گلدستۂ حدیث و قرآن پیش کیا۔ بچہ نے بڑے شوق سے اس کو لیا اور ہمہ تن اس گلدستہ کی شیرازہ بندی میں منہمک ہو گیا۔ تو صرف دس سال کی عمر میں حافظ قرآن نہیں بلکہ بہت سی احادیث کا بھی حافظ ہو گیا۔ اکابر علماء کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا اور اچھے اچھے قابل فضلاء سے مقابلہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ سب سے آگے نکل گیا، حتیٰ کہ حضرات محدثین کا امام بن گیا۔

یہ بچہ وہی محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم ہے جس کی کنیت ابو عبداللہ ہے جس کو امام بخاری کہا جاتا ہے جو امیر المومنین فی الحدیث تسلیم کیا گیا، یعنی مملکت حدیث کا بادشاہ اور فرمانروا، اور جس کی تصنیف "صحیح البخاری" کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانا گیا جو اپنی ماں کی نیک تمناؤں کا غنچۂ مراد تھا۔ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی خواتین پھر پیدا کرے جو معاشرۂ انسانی کے لئے " اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ " ثابت ہوں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینی تعلیم کے نظام کو جو بھٹکل میں قائم کیا جا رہا ہے، ایسے پاکباز دینی معاشرہ کے نشوونما کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

(مولانا) محمد میاں

(باقی آئندہ)

(۲)

قرآن کریم کس قسم کی کتاب ہے؟

(از مولانا لطافت الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور)

نیز فرماتے ہیں:

انھا ستکون فتنۃ قیل فما المخرج
قال کتاب اللّٰہ فیہ انباء من قبلکم
وخبر من بعدکم وحکم ما بینکم
وھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ
من جبار قصمہ اللّٰہ ومن ابتغی
الھدی من غیرہ . . . اضلہ اللّٰہ
وھو حبل اللّٰہ المتین
(رواہ الترمذی عن علی رضی اللہ عنہ وابن مسعود)

عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، عرض کیا گیا کہ
حضور پھر اس سے مخلص کیا ہے، فرمایا خدا کی کتاب
اس میں گذشتہ اقوام وملل کی پوری خبر اور
آئندہ نسلوں کا پورا حال درج ہے اور یہ
تمہارے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے والا ہے یہ کوئی
دور از کار چیز نہیں ہے جس ظالم نے اسکو چھوڑا اسکو
خدا ہلاک کریگا، اور جس نے کسی اور سے ہدایت حاصل
کرنا چاہی وہ گمراہ ہو جائے گا، یہ قرآن خدا کی

مضبوط رسی ہے ۔

مزید فرمایا:

ما من الانبیاء من نبی الا اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر و انما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحی اللہ الی فارجوان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ [1]	ہر نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا ہے تو اس جیسے معجزات پر لوگ ایمان لائے ہیں اور جو کتاب مجھ کو دی گئی ہے، یہ بے مثال ہے اس وجہ سے میری امید ہے کہ قیامت کے روز میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔

قرآن اپنوں کی نظر میں :-

قرآن کو جن بندگانِ خدا نے اپنایا، جنہوں نے اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق کلی یا جزوی طور سے اس پر عمل کیا اور قرآن نے ان کو انسانیت کا سبق دیا، انھوں نے قرآن کو ایک مکمل لائحہ عمل پایا اس کتاب پر عمل پیرا امت کی نظر میں اس کا کمال محض عقیدت اور تقلید و وابستگی پر مبنی نہیں بلکہ اصل حقیقت اور نری نافعیت پر اپنے پیش کردہ اغراض و مقاصد میں بہمہ وجوہ نہایت کامیاب اور مؤثر ہونے پر مبنی ہے۔ ان لوگوں نے اس کتاب کو ہر جہت اور ہر لحاظ سے آزمایا، اور اس میں دنیا و آخرت کی فلاح و نجات پائی، اس کتاب سے انھوں نے قلب و ضمائر کو صاف کیا انھوں نے اس کتاب میں دین پایا، دنیا پائی۔ عدل و انصاف پایا، غرض اس کتاب جس قدر غور کیا گیا یا کیا جا سکا اس کے محاسن و کمالات ظاہر ہوتے گئے۔

---

[1] رواہ مسلم عن ابی ہریرہ ۔

یزیدک وجہہ حسناً　　　اذا ما زدتہ نظراً

اس کے چہرہ میں جس قدر غور و نظر کرو گے اسی قدر اس سے حسن و جمال کا ظہور ہوگا۔

درحقیقت قرآن پر ایمان لانے والے صحابہؓ، تابعین، علماء، محدثینؒ فقہا صلحاء، حکماء، مورخین، مفسرین نے قرآن سے جو اثر لیا اور قرآن کے بارہ میں جن خیالات کا اظہار کیا کسی طبقہ و جماعت نے مجموعی طور پر یا کسی شخص نے انفرادی صورت سے کیا ہے اور پورا ذخیرہ نہ یہ کہ موجود ہے بلکہ ہر دور میں اس میں اضافہ ہوتا قائم و دائم ہے ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

علمائے امت نے قرآن کریم پر مختلف طور و طریق سے غور کر کے اس سے ان بے شمار علوم کو اخذ کیا جن میں سے اکثر و بیشتر وہ ہیں جن سے صرف مسلمان قوم ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت فائدہ اٹھا رہی ہے، اگر قرآن نازل نہ ہوتا اور ان عجیب و غریب علوم کی ایجاد نہ ہوتی تو انسان کا علمی سرمایہ نہایت ناقص و ناتمام ہوتا۔ وہ افادیت، فہم معنی کا ضابطہ اور سہولت یقیناً نہ ہوتی جن کی رہنمائی قرآن سے اخذ شدہ علوم نے کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں براہ راست قرآن سے اسی علوم کو اخذ کیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ بھی علی سبیل الاختصار ہیں۔ قرآن سے اخذ شدہ چند مروّج علوم و فنون حسب ذیل درج ہیں۔

صرف نحو، اشتقاق، معانی، بیان، بدیع، فقہ، حدیث، فرائض اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، علم کلام، علم تجوید، علم تصوف، علم الاخلاق، تعبیر الرؤیا۔ علم الحساب، علم طب، اصول فقہ، وغیرہ وغیرہ،

علامہ طنطاویؒ نے تو اپنی عجیب و غریب تفسیر جواہر القرآن میں قرآن کی بلاغت کا

ایک انوکھا معنی یہ بیان کیا ہے، کہ کائناتِ عالم سے متعلق تمام مادی اور تکوینی تحقیق و تجسس کو غایت اور نہایت تک پہونچانا، اجسام سفلیہ اور اجرام علویہ اور فضا کی لامحدود وسعتوں کا کھوج لگانا یہ بھی قرآن کی بلاغت ہے۔ اور بتایا کہ قرآن میں احکام شرعیہ سے متعلق اگر ۵۰۰ آیات ہیں جن کی روشنی میں قیامت تک انسان کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے تو علم النفس اور علم الآفاق سے وابستہ ۷۵۰ آیات ہیں۔

مگر افسوس کہ علمائے کرام نے قرآنِ کریم کے تشریحی پہلو اور لفظی بلاغت پر تو غور کیا اور اس کی معنوی علمی معلوماتی بلاغت پر مناسب توجہ نہ دی، اور اسی غفلت اور بے توجہی کو مسلمان قوم کے انحطاط کا سبب قرار دیا ہے۔

واللہ در صاحب الامالیۃ حیث یقول۔ ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن ۔۔۔ تقاصر عنہ افھام الرجال

...... قرآن کریم میں تمام علوم ہیں مگر لوگوں کے افہام ان کے ادراک سے قاصر ہیں

قرآن کریم ہی کے طفیل اُن کے علوم کے سلسلہ میں ابتدائی و تمہیدی علم و فن (گرامر) کو لیا جائے یا بلاغت و بیان کے اصول کو دیکھا جائے جس نے قرآن کے وجوہ اعجاز بیان کرکے دنیا والوں کو قرآن کے نرالے طرز تعبیر اور انداز بلاغت سے آگاہ کیا ہے۔ قرآن کی عبارت، دلالت، اشارت مقتضیٰ آیات محکمات اور متشابہات، غرض ہر ہر لفظ حکم و معارف عبر و نکات کا گنجینہ ہے۔ کس کس کو گنا جائے۔ ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ۔۔۔ گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

امام ابوحنیفہؒ نے قرآن سے تیرہ لاکھ احکام کا استنباط کیا ہے، جبکہ باقی ائمہ مذاہب نے ایک کروڑ مسائل کا استنباط کیا ہے۔ قرآن سے متعلق جو گراں قدر عظیم الشان

یادگار زمانہ تصنیفات و تالیفات کا علمی ذخیرہ ہے ان سے کس کس کو دیکھ کر قرآن کی عظمت و جلال اور جامعیت و کمال کا اعتراف کیا جائے علوم شرعیہ کے سلسلہ میں فقہائے اوّلین کی محیطات، مبسوطات سے کو چھوڑ کر صاحب ہدایہ، امام برہان الدین مرغینانی کی کفایت المنتہی کو دیکھا جائے جس کو اولاً اسّی جلدوں میں لکھا گیا ہے، پھر درس و تدریس کی سہولت کی خاطر موجودہ ہدایہ کی صورت میں صرف چار جلدوں میں اس کا اختصار کیا گیا ہے، جو پھر بھی چار ضخیم علمی فقہی جواہر پارے اور بے شمار مسائل پر مشتمل عظیم دفاتر ہیں۔ یا فن حدیث میں بخاری کی شروح وغیرہ کو دیکھا جائے یا براہ راست قرآن کی تفسیر و تشریح کا جو بے پناہ طویل سلسلہ ہے اس میں امام غزالیؒ کی تفسیر یاقوت التاویل فی اسرار التنزیل کو دیکھا جائے جو ایک سو مجلدات میں لکھی گئی ہے، یا امام محی الدین ابن عربی کی تفسیر حدائق ذات بہجہ پر نظر ڈالی جائے جو ۹۰ جلدوں میں لکھی گئی ہے، اور سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں سے متعلق ۶۲ جلدوں میں سے ۵ مکمل جلدیں... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے متعلق ہیں۔ یا تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بخاری کا اور تفسیر الاستغناء شیخ ابوبکر محمد کو لے لیا جائے جو ہر ایک، ایک ایک ہزار جلدوں میں لکھی گئی ہے، نیز وہ جو شیخ عبدالوہابؒ نے قرآن کی تفسیر ایک لاکھ اشعار میں لکھی ہے۔

قرآن بیشک ایک لا متناہی علوم اور معلومات کا خزانہ ہے اور ہر لحاظ سے دریگانہ ہے جس سے بقول ابن عربی ستّر ہزار علوم کا استخراج کیا گیا ہے۔ اور اگر ایک طرف الفاظ و قوالب کے اعتبار سے بحر ذخار ہے تو دوسری طرف مقصد و معنی کی رُو سے بے مثال ہے۔ اس کے الفاظ کی فصاحت و بلاغت اسالیب و تراکیب کی موزونیت انسانی قدرت سے کہیں بالا و برتر ہے نہ تو اس کے معجز طرز بیان کو

جلال وقار کے لحاظ سے سمندر کی عظیم اور ہیبت موجوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہو۔
اور نہ اس کی حلاوت وشیرینی کو شہد وعسل کی شیرینی قرار دیا جاسکتا ہے ؎

مظلومۃ الریق فی تشبیہہ ضرباً　　　مظلومۃ القد فی تشبیہہ غصناً

اس محبوبہ کے قد کو نرم شاخ سے تشبیہ دینا بھی ظلم ہے، اور اس کے لعاب کو شہد وعسل سے تشبیہ دینا بھی اس کی کسرِ شان ہے۔

قرآن نے اپنوں کے رگ وخون میں اپنے بارہ میں جس احترام وادب کا جذبہ پیدا کیا، اسکا اندازہ حضرت عثمان بن عفان رض کے اس معمول سے ہوتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد قرآن کو بوسہ دیکر فرماتے تھے کہ یہ خدا کا منشور قابل ادب واحترام (فرمان) ہے، جو اس نے اپنے بندوں کے نام بھیجا ہے، قرآن کریم کے تقدس نے ذلیل کو عزیز اور صغیر کو کبیر کر دیا۔

حضرت عمر رض نے اپنے دور خلافت میں حضرت نافع رض کو مکہ مکرمہ پر عامل بنایا تھا حضرت عمر رض کے بلانے پر ایک سفر میں مقام عسفان پر دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رض نے حضرت نافع رض سے دریافت کیا کہ مکہ مکرمہ میں اپنا جانشین کس کو مقرر کر کے آئے ہو؟ نافع رض نے کہا: ابن ابزیٰ کو۔ خلیفہ نے کہا یہ ابن ابزیٰ کون ہے؟ نافع رض نے کہا: وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں سے ہے۔ اس پر حضرت عمر رض نے فرمایا: مکہ مکرمہ جیسے اہم مرکزی اسلامی شہر پر ایک مولیٰ کی خلافت اور جانشینی کیسی؟ تو حضرت نافع رض نے کہا۔ انہ عالم بکتاب اللہ وعالم بالفرائض۔ چنانچہ اس انتخاب سے فاروق اعظم رض خوش ہوئے اور اس کی تائید میں فرمایا:

ان نبیکم۔ قال ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بہ آخرین۔

(حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے کسی قوم کو عزت دیتا ہے اور کسی قوم کو ذلت یعنی جس نے اپنا تعلق قرآن سے پیدا کیا معزز ہوا اور جس نے نہ کیا ذلیل ہوا،

قرآن غیروں کی نظر میں :-

۱۔ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔ "قرآن نے ظلم، جھوٹ، غرور، انتقام، غیبت، طمع، فضول خرچی، حرام کاری، خیانت، بد دیانتی، اور بد گمانی کی بہت سخت برائی کی ہے۔ اور یہ اکی بڑی خوبی ہے،

۲۔ ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی کہتا ہے۔ "قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پرزور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

۳۔ سر ولیم میور کہتا ہے: "قرآن نے فطرت اور کائنات کی دلیلوں سے خدا کو سب اعلیٰ ہستی ثابت کیا ہے اور انسانوں کو خدا کی اطاعت اور شکر گزاری پر جھکا دیا ہے

۴۔ ڈاکٹر مارگولیس: "قرآن کے مطالب ایسے مناسب وقت۔ اور عام فہم ہیں کہ دنیا ان کو آسانی سے قبول کر سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ ہم کو دیکھ دیکھ کر دنیا اس سے نفرت کر رہی ہے۔

۵۔ مسٹر عمانوئل ڈیمی انش: "قرآن کی روشنی اس وقت یورپ میں نمودار ہوئی جب تاریکی محیط ہو رہی تھی۔ اور اس سے یونان کے مردہ عقل اور علم کو زندگی مل گئی۔"

۶۔ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن کہتا ہے، جوں جوں قرآن پر غور کرتا ہوں اور اسکے مفہوم و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، میرے دل میں اس کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی جاتی ہے لیکن اس کا مطالعہ بجز ایسی حالتوں کے کہ..... یا تحقیق لسانی یا اس قسم کی دیگر اغراض کے لئے پڑھا جائے۔ طبیعت میں تکان پیدا کرتا ہے اور بار خاطر ہو جاتا ہے۔

۷۔ پروفیسر ربنالڈ اے نکلسن: قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی دنیا کی مشترک زبان بن گئی اور قرآن نے دختر کشی کا خاتمہ کر دیا۔

۸۔ مسٹر ایچ۔ الیس لیڈر: تعلیم قرآن سے فلسفہ و حکمت کا ظہور ہوا۔ اور ایسا ترقی کی کہ اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم سے بڑھ گیا۔"

۹۔ مسٹر اے ڈسی ماریل: اسلام کی قوت و طاقت قرآن میں ہے، قرآن قانونی اثاثہ ہے۔ اور حقوق کی دستاویز ہے۔"

۱۰۔ جان ڈاک رلیک جرمنی فلاسفر: "جبکہ قرآن پیغمبر کی زبان سے منکر سنتے تھے تو بیتاب ہو کر سجدہ میں گر پڑتے تھے، اور مسلمان ہو جاتے تھے۔

۱۱۔ تھیوڈور نولڈیکی: "قرآن لوگوں کو ترغیب و ترہیب کے ذریعہ معبودان باطل سے پھیر کر ایک معبود حق کی طرف لاتا ہے، قرآن میں موجودہ دور اور آئندہ کے تمام علوم و فنون میری کتاب القرآن میں ملاحظہ کرو"۔

۱۲۔ مسٹر سٹینلے لین پول: "قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہیئے، اور جو ایک بزرگ انسان (محمدؐ) میں موجود تھا۔"

۱۳۔ مسٹر جے۔ ڈی۔ بناٹا: "قرآن نے بے مروت انسانوں کے اعتقاد و ذہن پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ اور سائنس کی دنیا نے قرآن کی ضرورت کو اور دوبالا کر دیا ہے۔"

۱۴۔ ایچ۔ جی۔ ویلز: قرآن نے مسلمانوں کو ایسے مواخات اور بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل اور زبان کے فرق کے پابند نہیں ہے۔

۱۵۔ پادری (ڈاکٹر) ذاکرشن (ڈاکٹر)، ڈی: "قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے"

۱۶۔ ہندو فاضل (ڈاکٹر) سنڈرشن: "اسلامی (قرآن) قانون ایک تاجدار سے

لیکر ادنیٰ ترین افراد رعایا تک کو جاری ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک مقبول ترین علم فقہ پر مشتمل ہے جس کی نظیر اس سے پیشتر دنیا پیش نہیں کر سکتی ہے۔

۱۷۔ بابا نانک: "توریت، زبور، انجیل اور وید وغیرہ سب کو پڑھ کر دیکھ لیا، قرآن شریف ہی قابلِ قبول اور اطمینانِ قلب کی کتاب نظر آئی، اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جس کی تلاوت سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے قرآن شریف ہی ہے۔

۱۸۔ بابا بھوپندر ناتھ باسو: "تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیم کا یہ اثر موجود ہے کہ ایک خاک روب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے خاندانی مسلمان کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔"

۱۹۔ بابو بپن چندر پال: "قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز موجود نہیں ہے نہ کسی کو محض خاندانی و مالی عظمت کی بنا پر بڑا سمجھا جاتا ہے۔"

۲۰۔ مسز سروجنی نائیڈو: "قرآنِ کریم غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے، دنیا اس کی پیروی سے خوشحال ہو سکتی ہے۔"

۲۱۔ مہاتما گاندھی: مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کر لینے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں۔

حجرِ اسود کا بقیہ

مطلق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ اللہ اور رب بن جائے۔

یہ بت پرستوں کا شیوہ ہے کہ وہ پتھر کی پوجا اختیار کرتے ہیں جو عقل انسانی کے نزدیک ایک انتہائی نامعقول حرکت ہے، یہی وجہ ہے کہ حجر اسود ان لوگوں کے حق میں ایک پر اسرار معمہ بن جاتا ہے۔ مثلاً ہندو حضرات برملا یہ کہا کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام میں ہر بت کو توڑ کر رکھ دیا، سوائے ایک بت کے، یعنی کعبۃ اللہ یا حجر اسود۔

حجر اسود

ڈاکٹر محمود حسین

ترجمہ: شیخ الفاضل عبد الصمد

حجر اسود اور طواف:

حجر اسود کی حقیقت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک طواف کی ماہیت، اس کی اہمیت اور حجر اسود سے اس کا تعلق ذہن نشین نہ ہو جائے،

حجر اسود مکہ میں واقع اللہ کے معزز گھر کے صدر گوشہ میں سینہ کی بلندی پر نصب ہے حجاج اسے بڑی عقیدت سے بوسہ دیتے اور مس کرتے ہیں، اسی عمل سے فعل طواف کی ابتداء ہوتی ہے۔

طواف کے اصطلاحی معنی خانہ کعبہ کے گرد گردش کرنے کے ہیں، ایک حاجی کو کامل طواف پورا کرنے کے لئے کعبۃ اللہ کے چوکور گھر کے گرد سات بار گردش کرنا ہوتی ہے۔ گردش یا چکر کی ابتدا حجر اسود کو بوسہ دیکر یا چھو کر (اگر ممکن ہو) ورنہ اس کی طرف فقط اشارہ کر کے کی جاتی ہے، اس طرح یہ پتھر عمل طواف کے لئے نقطۂ ابتدا کا کام دیتا ہے۔

طواف کعبہ سال میں ایک بار ہونے والے مکمل حج کا ایک لازمی جزو ہے، لیکن سال کے کسی بھی حصہ میں ایک مستقل عبادت کے طور پر اسے تنہا بھی ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کعبہ کا طواف مسلسل رات و دن ہوا ہی کرتا ہے۔

طواف کی اصل کی حقیقت :- درحقیقت کعبۃ اللہ کے گرد گردش کرنا عمل طواف کا صرف خارجی مظہر ہے جو اس کی اندرونی قدر و قیمت سے الگ ہے اس گردش کی مثال نماز پنجگانہ کے قیام و رکوع و سجود و قعود وغیرہ سے دی جا سکتی ہے لیکن خواہ نماز کی ظاہری صورتیں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ ہوں یا طواف کی گردشیں ان کی حیثیت جوز کے اس بیرونی خول کی ہے جس کے اندر اس کا مغز محفوظ ہوتا ہے۔

جہاں تک طواف کے مغز کا تعلق ہے تو یہ مغز در اصل طواف کرنے والے کے مقدس الفاظ کے معانی و مطالب میں مضمر ہے بلکہ ان اعمال میں جو کہ اس کی دل کی گہرائیوں میں کارفرما ہوتے ہیں، یہ ہے توحید کا وہ اصل فارمولا جس کا اقرار طواف شروع کرنے سے قبل وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے ان الفاظ میں کرتا ہے۔

بسم اللہ و اللہ اکبر

میں اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے،

اللّٰھم ایماناً بک، وتصدیقاً بکتابک، ووفاء بعھدک، واتباعاً لسنۃ نبیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(اے اللہ! (میں یہ عمل) تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے تجھ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں (انجام دے رہا ہوں)۔

اس طرح طواف کعبہ ایک اکیلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے بجالایا جاتا ہے نہ کہ کسی اور معبود کے نام سے، عمل طواف اس مقدس عہد کی بجا آوری ہے جو طواف کرنے والے نے اپنے خالق سے کر رکھا ہے جسے وہ اللہ پر بحیثیت ایک موحد کے نہ کہ ایک مشرک کے ایمان رکھتے ہوئے بجالاتا ہے اور جسے وہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی تصدیق اور اس کے نبی کی پیروی کرتے ہوئے بجالاتا ہے۔ یہ جائیکہ حجر اسود کی پرستش کرے، طواف کرنے والا حکم رسول کے عین مطابق صرف اسے بوسہ دے رہا ہے۔

خدائے واحد کی تسبیح :- طواف (طواف کرنے والا) اپنے طواف کے دوران اللہ بزرگ و برتر کی شان میں انتہائی مقدس گیت گاتا ہے، اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ، الحمد للہ

اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں ، . . .

لا الہ الا اللہ ، اللہ اکبر،

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ ،

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی کو نہ مجال حرکت ہے نہ طاقت،

ایک متشرع موحد ان کلمات کو تمام دنیا کی دولت سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ ان اذکار سے اپنے ایک اکیلے خدا کی تحمید و تقدیس کرتا ہے جبکہ وہ ایک ایسی جگہ کے اردگرد گھوم رہا ہو جسے خانہ خدا کے وجود نے مقدس کر دیا ہے اس منظر میں شرک یا صنم پرستی کو ادنیٰ دخل نہیں۔

ایک منتخب دعا :- اس مقدس سفر میں جب کہ وہ تمام دنیوی امور سے کنارہ کش ہو چکا

اس حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ وہ اللہ سے اپنی حاجت بھی طلب کرتا جاتا ہے۔

دعا کے الفاظ یہ ہیں:۔

اللّٰھم قنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ واخلف

علیٰ کل غائبۃ لی بخیر،

اے اللہ! جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس پر مجھے قناعت عطا فرما

اور اس میں مجھے برکت دے، اور میری عدم موجودگی میں میرے تمام

معاملات کی خیر و خوبی کے ساتھ تو ہی نگرانی فرما۔

فلاح دارین کی دعا:-

ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی آخرت پر عقیدہ راسخ رکھنے کی بنا پر وہ اس موقع پر قرآن کی بتلائی ہوئی وہ جامع ترین دعا بھی ضرور مانگتا ہے جو انسان بحیثیت مومن ہونے کے مانگ سکتا ہے، یعنی دنیا اور عقبیٰ دونوں کی بھلائیاں، ان الفاظ میں۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا

عذاب النار (البقرہ)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں

بھی بھلائی دے اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ رکھ،

کیا کوئی پتھر خدا ہو سکتا ہے؟:-

انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ بوسہ لینے یا چھونے کے باوجود خانۂ کعبہ کے ایک گوشہ میں نصب کردہ حجر اسود، کوئی بت نہیں ہے کہ جس کی حجاج کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے عبادت کریں۔ کیونکہ ایک پتھر بہر حال ایک محض پتھر ہی تو ہے جو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت

آیاتِ قرآنی

متعلقہ مناسِک حج و زیارت

(از محترم جناب خواجہ محمد واسع صاحب حیدرآباد)

(۲)

(۳) ثوب سے ۔ لوٹنا کسی شئے یا شخص کا اپنی حالت اصلی یا حالت مقصودہ کی طرف لوٹنا۔ کہتے ہیں کہ

ثاب جسمہ ثوباناً۔ یعنی (بیماری سے لاغر ہونے کے بعد) جسم پھر اصلی حالت پر آگیا۔

فثابت اجسامنا۔ ہمارے بدن پھر اصلی حالت پر آگئے (موٹے تازے ہوگئے)

ثاب القوم الی موضع فلاں لوگ فلاں جگہ واپس آگئے۔

پس مثابہ سے مراد وہ اصلی جگہ ہوگی جہاں لوگ لوٹ کر آتے ہیں یعنی مرجع

خلائق۔ اسی سے ثواب ہے جس کے معنی عمل کا بدل اجر کی شکل میں لوٹ کر آتا ہے، "۔۔
مثابۃ میں "ۃ" مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے، یعنی وہ جگہ جہاں لوگ بار بار رجوع
کریں، اور ان کی طبیعتیں سیر نہ ہوں۔ کعبۃ اللہ کا وجود ہی اس لئے ہے کہ لوگ اس کو عبادات
کا مرکز (قبلہ) بنائیں۔ اسی کی طرف رُخ کریں اور وہاں جمع ہوتے رہیں، یہ سب باتیں
کعبۃ اللہ کے لئے بالکل واضح ہیں۔

(۴) ثواب سے۔ ثواب کے معنی ہیں بدلہ، خواہ اچھا ہو یا برا۔ لیکن اس کا
استعمال اچھے بدلہ میں ہوتا ہے، کعبۃ اللہ کے پاس ہر نیکی کا ثواب کئی گنا زیادہ ہے،۔۔
مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب دوسری جگہ کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور دوسری
نیکیوں کا ثواب بھی یہاں کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔ یہاں تو صرف بیٹھ کر کعبۃ اللہ کو دیکھتے رہنا بھی
داخل عبادت اور باعث ثواب ہے۔ اور دیکھنے والا قیام کرنے والے، روزہ دار اور اللہ کی
راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے۔

(۵) مثابۃ کی لغوی و اصطلاحی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی
اپنے مفردات میں لکھتے ہیں:۔

سمی مکان المستقی علی فم البیر مثابۃ۔ — پینے والوں کے لئے کنویں کے منہ پر جو جگہ ہوتی ہے اسی کو مثابہ کہتے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ پینے والوں کو کنویں کا پانی جس خاص جگہ سے پلایا جاتا ہو
اسی کو عربی میں "مثابۃ" کہتے ہیں۔ اب سوچئے کہ یہی حیثیت "مثابہ" ہونے کی جب "الکعبۃ"
کو حاصل ہے تو حاصل اس کا بجز اس کے اور کیا ہوا کہ سارے فیوض و برکات جو زمین کے
اس کرے پر تقسیم ہو رہے ہیں ان کے گذرنے کا مرکزی نقطہ یہی "الکعبۃ" ہے۔ اور صرف

"مثابہ" ہی نہیں اسی آیت کے لفظ "آمنا" سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ امن و امان کی بھی ساری ذمہ داری قدرت نے اسی البیت الحرام" کے ساتھ وابستہ فرما دی ہے، الغرض یہاں ہم کسی کو جہاں کہیں جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی "الکعبۃ" کی راہ سے مل رہا ہے، یہ قرآن کے نصوص صریحہ کا اقتضاء ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ ساری کائنات کے ساتھ "العرش" کو مرکز بنا کر اپنی رحمتیں دنیا میں تقسیم فرما رہا ہے، یہی نسبت زمین کے خاص کمرے کے ساتھ "الکعبۃ" بھی رکھتا ہے۔ روایتوں میں "الکعبہ" کے متعلق اسی قسم کے الفاظ جو پائے جاتے ہیں، مثلاً آدم علیہ السلام کو خطاب کرکے رب العزت نے فرمایا کہ

یا آدم اھبطت لک بیتاً تطوف بہ کما یطاف حول العرش وتصلی عندہ کما یصلی عند عرشی [1]

اے آدم اتارا ہے تیرے لئے ایک گھر تو اس گھر کا اسی طرح طواف کرے گا جیسے العرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور تو اس گھر کے آگے اسی طرح نماز پڑھے گا، جیسے میرے عرش کے سامنے نماز پڑھی جاتی ہے۔

اور ایک یہی روایت نہیں بلکہ اسی قسم کی دوسری روایتوں میں جو الفاظ پائے جاتے ہیں ان سے بھی اس مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ کرۂ ارض کا "قلب" اور وہ مرکزی نقطہ جس کو سارے برکات و فیوض اس زمین پر بٹ رہے ہیں وہ یہی "الکعبہ" ہے [2]

---

[1] تاریخ الخمیس عن قتادہ دیوطار ص ۹۶ ج ۱ [2] در رسالہ الفرقان لکھنؤ بابتہ ماہ رمضان و شوال ۱۳۶۸ھ، منقول حضرت استاذی المعظم المحترم علامہ السید مناظر احسن صاحب گیلانی ج ۲

دوسرا وصف کعبہ کا "آمِنًا" (جائے امن یا ذریعہ امن) ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوقت تعمیر کعبہ دعا فرمائی تھی کہ

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا (پ ۱ ع ۱۵) — اے میرے رب بنا اس شہر کو امن والا (شہر)

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور مکہ کو پرامن شہر کر دیا اور فرمایا:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا (پ ۴ ع ۱) — اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا

اور فرمایا:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا (پ ۲۱ ع ۳) — کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والا (شہر) بنا دیا۔

اس جگہ کا پرامن اور مامون ہونا مسلمات میں سے ہے، یہ خصوصیت اس اس مقام کی ابتدا ہی سے ہے اور اب بھی ہے، نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلکہ آپؐ سے قبل بھی جاہلیت کے زمانہ میں یہ مقام امن والا تھا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصریؒ تک سند پہونچائی کہ آپ یعنی حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم میں داخل ہو جاتا تو پھر مقتول کا بیٹا یا باپ بھی اس سے ملتا تو اس کو نہیں چھیڑتا تھا۔

ازرقی نے حویطب ابن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ میں حلقے تھے، جیسے جانوروں کی رگامیں ہوتی ہیں، جب کوئی خوف زدہ اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا تھا تو پھر اس کو کوئی نہیں ہٹاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک خوف زدہ آیا اور اس نے اپنا ہاتھ ایک حلقہ میں ڈال دیا۔ ایک دوسرے آدمی نے اس کو پیچھے سے کھینچا تو اس کا ہاتھ شل

ہوگیا۔ پھر میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے اسلام کا زمانہ پایا اور اس وقت بھی اس کا ہاتھ شل ہی تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس میں خطاب کے قاتل کو بھی پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں تاآنکہ وہ اس میں سے باہر نکل آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس پر حد لازم آتی ہے اور پھر وہ حرم میں پناہ لے تو اس پر حد اس وقت قائم کی جائے گی جب کہ وہ حرم سے نکل جائے۔

فتح مکہ کے موقع پر فتح کے دوسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بے شک مکہ کو حرم قرار دیا ہے لوگوں نے اس کو حرم قرار نہیں دیا ہے۔ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو حلال نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے۔ اور نہ اس کا درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ اللہ کے رسولؐ نے یہاں لڑائی کی ہے تو تم اس سے کہہ دو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لئے اجازت دی گئی۔ اور آج کے دن اس کی حرمت ایسی ہی ہو گئی جیسی کہ اس کی حرمت کل تھی۔ حاضر کو چاہیئے کہ یہ (یعنی آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے) غائب تک پہونچا دے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ بے شک اللہ نے مکہ کو حرم اسی دن قرار دیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور یہ حرم ہے اللہ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرم قرار دیا ہے۔ اس کے حدود میں نہ صرف شکار کرنا حرام ہے بلکہ شکار کو بھڑکانا اور شکاری کو کسی قسم کی مدد دینا بھی حرام ہے۔ حدود حرم میں گھاس کا کاٹنے

اور درختوں کے کاٹنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے، حدود حرم میں پڑی ہوئی چیز کو اٹھانے کی بھی ممانعت ہے الّا اس کے کہ اس چیز کو اس کے مالک تک وہ پہونچا دے۔

جس طرح یہ شہر کعبۃ اللہ کی وجہ سے جائے امن یا امن والا ہے اسی طرح ذریعۂ امن بھی ہے کہ اس کا حج اور عمرہ کرنے والا آخرت میں دوزخ کے عذاب سے مامون رہے گا، اور یہاں پر نہ صرف نماز بلکہ ہر نیکی کا ثواب دوسری جگہوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

مقام ابراہیم :- وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۔ مقام کے معنی ہیں کھڑے ہونے کی جگہ، لیکن یہاں ایک خاص پتھر مراد ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی تعمیر کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ کی تعمیر شروع کی اور عمارت اونچی ہو گئی تو آپ ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور حضرت اسمٰعیلؑ نیچے سے پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے، یہ پتھر حسب ضرورت خود بخود اونچا اونچا بھی ہو جایا کرتا تھا، چونکہ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کھڑے ہوئے تھے اس لئے اس کا نام "مقام ابراہیم" پڑ گیا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اختصاراً اس کو صرف "مقام" بھی کہتے ہیں۔ اس پر آپ کی ایڑیوں اور پاؤں کی انگلیوں کے نشان پڑ گئے تھے، روایتوں میں ہے کہ تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کی منادی کا حکم ہوا تو آپ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر ندا دی تھی، اس وقت یہ پتھر بے حد اتنا کہ پہاڑوں سے بھی اونچا ہو گیا تھا۔ ندائے حج کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم ہوا اور آپ نے بموجب حکم الٰہی "مقام" کو کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے رکھ دیا اور آپ اس کی طرف (یعنی مقام کو اپنے اور کعبۃ اللہ کے درمیان کرکے) نماز پڑھتے رہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، اور سابقہ کتب آسمانی میں آپ کی منجملہ علامات میں ایک علامت یہ بھی بیان

کی گئی ہے کہ آپ ذوالقبلتین ہوں گے یعنی بیت المقدس اور کعبۃ اللہ دونوں جانب رُخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ چنانچہ ہجرت سے قبل اور ہجرت کے بعد تقریباً (۱۷) مہینے آپ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دے جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے اور اپنے نبیوں کے لئے پسند کیا ہے تو آپ کو تحویل قبلہ کا حکم ہوا، اس وقت آپ مدینہ منورہ میں تھے۔ اس وقت سے آپ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے اور جب آپ مکہ میں تشریف لائے تو مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبۃ اللہ کے درمیان کر کے نماز پڑھتے تھے، ہندستان میں بھی جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو مقام ابراہیم ہمارے اور کعبۃ اللہ کے درمیان رہتا ہے۔

مسجد الحرام میں پانی کا بہاؤ بنی شیبہ کے بڑے دروازے سے آتا تھا اور "مقام" کو بعض وقت اپنی جگہ سے ہٹا دیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ام نہشل کا بڑا سیلاب آیا اور مقام کو اپنی جگہ سے بہا لے گیا۔ اور یہ مکہ کے نشیبی علاقہ میں پایا گیا۔ اس کو کعبۃ اللہ کے پاس لاکر کعبہ کے پردوں سے باندھ دیا گیا اور اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی رمضان کا مہینہ تھا حضرت عمر رضؓ گھبرائے ہوئے مکہ تشریف لائے۔ مقام کی جگہ کا نشان باقی نہ رہا آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ "میں اس بندے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے پاس اس مقام کی کچھ خبر ہو۔" تب حضرت مطلب بن وداعہ سہمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اے امیر المومنین! یہ میرے پاس ہے، مجھے اس کے متعلق اس بات کا اندیشہ تھا اس لئے میں نے اس کی جگہ حجر اسود تک اور اس کی جگہ سے حطیم کے دروازے تک اور اس کی جگہ سے زم زم تک کا اندازہ ایک رسی سے کر لیا تھا اور وہ میرے پاس گھر میں موجود ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میرے پاس بیٹھو اور اس رسی کو منگواؤ، وہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور آدمی بھیج کر رسی منگوائی گئی۔

اس رسی سے پیمائش کر کے "مقام" کی جگہ کا تعین کیا گیا، اس کے علاوہ اور لوگوں کو بھی دریافت اور مشورہ کیا، جب لوگوں نے تصدیق کر دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحیح جگہ کی تحقیق ہو گئی اور اطمینان ہو گیا تو اس کو اس کی جگہ پر رکھوا دیا۔ اور آج تک وہ اسی جگہ پر ہے، اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اونچی دیوار بنوا کر سیلاب کو روکنے کا بندوبست بھی فرمایا۔

مقام ابراہیم کو ایک پختہ عمارت میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اس عمارت کی وجہ سے مطاف میں کعبۃ اللہ کے اس رخ پر طواف کرنے والے جگہ کی تنگی محسوس کرتے تھے بالخصوص حج کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے، ایک عرصہ تک اس جگہ پر مطاف کی توسیع کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی، کچھ عرصہ قبل ایک تجویز یہ تھی کہ مقام کو اس کی جگہ کی مسجد میں اوپر منتقل کر دیا جائے، لیکن ادھر کوئی چار پانچ سال قبل رابطۂ عالم اسلامی کے فتوے اور فیصلے کے بموجب اس عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔ اور مقام ابراہیم کو ایک بلوری قبہ میں محفوظ کر کے اس کے اطراف جالی بھی لگا دی گئی ہے، اس جدید انتظام سے نہ صرف مطاف میں جگہ کی وسعت ہو گئی بلکہ اس بلوری قبہ اور جالی میں سے مقام ابراہیم کی زیارت بھی ممکن ہو گئی۔ جس پر دھندلے سے قدم مبارک کے نشانات نظر آتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے موافقت کی اپنے رب کی تین چیزوں میں (ان میں ایک یہ ہے کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز (پڑھنے) کی جگہ بنا لیتے، پس نازل ہوا کہ "بنالو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ"۔

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں طواف سے فراغت پانے کے بعد

اسی فقرہ قرآنی (واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی) کی تلاوت فرماتے ہوئے مقام ابراہیم کی تشریف لے گئے، مقام کو اپنے اور کعبۃ اللہ کے درمیان کیا اور نماز واجب الطواف پڑھی اس لئے طواف کے بعد چاہیئے کہ اسی فقرہ قرآنی کی تلاوت کرتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف چلیں اور وہاں پہونچ کر دوگانہ واجب الطواف ادا کریں اور حتی الامکان کوشش رہے کہ مقام اپنے اور کعبۃ اللہ کے درمیان رہے۔

حضرت قتادہ رؓ نے فرمایا کہ ۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں صرف یہ حکم ہوا تھا کہ اس کے پاس نماز پڑھیں، اس پر ہاتھ پھیرنے کا حکم نہیں ہوا تھا لیکن اس امت نے یہ بات اپنے دل سے نکالی جو ان سے پہلے کی امتوں نے نہیں کی تھی،

نوفل ابن معاویہ ذیلی نے فرمایا کہ میں نے اس مقام کو حضرت عبدالمطلب کے زمانہ میں (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے) دیکھا تھا کہ وہ بلور کے مانند تھا۔

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن (حجر اسود) اور مقام (مقام ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نور بجھا دیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اس کو روشن کر دیتے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن اور مقام جنت کے یاقوتوں میں سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ جو کچھ آدمیوں کے گناہوں میں سے ان کو لگ گیا ہے تو بے شک مشرق اور مغرب کے درمیان جو کچھ ہے وہ روشن ہو جاتا۔ اور کوئی مصیبت والا یا بیمار ایسا نہ ہوتا کہ ان دونوں کو چھوئے اور شفا نہ پائے،

یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول جو چیزیں اٹھالی جائیں گی وہ یہ ہیں :-

(۱) رکن یعنی حجر اسود (۲) مقام یعنی مقام ابراہیم (۳) مجھ کو خواب میں دکھنا۔
یعنی قیامت سے پہلے برکت والی جو چیزیں دنیا سے اٹھالی جائیں گی ان میں یہ تینوں
چیزیں سب سے پہلے اٹھالی جائیں گی۔

قرآن مجید میں مقام ابراہیم کا ذکر ایک اور جگہ چوتھے پارے میں۔۔
کعبۃ اللہ کے ذکر کے ساتھ یوں آیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فیہ اٰیاتٌ بیّنٰتٌ مقام ابراھیم — اس میں کھلی نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے) مقام ابراہیم ہے۔
(پ ۴ ع ۱)

یعنی کعبۃ اللہ میں سب سے بڑی اور کھلی نشانی مقام ابراہیم ہے، اسی لئے
حکم دیا گیا کہ اس مقام کے پاس نماز پڑھی جائے۔

وَعَہِدْنَآ ..... السُّجُوْدِ ۵ — مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں عہدنا سے امرنا
——— یعنی ہم نے حکم دیا، مراد ہے، امام راغب
اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ عہد فلان الیٰ فلان۔ کے کسی سے عہد لینے اور
اس پر قائم رہنے کی تاکید کرنے کے ہیں، یعنی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام کو حکم دیا
اور اس پر پابندی کی تاکید کی کہ کعبۃ اللہ کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نماز
پڑھنے والوں کے لئے خوب اچھی طرح سے پاک و صاف رکھیں، گو یہ حکم حضرت ابراہیم و اسماعیل
علیہما السّلام کو دیا گیا تھا لیکن فقہائے نے مفہوم عموم کا لیا ہے یعنی اس کو ہر طرح سے پاک
و صاف رکھنے کی ذمہ داری آپ دونوں کے بعد ہر فرد پر رہے گی۔

(باقی آئندہ)

حج بدل کے بارے میں
ایک فتویٰ

۱۔ کیا ایک مرحوم کی طرف سے اس کے وارثین کسی ایسے شخص کو جس نے اپنا فریضۂ حج ادا کیا ہے، حج بدل پر بھیج سکتے ہیں؟

۲۔ آمر نے حج بدل کے لئے اخراجات دئے، بدل کرنے والے نے اپنی مرضی کے مطابق اس رقم کو پورے سفر میں خرچ کرنے کی اجازت بھی لے لی، کیا بدل کرنے والا بچی ہوئی رقم اپنے صرفہ میں لاسکتا ہے؟

۳۔ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے کیا تمتع کر سکتا ہے،

بینوا و توجروا،

الجواب :۔ ۱۔ حامداً و مصلیاً، بھیج سکتے ہیں (اگر مرحوم نے وصیت کی ہو اور ثلث مال اتنا ہو کہ جس سے حج بدل ہو سکتا ہے تو ورثاء کو حج بدل کرانا واجب ہے)

۲- چونکہ اجازت سفر میں رقم خرچ کرنے کے لئے لی تھی اور سفر ختم ہو گیا لہذا بچی ہوئی رقم کے لئے دوبارہ اجازت لے پہلی اجازت کافی نہ ہوگی۔

۳- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے ہو یا بلا آمر کی اجازت کے ہو تمتع نہیں کر سکتا ہے۔ تمتع کرنے سے آمر کا حج فرض ادا نہ ہوگا، (معلم الحجاج ص۲۰۳ بحوالہ شرح لباب (ملا علی قاری) فقط۔

دوسرا جواب:- ۱- اگر مرحوم پر حج فرض تھا اور وصیت کی ہے اور تہائی ترکہ میں حج ہو سکتا ہے تو بھیجنا ضروری ہے ورنہ اختیار ہے اور وسعت ہو تو بھیجنا بہتر ہے۔

۲- بچی ہوئی رقم کا واپس کرنا ضروری ہے ہاں اگر آمر کو بعد واپسی پھر مالک رقم اجازت دیدے تو درست ہوگا اور خرچ کر سکے گا۔ ویرد الفضل الی الورثۃ الا اذا تبرع بہ الورثۃ

۳- اگر حج بدل کرانے والے پر حج فرض ہے اور خود بھیج رہا ہے یا وصیت کی تھی اور مر چکا ہو اور تہائی ترکہ میں حج فرض ادا ہو سکتا ہے تو تمتع نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی از خود تبرع کر رہا ہو تو سب کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

حاجیوں کے جہاز کی روانگی

تاریخ	جہاز	مرد	عورتیں	لڑکے	لڑکیاں	بچے	ٹوٹل
۷- ۱۳ر نومبر ۱۹۷۴ء	محمدی	۹۵۶	۴۹۶	-	-	۴	۱۴۵۷
۸- ۱۹ر نومبر "	مظفری	۸۹۵	۵۵۷	-	-	۶	۱۴۵۸
۹- ۲۳ نومبر "	اکبر	۹۱۸	۶۳۹	-	-	۴	۱۵۶۱
۱۰- ۳ر دسمبر "	محمدی	۸۶۸	۵۷۴	-	-	۹	۱۴۵۱
۱۱- ۸ر دسمبر "	مظفری	۸۰۶	۴۸۶	-	-	۸	۱۳۰۰
۱۲- ۱۰ر دسمبر "	اکبر	۸۶۲	۶۳۹	-	-	۲۳	۱۵۲۴

ہوائی جہاز سے کل ۱۵۰۰ سو حاجی صاحبان گئے۔ حج ایئر چارٹر گورنمنٹ ڈیلی گیشن سے کل ۵۰۰ حاجی صاحبان گئے اور ۱۷ ہزار اسٹیمر سے گئے۔ ہندوستان سے کل امسال ۱۹۷۴ء میں ۱۹ ہزار حاجی صاحبان حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔

پہلی پرواز	۱ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز اتوار
دوسری پرواز	۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز منگل
تیسری پرواز	۵ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز جمعرات
چوتھی پرواز	۷ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز سنیچر
پانچویں پرواز	۹ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز پیر
چھٹی پرواز	۱۱ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز بدھ
ساتویں پرواز	۱۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء	بروز سنیچر

مدیر البلاغ

محی الدین منیری صاحب

کا مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے ایک خط

مکرم و محترم توفیق صاحب اور مکرم جناب اسمٰعیل ہاشم صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

الحمد للہ۔ خیریت ہے امید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔

مصروفیات اور کچھ حالات کی وجہ سے اب تک آپ کو خط نہیں لکھ سکا تھا۔ میں آپ کو یہ خط مدینۃ النبی سے لکھ رہا ہوں۔ ۹ر نومبر کو بمبئی سے بذریعہ اکبر روانہ ہوا تھا۔ اور ۱۳ر نومبر کی صبح کو ہمارا جہاز جدہ میں لنگر انداز ہوا۔ سمندر بڑا پر سکون تھا جہاز میں بڑے اچھے حجاج تھے اگرچہ امیر الحاج میں نہیں تھا مگر تمام حجاج ہماری خدمتوں کی وجہ سے بے حد متاثر تھے۔ روزانہ حج کے سلسلہ میں یہاں درس دیا کرتا تھا۔ دن بھر لوگ جہاز میں حج کے مسائل پوچھتے رہتے تھے اللہ کی توفیق سے جہاز میں جو خدمت ہو سکی۔ انجام دی گئی۔ عدن کی پہاڑیوں کو دیکھ کر حجاج بڑے مسرور ہوئے یہ سارا بحری سفر لبیک کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔ ۱۲ر نومبر کو عصر کے وقت یلملم سے گزرے اس وقت حاجیوں کی عجیب کیفیت تھی۔ اللہ سب کی امیدوں کو پورا فرمائے۔

جدہ میں نئی اور شاندار گودی تیار ہوئی ہے۔ بیک وقت چار چھ جہاز گودی پر لگتے ہیں ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب کہ جہاز گودی سے بہت دور کھڑا رہتا تھا۔ اور پھر کشتیوں کے ذریعہ بندرگاہ پر پہنچتے تھے۔ حاجیوں کے سامان اتارنے کا بندوبست بڑا ہی تکلیف دہ تھا۔ یہاں کے مزدوروں کو حاجیوں کے سامان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے ماشاء اللہ

عرب میں اصلاحات بہت ہو رہے ہیں مگر حاجیوں کی سامان کے سلسلے میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ پہلے کسٹم جانے کے لئے موٹروں میں جانا پڑتا تھا اب تو ممبئی کی طرح جہاز سے اترے اور کسٹم ہال میں داخل ہو لئے، سامان کو کسٹم ہال مزدور لاکر پھینک دیتے ہیں پندرہ سولہ سو حاجیوں کے سامان میں اپنا سامان تلاش کرنا بہت ہی تکلیف دہ امر ہوتا ہے کئی کئی گھنٹے تک جب جب حاجی کو سامان نہیں ملتا تو حاجی بڑا دکھی ہوتا ہے سامان جہاز سے کسٹم ہال میں پہنچتے پہنچتے کئی گھنٹے لگتے ہیں۔ اگر قلیوں کا ممبئی والا سسٹم ہو جائے تو سامان کا لوٹ پھوٹ کم ہو اور حاجیوں کو اپنا سامان آسانی کے ساتھ ملے ممبئی کے انتظام اور خدمتوں کی یہاں پہنچکر قدر ہوتی ہے۔ بہت سے حاجیوں کو اس پریشانی کے عالم میں ممبئی کے خادموں کو دعائیں دینے اور انتظام کی تعریف کرتے دیکھا گیا۔ یہاں کسٹم میں صندوق کھول کر ایک ایک چیز دیکھی جاتی ہے کیونکہ بعض دوسرے ملک کے لوگوں کو چرس اور گانجہ لاتے ہوئے پکڑا گیا ہے بس ایسی غیر قانونی چیزوں کی تفتیش زیادہ ہوتی ہے یہاں کے کسٹم والے کتابوں کی بڑی تفتیش کرتے ہیں۔ اصل کمیونسٹ لٹریچر اور غیر اسلامی کتابوں کو اپنے ملک میں نہیں آنے دیتے۔ کتابوں کو فوراً کسٹم آفیسر کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے اور دوسرے دن تفتیش کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اطمینان ہونے پر کتابیں واپس کر دی جاتی ہیں کسٹم ہال سے سامان مدینۃ الحجاج پہنچا دیا جاتا ہے وہاں اتنی آسانی ہے کہ سامان پر معلم کا لیبل لگا ہوا ہو تو اس معلم کے وکیل کے مزدور اپنا سامان تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں حجاج کے پہنچنے سے پہلے مدینۃ الحجاج میں یہ سب کام ہو جاتا ہے۔ مدینۃ الحجاج میں حاجیوں کے داخلہ کا مخصوص دروازہ ہے یہاں بھی حکومت کے آدمی معلم کا نام پوچھ کر حاجیوں کو ان کے وکیلوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔

مدینۃ الحجاج یعنی جدّہ کے مسافر خانہ کی توسیع کی گئی ہے دنیا بھر کے حجاج یہاں آکر اترتے ہیں۔ پانی کا بہت اچھا انتظام ہے صفائی کا انتظام دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا۔ مسافر خانہ میں بہت زیادہ آرام ہے۔ حجاج اور معلم کے وکلاء ان کے آدمی اور دیگر خاص

لوگوں کے علاوہ مسافرخانہ میں انجان لوگوں کا داخلہ نہیں ہوتا کسی کو پولیس دیکھتی ہے تو فوراً شناختی کارڈ پوچھتی ہے دروازے پر اس کے لئے خاص پولیس رہتی ہے۔

حاجیوں کا ڈرافٹ بھنانے کے لئے حسب ضرورت بینک کھلا رہتا ہے حاجیوں کو اپنا ڈرافٹ کا روپیہ حاصل کرنے میں بڑی سہولت ہے صرف ڈرافٹ پر دستخط کرنا پڑتا ہے اور فوراً روپے کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔

جدہ میں معلم وکیل فیس اور جدہ سے مکہ معظمہ جانے کا کرایہ کل ملا کر ۹۵ ریال دینا ہوتا ہے اس کے بعد مکہ معظمہ روانگی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ حکومت کا انتظام پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر معلوم ہوا۔ البتہ بہت سے حاجیوں کو سامان کے گم ہونے کی شکایت کرتے دیکھا گیا۔ معلم کے لیبل کے بغیر سامان کا ملنا بڑا دشوار ہے

مدینۃ الحجاج کی اور کیا تعریف کروں۔ یہاں کی شاندار مسجد۔ ضروری چیزوں کی دکانیں۔ ہوٹل۔ مسافرخانہ کی کشادگی غرض کہ سارا انتظام بے حد پسند آیا۔ البتہ جہاز سے اتر کر مسافرخانہ پہنچنے میں چھ سات گھنٹے درکار ہوتے ہیں مکہ میں روزانہ ہزاروں حجاج آرہے ہیں، جدہ کی بندرگاہ پر مختلف ممالک سے روزانہ کئی جہاز لگ رہے ہیں۔ ہوائی جہازوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔

مکہ پہنچتے وقت ہم عمرہ کے احرام میں تھے۔ مجھے کرنسی ۵۴۱ ر ملی ہوئی تھی معلم کی فیس ۹۵ ریال دینے کے بعد پانچ پچیس ریال خرچ ہوئے تھے۔ باقی پورے ریال مکہ کی پیٹی میں تھے بسا فرخانہ میں بھیڑ کرا دوڈ اسپیکر روزانہ حجاج کرام کو اپنے روپے پیسوں کی حفاظت کے لئے کہتا تھا۔ آج میں خود اپنے آپ کو بھول گیا رات کا کچھ ہندوستانی وقت کے مطابق دو بجے کا وقت تھا طواف عمرہ سے پہلے کمر کی پیٹی میں ریال تھے طواف کے فوراً بعد معلوم ہوا کہ کمر کی پیٹی کے سب ریال غائب ہیں۔ اب کیا کر سکتا تھا۔ تلاش کریں تو کہاں۔ جہاں سے روانہ ہوا تھا وہاں جا کر احتیاطاً دیکھ لیا۔ روپے تمام کے تمام نکل گئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے چوری ہوئے یا گر گئے بس صبر کر کے عمرہ کے سب ارکان پورے کئے۔ جو چیز اس ہجوم میں نکل جائے اس کے ملنے کی توقع

ہو گیا ہے۔ ہم نے سوچا کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے دینے والا بھی وہی لینے والا والا بھی وہی۔ بس صبر کر کے بیٹھ گیا۔ یہ اسلام کی بہت بڑی خوبی ہے کہ اسکی تعلیم یہ ہے کہ کوئی نعمت ملے تو شکر کرو۔ اور کوئی مصیبت پہنچے تو صبر کرو۔ دونوں حالتوں میں مسلمان کو اجر ہے۔

تقریباً اکیس روز مکہ معظمہ میں قیام رہا۔ آپکو معلوم ہے کہ مجھے کرناٹک گورنمنٹ نے خادم الحجاج کی حیثیت سے بھیجا ہے تاکہ میں یہاں حاجیوں کی ممکن مدد کرسکوں۔ روزانہ حجاج سے ملکر خیر خیریت معلوم کرلیتا ہوں۔ ہندوستانی سفارت خانہ کے دفتر روزانہ چکر لگاتا ہوں مکہ معظمہ کے حج آفس میں ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب انچارج ہیں انکو دیکھا کہ بڑی فکر سے حاجیوں کے معاملات سلجھاتے ہیں۔ دوسرے حبیب النبی صاحب ہیں یہ دن بھر مصروف رہتے ہیں بڑی فکر اور محبت سے حاجیوں کا کھویا ہوا سامان تلاش کرتے ہیں اور حاجیوں کو دلاتے ہیں۔ حاجی اپنے کھوئے ہوئے سامان کے متعلق جو شکایتیں کرتے ہیں دل بھر آتا ہے۔ ان کا ضروری سامان اور راماح کھو جانے سے وہ بیحد پریشان ہو جاتے ہیں۔

ہندوستانی سفارت خانہ میں مریضوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔ ہمارا شفاخانہ صرف ہندوستانی کے لئے نہیں سب کے لئے کھلا رہتا ہے۔ پاکستان اور دوسرے ممالک کے حجاج بھی یہاں سے دوائیں حاصل کرتے ہیں۔ شفاخانہ کے اوپر دار المطالعہ بھی ہے جہاں اخبارات رکھے جاتے ہیں۔ صاحب ذوق حجاج یہاں بیٹھکر اخبارات کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔

امسال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مکانات کے کرایہ بہت بڑھ گئے ہیں فی کس چار پانسو ریال کرایہ میں نکل جاتے ہیں۔ حرم کی تعمیر میں بہت سے مکانات خالی ہو گئے ہیں۔ حجاج اب حرم سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر رہنے لگے ہیں۔ مطاف تو دن رات بھرا رہتا ہے۔ حرم میں صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کے بعد وعظ و نصیحت کے بہت جلسے ہوتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے حضرات دعوت و ارشاد کے لئے بیحد محنت کرتے ہیں۔

حرم شریف نئی تعمیر کے بعد بہت وسیع ہو گیا ہے اندازہ ہے کہ بیک وقت پانچ لاکھ

سے زیادہ حجاج بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ سنا ہے کہ امسال گزشتہ سالوں سے زیادہ حجاج آئیں گے۔ حرم شریف میں صفائی کا انتظام بہت عمدہ ہے۔ حرم میں بہت سے حکومتوں کے نمائندے انتظامات کے لئے موجود رہتے ہیں۔ نماز کے وقت پورا انتظام کیا جاتا ہے صبح کی قرأت کو سکر بھی چاہتا ہے کہ امام تلاوت کرتا جائے۔ اموات بھی ہو رہے ہیں۔ نماز کے بعد اکثر نماز جنازہ کا اعلان کیا جاتا ہے اور حرم میں جا اموات پینے والے خوش نصیب حاجیوں کی نماز جنازہ ہزاروں نہیں لاکھوں حجاج پڑھتے اور دعا کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ امسال کچھ پانی کی قلت ہے کل ۲۶ر نومبر کو سعودی عرب میں نماز استسقا پڑھی گئی۔ حرم شریف مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی میں بھی صبح کے وقت نماز استسقا پڑھی گئی۔ امام نے خطبہ دیا اور پانی کے لئے دعائیں مانگیں۔

مکہ کا موسم آجکل بہت عمدہ ہے۔ سردی گرمی کا نام نہیں اسی وجہ سے حجاج بہت خوش ہیں البتہ مہنگائی بہت ہے۔ حجاج کرام راشن لاتے ہیں اسلئے کسی طرح اپنے دن گزار لیتے ہیں۔ مکہ میں ملیبار ی اور پاکستانی ہوٹلیں ہیں مگر سب ہی چیز مہنگی ہو گئی ہیں۔ ہوٹل کرنے والوں کا روزانہ دس ریال سے کم خرچ نہیں آتا۔ دس ریال کے معنی پچیس تیس روپے ہوتے ہیں۔

مطاف حکومت کی پولیس بہت چوکنی رہتی ہے پھر بھی یمن پاکستان اور مصری لوگوں کی کچھ نہ کچھ خبریں سننے میں آتی ہیں۔

میں رپورٹ لکھانے کے لئے حرم شریف کے پولیس دفتر گیا تھا وہاں جیل خانہ کے دو کمرے ہیں ان کمروں میں عورتوں اور مردوں کو بھی بند دیکھا ایک تو سفید ریش بزرگ کو جیلخانہ میں دیکھا اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کس شکل میں کیسے کیسے لوگ رہتے ہیں۔ اللہ رہزنوں سے حاجیوں کو محفوظ رکھے۔

دو روز ہوئے میں مدینہ منورہ پہنچا ہوں یہاں کا موسم بھی ٹھیک ہے بہت زیادہ حجاج جمع ہوئے ہیں باب السلام کی طرف سینکڑوں مکانات توڑ کر میدان بنا لیا گیا ہے۔ یہاں آئندہ میدان بنا کر چٹائیں بچھا دی جائیں گی۔

بَابُ الافتاء

از حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب

س :۔ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر بیوی کو دیکھ سکتا اور نہلا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

ج :۔ صورۃ مستفسرہ میں شوہر بیوی کو دیکھ سکتا ہے لیکن نہلا نہیں سکتا اس لئے کہ بیوی کے مرنے پر نکاح ایکدم ختم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بیوی کے مرنے پر بلا تاخیر اُس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔ شامی میں ہے: اذا ماتت فلا یغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل فصار اجنبیا (ص۸۹۸ ج۱) باقی دیکھنا چونکہ ایسی حالت میں بہت ہی خفیف اور ہلکی چیز ہے اس لئے شرعاً جائز ہے۔ در مختار میں ہے: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح (ص۸۹۸ ج۱)

س :۔ شوہر بیوی کے جنازہ کو اٹھا سکتا اور کندھا لگا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

ج :۔ شوہر بیوی کے جنازہ کو اٹھا سکتا ہے اور کندھا لگا سکتا ہے۔ اغلاط العوام فی باب الاحکام میں ہے۔ مشہور ہے کہ خاوند بیوی کے جنازہ کا پایہ بھی نہ پکڑے سو یہ محض غلط ہے اجنبی لوگوں سے وہ زیادہ مستحق ہے۔ (ص۳۷)

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی

مدیر مسئول — محی الدین منیری

مدیر تحریر — قاضی اطہر مبارکپوری

صابوصدیق مسافرخانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپیے — فی پرچہ ۶۰ پیسے

TELEGRAM TAUFIQ BOMBAY

البلاغ بمبئی

ماہنامہ

اشاعت ۱۲ / اپریل

ہندوپاک کے لیے سالانہ چھ روپے، ممالکِ غیر سے دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے۔

جلد ۲۵ ⁝ ماہ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ مطابق اپریل ۱۹۷۵ء ⁝ شمارہ ۳

شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۶
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۷ - ۲۳
آیاتِ قرآنی	خواجہ محمد شارع صاحب حیدرآباد	۲۴ - ۳۰
مغربی افریقہ جاگ رہا ہے۔	الحاج ابراہیم سرڈنگ ڈائرکٹر اطہر اسلامک سنٹر گھانا، افریقہ	۳۱ - ۳۶
دینیات	قاضی اطہر مبارکپوری	۳۷ - ۴۳
باب الافتاء	حضرت مولانا مفتی محمد یسین صاحب	۴۴ - ۴۵
اشتہارات	(ادارہ)	۴۶ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی: - پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل التیمور پریس ۲۳ نوروجی اسٹریٹ بمبئی ۳ میں چھپوا کر صابو صدیق مسافر خانہ، بمبئی ۱ سے شائع کیا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

۲۵ر مارچ ۱۹۷۵ء ۱۱ر ربیع الاول ۱۳۹۵ھ شنبہ کو سعودی عرب کے حکمراں جلالۃ الملک فیصل رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے بھتیجے فیصل بن مساعد بن عبدالعزیز نے شاہی محل میں جبکہ مرحوم سرکاری کاموں میں معروف تھے سلام کرنے کے انداز میں سامنے آکر گولیوں سے شہید کردیا۔ مرحوم گولی لگتے ہی گر گئے۔ اور دو گھنٹے کے بعد انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۹ سال کی تھی، اور حکومت کا گیارہواں سال تھا، اسی وقت شاہ مرحوم کے چچا الامیر عبداللہ بن عبدالرحمن نے ولی عہد خالد بن عبدالعزیز بن عبدالرحمن کے ہاتھ پر بیعت کی ساتھ ہی موجودہ شاہی افراد نے بیعت کی۔ دوسرے دن صبح کو بیعت عامہ ہوئی اور عصر کے بعد شاہ مرحوم کو ریاض کے شاہی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

موت برحق ہے ہر چھوٹے بڑے کے لئے لازمی ہے، مگر بہت سی اموات بڑے ابتلاء کا باعث ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ جلالۃ الملک فیصل کی وفات کو عرب ممالک اور عالم اسلام کے لئے باعث ابتلاء نہ بنائے۔ انھوں نے گیارہ سال کی مدت حکومت میں حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ ہی کو نہیں پورے عرب ممالک بلکہ عالم اسلام کو

جو تازگی اور بشاشت اپنے عزم و ارادہ اور اپنی بے پناہ دولت سے دی ہے وہ پچھلی دو سو سالہ اسلامی تاریخ میں بے نظیر کارنامہ ہے۔ وہ ایسے وقت دنیا سے گئے جب کہ عرب ممالک اور عالم اسلام کو ان کی شدید ضرورت تھی، مرحوم نے جس تدبر، حوصلہ مندی، بہادری، اور عزیمت و بسالت سے اسرائیلی جارحیت، یورپ اور امریکہ کی چال، اور عرب ممالک کی باہمی نفرت کا مقابلہ کر کے سب کو زیر کیا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ کون سا اسلامی ملک ہے جس کے دینی و علمی ادارے اور افراد بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے فیضیاب نہیں ہوئے؟ حرمین شریفین کی تعمیر و توسیع، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، رابطہ عالم اسلامی، اسلامی سکریٹریٹ، اسلامی بنک، رباط، ملائشیا، پاکستان میں اسلامی کانفرنس، وغیرہ ان کے دل اور دولت کے تناور درخت ہیں جن کے زیر سایہ عالم اسلام نے نئی زندگی پائی ہے۔ ان کے کارناموں سے عربوں میں جینے کی نئی امنگ پیدا ہوگئی ہے۔ اسلامی علوم و فنون کی تعلیم و اشاعت کے لئے مرحوم فیصل شاہ نے افریقہ کے مسلمانوں کی خاص طور سے علمی، دینی، اخلاقی اور اقتصادی مدد کی۔ یہ ان کا تدبر تھا کہ امریکہ جیسے دولت کو تیل کے معاملہ میں لوہے کے چنے چبوا دیئے۔ اور عرب ممالک یورپ کے مد مقابل بن کر کھڑے ہوگئے۔ مرحوم شاہ فیصل نے دین و دولت یا مذہب و سلطنت کے اسلامی نظریہ کو پھر ایک بار دنیا کے سامنے عملی طور سے پیش کر دیا تھا، اور گزشتہ دور کی مسلمانوں کی دینی و سیاسی تحریکات کا نتیجہ یوں سامنے آگیا تھا کہ مسلمان بحیثیت ایک قوم کے مذہب اور حکومت کو ساتھ لیکر ابھر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم و دائم رکھے اور ان کے کارناموں کی بہترین جزا ان کو دے۔ اور جلالۃ الملک خالد بن عبد العزیز کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس حادثۂ فاجعہ پر تمام عالم محزون و غمگین ہے

ائمۂ احناف کی اہمات کتب اور نادر و نایاب تصانیف کے شائع کرنے والے

ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد نے پہلے اپنے منشورات میں امام ذہبی کی "مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ" شائع کی تھی۔ اور اس سال اس نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب و تلامیذ رحمہم اللہ کے سوانح و مناقب میں دو نہایت اہم اور معتبر و مستند کتابیں شائع کی ہیں۔ ایک پانچویں صدی کے مشہور حنفی عالم و فقیہ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری رح متوفی سنہ ۴۳۶ھ کی کتاب "اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ" اور دوسری دسویں صدی کے مشہور شافعی عالم و محدث شیخ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی رح متوفی سنہ ۹۴۲ھ کی کتاب "عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان"۔ پہلی کتاب کا قلمی نسخہ آستانہ (ترکی) میں تھا جس کا عکسی فوٹو مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے حاصل کر کے دار الکتب المصریہ قاہرہ کے نسخہ سے مقابلہ کرایا۔ اس کے بعد اس کے صدر حضرت ابوالوفا صاحب افغانی نے تصحیح و مقابلہ اور تعلیق کی۔ اس کتاب میں امام صاحب کے حالات نہایت معتبر و مستند طریقہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بعد کے سوانح نگاروں کا قابل قدر ماخذ ہے۔ نیز امام صاحب کے متعدد تلامذہ خصوصاً امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور ان کے تلامذہ کا ذکر ہے، ساتھ ہی پانچویں صدی کی ابتداء تک کے ائمۂ احناف کے مختصر حالات ہیں۔ "طبقات اصحاب ابی حنیفۃ الی وقتنا ہذا"، سے فقہ حنفی کی تاریخ، اس کی ارتقائی حالت اور فقہی افکار و نظریات پر روشنی پڑتی ہے۔ ابتداء میں تقریباً سولہ صفحات میں مقدمہ، مصنف کا حال، کتاب کا حال اور فہرست مضامین ہے۔ اس کے بعد ۱۷۰ صفحات میں اصل کتاب ہے بہترین عربی ٹائپ میں چھپی ہے، قیمت دس روپیہ ہے۔

دوسری کتاب بہت مفصل جامع اور مستوعب ہے۔ ایک مقدمہ، چھبیس ابواب اور ایک خاتمہ ہے۔ اور ہر ایک میں متعدد فصلیں ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ قاہرہ میں تھا، اس کی نقل طلب کی گئی۔ اس کے بعد حیدر آباد کے کتب خانہ سعیدیہ اور کتب خانہ آصفیہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام کے نسخوں سے مدد لی گئی، ہمارے علم میں امام صاحب کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل ساتھ ہی معتبر و مستند کتاب ابتک شائع نہیں ہو سکی تھی۔ اس کے مصنف شافعی محدث و فقیہ اور مورخ ہیں ان کے زمانہ میں ایک کتاب لکھی گئی تھی جس میں امام صاحب کے بارے میں تعصب و عناد سے کام لیکر نامناسب باتیں درج تھیں اسی سے متاثر ہو کر موصوف نے یہ کتاب لکھی اور بڑی احتیاط سے کام لیکر افراط و تفریط سے بچنے کی پوری کوشش کی، ظاہر ہے کہ اس انداز پر لکھی جانیوالی کتاب عناد اور عقیدت دونوں سے الگ ہو کر واقعہ نگاری کی حامل ہوگی۔ اس کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب پر امام صاحب کے اساتذہ و تلامذہ کے نام دئے گئے ہیں اور امام صاحب کی ذاتی، دینی، علمی، فقہی زندگی کی پوری آئینہ داری کی گئی ہے اس کی تعلیق و تصحیح کی خدمت بھی حضرت مولانا ابوالوفا صاحب افغانی ہی نے انجام دی ہے، بہترین عربی ٹائپ میں چھپی ہے ابتداء میں مختصر سا مقدمہ، مصنف کے حالات اور فہرست مضامین۔

اس کے بعد اصلی کتاب ۴۱۲ صفحات میں ہے۔ اسکی قیمت بیس روپیہ ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اور مدارس اسلامیہ ان دونوں کتابوں سے اپنے علم و معلومات میں گرانقدر اضافہ کریں گے۔ یہ دونوں کتابیں بہت ہی نادر اور بیش قیمت ہیں۔ ملنے کا پتہ: مجلس احیاء المعارف النعمانیہ ۶۵ م جلال کوچہ حیدر آباد

مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری اپنی پیرانہ سالی اور طرح طرح کے امراض و عوارض

کے باوجود تحقیقی تصانیف میں مصروف ہیں۔ کئی سال ہوئے ابن حزم کی کتاب المحلیٰ کے جواب میں السیف المجلی
علی المحلیٰ" کے نام سے کتاب لکھنی شروع کی تھی جس کا پہلا حصہ چھپ کر ہم کو موصول ہو گیا تھا۔ اب اس کا
چوتھا حصہ وصول ہوا ہے۔ ابن حزم نے المحلیٰ میں شاید ہی کسی امام، فقیہ، محدث کو بخشا ہو اور ان کے
بارے میں نہایت تند و تیز باتیں نہ کی ہوں۔ مفتی صاحب نے ان ہی کی زبان میں ان کے استدلالات کے
جوابات دیئے ہیں۔ جسے "ترکی بہ ترکی جواب" کہنا زیادہ مناسب ہے، ایک اندلسی عالم نے بھی المحلیٰ کا جواب
اسی قسم کے نام سے لکھا تھا (بروایت الشیخ الزعیلی) جن لوگوں کو اس موضوع سے دلچسپی ہو ان کے
لئے السیف المجلی دلچسپ کتاب ہے، کل صفحات ۷۰۲ ہیں۔ قیمت درج نہیں، پتہ یہ ہے، مکتبہ مہدویہ
۱۸ جعفر ڈلالاں، شاہجہاں پور۔

مدینہ منورہ سے وہاں کے مشہور عالم و شاعر اور ادیب علامۃ الشیخ السید محمود بن نذیر الطرازی المدنی نے اپنی
دو کتابیں راقم کو ہدیۃً روانہ کی ہیں، ایک "النظم الحاوی لعقیدۃ الامام الطحاوی" ہے، اس میں امام طحاوی رح
کی مشہور کتاب "عقیدۃ الطحاوی" یا "العقیدۃ الطحاویۃ" کو عربی زبان میں نظم کیا گیا ہے، شیخ موصوف عربی
زبان کے بہترین قادر الکلام اور مرتجل شاعر ہیں، اور مہارت و جامعیت کیساتھ علم کلام یا علم توحید کے اس
رسالہ کو نظم کیا ہے، زبان و طرز ادا نہایت سہل ہے، یہ رسالہ ہمارے مدارس عربیہ میں پڑھانے کے لائق ہے۔
دوسری کتاب شیخ موصوف کے عربی قصائد کا مجموعہ "القصائد المحمودیۃ" ہے جس میں مختلف تقریبات
و عنوانات سے ۹۱ قصائد ہیں، جو شاعر کے فنی کمال کا مظہر ہیں۔ راقم کی کتاب رجال السند والہند
اور نانا مرحوم مولانا احمد حسین صاحب مبارکپوری کے دیوان احمدیہ پر منظوم تقریظ بھی درج ہے۔ فجزاہ اللہ خیرالجزاء

مطالعات و تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

قوتِ ایمان و عمل

:- عرب کے مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ تمیمی صحابی ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیک کام کریگا اسے دیکھے گا۔ اتنا سنکر میں نے کہا حسبی حسبی یعنی مجھے اتنا ہی کافی ہے [1]

حضرات صحابہ کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سننے کے بعد اسے حرزِ جان اور تقاضائے ایمان بنالیتے تھے، اور پوری زندگی اسی کے مطابق بسر کرتے تھے، ان کو زیادہ سمجھانے اور سنانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، کتنے ہی صحابہ کے واقعات میں

---

[1] الاصابہ ج ۳ ص ۲۴۲

ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اور اس پر پوری زندگی گزار دی۔ بات یہ ہے کہ جب کسی فرد یا قوم میں ایمان ویقین اور کردار وعمل کی قوت بیدار ہوتی ہے تو اسے زیادہ سننے سنانے سے دلچسپی کے بجائے زیادہ کرنے سے دلچسپی ہوتی ہے اور یقین وعمل کی طاقت کام کرتی ہے، اور قوتِ فیصلہ اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ زیادہ غور وفکر تشویش، گو مگو اور اندیشہ کی عادت نہیں ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں جب تک ایمان وعمل کی طاقت زندہ رہی وہ ہر اعتبار سے مثالی قوم بنکر زندہ رہے۔

نمک اور پانی ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بڑے والہانہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کونسی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ پانی ہے۔ پھر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی چیز ہے جس کو منع کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ فرمایا وہ نمک ہے۔ پھر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر نیکی کا کام کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ

فکان ذلک الرجل لا یمنع الماء وان قل ۔ [1]	اس صحابی کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کتنا ہی کم پانی ہو مگر کسی کو منع نہیں کرتے تھے

یہ حدیث دوسری کتابوں میں ہے۔ بعض روایات میں عمیر فزاری بتایا گیا ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک مرتبہ سن لیتے تھے پوری زندگی اس پر کاربند رہتے تھے، اور کسی حال میں اس کے خلاف نہیں کرتے تھے، ان کی عزیمت وثابت قدمی کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے نفع ونقصان سے بالاتر

---

[1] کتاب الاموال صفحہ ۲۹۶

ہو کر دینی احکام پر چلتے تھے اور اس راہ میں ان کو اپنی عزیز سے عزیز تر متاع حتیٰ کہ جان کی پروا بھی نہیں ہوتی تھی۔ ان جاں نثارانِ اسلام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔

یہ علمی کفران ہے :- اندلس کے علمائے اسلام میں ایک بزرگ امام ابو محمد رزق اللہ بن عبدالوہاب تمیمی گذرے ہیں، انھوں نے ایک موقع پر اپنے شاگردوں سے فرمایا:

یقبح بکم ان تستفیدوا منّا	تمہارے حق میں یہ بات بری ہے کہ تم لوگ
ثم لم تذکرونا ولا تترحموا	ہم سے استفادہ کرو، اس کے بعد نہ ہمارا
علینا [1]	تذکرہ کرو اور نہ ہمارے حق میں رحمت
	کی دعا کرو،

تعلیم و تعلم میں استاد اور شاگرد کے باہمی حقوق کا لحاظ انتہائی ضروری ہے اس سے علم میں خیر و برکت اور افادیت آتی ہے۔ اور یہ سخت علمی کفران اور ناشکری ہو کر اپنے استادوں کو بھلا دیا جائے۔ یا ان کے حق میں دعائے خیر نہ کی جائے۔ اس سے علم کی افادیت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ عام طور سے جو لوگ اپنے اساتذہ اور شیوخ سے یاد اور ترحم کا ربط نہیں رکھتے ہیں ان کا علم ان کے حق میں مفید نہیں ہوتا، دیکھا گیا ہے کہ بہت سے اہل علم اپنے اساتذہ کا نام نہیں لیتے اور بتاتے ہیں کہ وہ بغیر استاذ کے فاضل و قابل ہو گئے ہیں۔ اس ناشکری کے نتیجہ میں ان پر وبال پڑا ہے۔ اسی لئے علمائے اسلام میں اساتذہ و شیوخ کا ایک خاص مقام رہا ہے۔ حضرات محدثین کے یہاں سلسلۂ سند کو حسنات و برکات میں شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ الاسناد من الایمان کہا گیا ہے۔ جو عالم اپنے استاذ اور شیخ کے

---

[1] برنامج الرعینی ص

نام لینے میں اپنی توہین وحقارت سمجھتا ہے وہ متکبر ومغرور ہے۔ اس کے علم پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

ملفوظات کی تاریخ :- بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کا رواج بہت قدیم ہے عباسی دَور میں بعض بزرگوں کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ چنانچہ ان ہی میں حضرت ابوالنصر جہنی بھی ہیں، ان کا شمار دیوانوں میں تھا۔ مگر خلیفہ ہارون رشید کو وعظ سنا کرتے تھے۔ ان کا مستقل قیام مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف میں صفہ پر تھا اور شمالی دیوار کے پاس رہا کرتے تھے۔ ۱۹۲ھ میں انتقال فرمایا ان کے حال میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

وکان طویل السکوت فاذا اسئل اجاب بجواب حسن وتیتکلم بکلمات مفیدة توثر عنہ وتکتب۔ [1]

وہ خاموش بزرگ تھے جب ان سے کوئی سوال کیا جاتا تو نہایت اچھا جواب دیتے اور ایسی کام کی باتیں کرتے کہ وہ ان سے نقل کی جاتیں اور لکھ دی جاتی تھیں۔

حضرت شیخ ابوالنصر جہنی کو امام ابن کثیر نے "المصاب" لکھا ہے جس کا ترجمہ دیوانہ یا اللہ کی اصطلاح میں مجذوب ہے۔ مگر ایسے حضرات "دیوانہ ہشیار بکار خویش" ہوتے ہیں۔ اور انکی دیوانگی پر بڑے سے بڑے عقلاء کی عقلمندی قربان ہوتی ہے، جب تو وہ بات کرتے تو ایسی کہ دنیا اسے یاد کرتی اور لکھ لیتی تھی۔ اور دوسروں تک اسے پہونچاتی تھی، ورنہ خاموشی اختیار فرماتے اور دنیا کی باتوں سے زبان بند رکھتے تھے، اور طویل خاموشی میں زندگی بسر کرتے تھے، زبان اور گفتگو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہے۔ اس کی قدر و قیمت سمجھنی چاہئے۔

چار قسم کے انسان :- عباسی کے اموی دور کے دانشوروں اور حکیموں میں مصعب

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۲۵

بن صوحان بہت مشہور آدمی تھے، وہ عقل ودانش اور فصاحت وبلاغت میں ضرب المثل تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے ان سے کہا کہ انسانوں کے طبقات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ صعصعہ بن صوحان نے جواب دیا کہ

خلق الناس اطوارًا. طائفة للسيادة والولاية، وطائفة للفقه والسنة، وطائفة للباس والنجدة، ثم رجرجة بين ذلك يغلون السعر، ويكدرون الماء، اذا اجتمعوا ضروا، وان تفرقوا لم يعرفوا۔	لوگ مختلف انداز کے پیدا کئے گئے ہیں ایک جماعت سربراہی اور حکومت کے لئے ہے۔ ایک گروہ فقہ وسنت اور علم دین کے لئے ہے، ایک طبقہ بہادری اور جواں مردی کے لئے ہے۔ اس کے بعد بیچ پھرنے والے لوگ ہیں جو بھاؤ کو زیادہ کرتے ہیں اور پانی کو گندا کرتے ہیں اگر یہ لوگ یکجا ہو جائیں تو نقصان پہونچائیں اور اگر منتشر ہو جائیں تو گم ہو جائیں۔

مختلف حیثیات سے انسانوں کی مختلف قسمیں ہیں، عرب کے حکیم ودانا نے اپنے ذوق وماحول کے مطابق انسانوں کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) کچھ لوگ دنیاوی امور و معاملات میں بڑے سمجھدار ہوتے ہیں جو حکومت وامارت اور سرداری وریاست کے کام آتے ہیں ان کے مزاج کی اٹھان کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ وہ عوام میں سربراہی وسرداری کے انداز میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو کسی طور سے حکومت وامارت نہ ملے پھر بھی ان کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ اپنے کاموں کی وجہ سے عوام کے سربراہ بن جاتے ہیں۔ (۲) کچھ لوگ فکری، دینی، اخلاقی، علمی اور مذہبی قدروں کے محافظ ہوتے ہیں۔ ان کا مزاج

علم اور دین کے کام آتا ہے۔ یہ دینی و علمی سربراہ ہوتے ہیں۔ اگران کو باقاعدہ علمی و دینی زندگی نہیں ملتی ہے تو بھی ان میں یہ چیز کسی نہ کسی انداز میں پائی جاتی ہے۔ (۳) کچھ لوگ بہادری و جوانمردی میں آگے ہوتے ہیں، اور اپنے اس وصف میں دوسرے طبقہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (۴) ان تینوں کے علاوہ بقیہ لوگ عوام میں شمار ہوتے ہیں اور چونکہ ان کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ضروریات زندگی کی ان کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور زندگی کی راہوں میں ان کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، وہ دنیا میں کوئی نمایاں کام نہیں کرتے ہیں مگر دنیا سے اپنا حصہ خوب لیتے ہیں۔

بعض مذاہب نے انسانوں کی اس تقسیم کو مذہبی بنیاد پر ظاہر کیا ہے اور اسے عقیدہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ چاروں قسمیں ہر طبقہ کے افراد میں پائی جاتی ہیں۔ اور کوئی قسم کسی خاص طبقہ یا ذات میں محصور نہیں ہے۔ صلاحیت و قابلیت کسی ایک ذات یا طبقہ کی میراث نہیں ہے۔

استاد اور شاگرد :-

ہارون بن عبداللہ حمال کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رات کو میرے یہاں آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا کون؟ فرمایا میں احمد ہوں! یہ سنتے ہی میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور دونوں میں ملاقاتی سلام و کلام ہوا۔ پھر نے پوچھا اس وقت تکلیف فرمائی کس ضرورت سے ہوئی۔ فرمایا میرے دل میں ایک الجھن تھی۔ میں نے عرض کیا ابو عبداللہ کیا بات ہے؟ امام احمد نے فرمایا :-

جئت علیك وانت قاعد	میں دن میں تمہاری طرف سے گذر رہا تھا
تحدث الناس فی الفئ والناس	تو دیکھا کہ تم سایہ میں بیٹھکر حدیث کا درس
فی الشمس بایدیھم الاقلام و	دے رہے تھے، اور لوگ دھوپ میں اپنے

الدن ناتر، لا تفعل مرۃ اخری! اذا قعدت فاقعد مع الناس ۱	ہاتھوں میں قلم اور کتاب لئے ہوئے پڑے تھے۔ تم دوبارہ ایسا نہ کرنا، جب درس تدریس کے لئے بیٹھو تو سب کے ساتھ بیٹھو

اس قسم کا ایک واقعہ حضرت امام شافعی کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے کسی شاگرد کو دیکھا کہ وہ خود سایہ میں بیٹھے پڑھا رہا ہے اور طلبہ دھوپ میں ہیں تو امام صاحبؒ اپنے شاگرد اس سے منع کیا۔

یہ اس دور کی باتیں جب اساتذہ اور شیوخ اپنے تلامذہ و اصحاب کے ساتھ اولاد کی طرح بلکہ اس سے بڑھکر سلوک کرتے تھے، اور ان کی راحت و آرام کے لئے رات دن جتن کرتے تھے۔ استادوں کی اس شفقت و محبت اور اخلاص کے نتیجہ میں شاگردوں میں علم و عمل کی فراوانی ہوتی تھی، اور ان کی زندگی اپنے نیک اور خدا ترس بندگوں کا نمونہ بنتی تھی۔

ہمارے زمانہ میں مدرسین و اساتذہ عام طور سے طلبہ کی بد استعدادی و بد اخلاقی کی شکایت کرتے ہیں مگر خود اپنے کو نہیں دیکھتے ہیں کہ ان میں حسن نیت، حسن اخلاق اور حسن کار کردگی کہاں تک ہے؟ اور وہ اپنے شاگردوں کے حق میں کہاں تک خیر خواہی کا جذبہ و حوصلہ رکھتے ہیں۔

ذاتی کتب خانے :- وزیر جمال الدین قفطی متوفی ۶۲۶ھ رحمۃ اللہ علیہ شاہ حلب کے وزیر تھے، ساتھ ہی علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جو ہمارے کام آتی ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کو کتابوں کے خریدنے اور جمع کرنے کا شوق بے حد تھا۔ اور مختلف علوم و فنون کی بے شمار کتابیں جمع کی تھیں، ان کے کتب خانہ

---

۱ مناقب الامام احمد لابن جوزی ص۲۰۲

کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شاہ حلب کو اس بارے میں وصیت کی، اور حساب لگایا گیا تو ان تمام کتابوں کی قیمت چالیس ہزار دینار تھی۔[1]

مسلمانوں کے ہر طبقہ نے علم کی سرپرستی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا ہے اور اس کے لئے بے دریغ دولت خرچ کی ہے، چنانچہ ایک زمانہ میں ہر خاص و عام کے پاس اس کی حیثیت کے مطابق ذاتی کتب خانہ اور لائبریری ہوا کرتی تھی جس سے وہ اور دوسرے اہل علم فائدہ اٹھاتے تھے، محلہ کی مسجدوں میں بھی حسب ضرورت کتابیں ہوتی تھیں اور ان سے لوگ استفادہ کیا کرتے تھے۔

شجرکاری اور دینداری:- امام ابو اسحٰق ابراہیم بن مالک بن بہبوذ بزاز بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنیچر ۱۳ رجب سنہ ۲۶۴ھ میں بغداد میں ہوئی، انھوں نے حدیث کی تعلیم ابو اسامہ حماد بن اسامہ، زید بن حباب، عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبید طنافسی، جعفر بن عون، محاضر بن مورع، یحیٰ بن زکریا، یزید بن ہارون، عبدالوہاب بن عطاء، روح بن عبادۃ، ابو داؤد حفری جیسے ائمہ حدیث سے پائی تھی، اور ان سے ابوبکر بن ابی الدنیا، موسیٰ بن ہارون، قاسم بن زکریا مطرز، یحیٰ بن محمد بن صاعد عمر بن شیب صابونی، محمد بن مخلد دوری، ابن ابی حاتم رازی وغیرہ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی، حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے بھی ان کے سامنے زانوے ادب تہ کیا ہے۔ محدثین نے ان کو صدوق و ثقہ قرار دیا ہے، امام ابن ابو حاتم رازی اور خطیب بغدادی نے ان کو کان من الصالحین اور کان من خیار المسلمین بتایا ہے، اور خاص بات

---

[1] العبر ج ۳ ص ۱۹۱

امام ابن ابو حاتم نے یہ لکھی ہے۔

وکان من الصالحین وکان یغرس	وہ صلحاء و عباد میں سے تھے، چھوٹے چھوٹے
النخیل الصغار فاذا غرس لم یبرح	پودے لگایا کرتے تھے۔ جب ایک پودا لگا
حتی یختم القرآن وکان یحمل النخیل	لیتے تو ایک ختم قرآن پڑھتے تھے۔ ان کا معمول
من السند [1]	تھا کہ سندھ سے پودے لیجایا کرتے تھے۔

یہ زمانہ ہندستان میں خلافت عباسیہ کا تھا۔ اور عرب و ہند کے درمیان ہر قسم کے علمی دینی، معاشی، سیاسی، اقتصادی، اور تجارتی تعلقات نہایت استوار و خوشگوار تھے حتی کہ علمائے اسلام یہاں تجارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری ہندی اسی دور میں بسلسلۂ تجارت یہاں آئے اور مدتوں مقیم رہے، امام ابو اسحاق بزاز بغدادی بھی یہاں سے مختلف قسم کے درختوں کے پودے بغداد لیجاتے تھے اور ان کو وہاں لگاتے تھے، اس بارے میں ان کا ذوق عجیب و غریب تھا، جب ایک پودا لگا لیتے تو ایک ختم قرآن پڑھتے تھے، اس طرح ان کا لگایا ہوا ہر پودا ان کی عبادت و خدا پرستی کا نشان ہوتا تھا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مسلمانوں نے ہندستان کی چیزوں کی کیا توقیر کی ہے اور ان سے ان کا کیا قلبی لگاؤ رہا ہے؟

اہل کتاب کا کھانا:- خلافت راشدہ میں مشرقی ممالک کے فوجی افسر حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ نے جرزان اور آرمینیہ کے عوام سے صلح کی اور شرط لگائی کہ وہ لوگ اسلامی کو بوقت ضرورت اپنے یہاں ٹھہرائیں گے اور اہل کتاب کے کھانوں سے حلال کھانا کھلائیں گے [2]

جرزان اور آرمینیہ آج کل سوویٹ یونین میں واقع ہیں اور ان کا شمار روس میں

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج اق ا ص۳۳۰ [2] الاموال ص۱۷۱

ہوتا ہے۔ یہاں کے کافر و مشرک باشندوں سے صلح کی گئی جن میں وہاں کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل تھے، اس صلح میں صرف ایک شرط یہ تھی کہ جب کبھی مسلمانوں کی فوج اس دیار سے گذرے اور اسے قیام کرنے کی ضرورت ہو تو ان علاقوں کے باشندے ان کے قیام و طعام کا انتظام کریں۔ اور اس بات کا خاص اہتمام کریں کہ جو کھانا دیا جائے وہ حلال ہو اور چونکہ وہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں تھی اس لئے حلال کھانے کی فراہمی کے سلسلہ میں یہ قید لگائی گئی کہ وہاں کے اہل کتاب کا ذبیحہ اسلامی فوج کو کھلایا جائے۔ اہل کتاب کا ہر کھانا اسلامی فوج کے لئے جائز نہیں تھا۔ وہ تو شراب و سور کا استعمال بھی کرتے تھے بلکہ صرف ذبیحہ کے بارے میں یہ بات تھی یا جو چیزیں اسلام میں حلال و جائز ہیں اور ان کو وہ بھی استعمال کرتے ہیں وہ اسلامی فوج کو دی جائیں۔

آج بھی اگر کسی ملک کے یہود و نصاریٰ اس قدیم زمانہ کے طریقہ پر حلال جانور کو ذبح کرتے ہیں تو ان کا گوشت مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ اہل کتاب کی قید ان کے مذہبی طور طریقہ کی وجہ سے ہے اس لئے اگر وہ اپنے مذہبی طریقہ پر جانور ذبح نہ کریں تو اس کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے یہ بات چاہے پہلے زمانہ میں ہو یا آج کل ہو، ویسے عام کھانے جن کا تعلق دینی احکام سے نہیں ہے، یعنی ان کی تیاری میں شرعی طریقہ نہیں ہے ان کے استعمال میں کوئی قید نہیں ہے۔

صحت کے لئے پرہیز ایک اندلسی شاعر کا قول ہے:۔

ادری المرء یحمی نفسہ کل لذۃ

لصحتہ لیام تبید وتنفد

میں دیکھتا ہوں کہ آدمی اپنی فانی زندگی کی صحت کے خیال سے اپنے کو ہر لذت سے محروم رکھتا ہے۔

فما بال الذی یحتمی عن حرامها
بصحۃ ما یبقی ویخلد،

مگر باقی رہنے والی زندگی کی صحت کے خیال سے حرام چیزوں سے نہیں پرہیز کرتا ہے۔
یعنی اپنی زندگی کی صحت و تندرستی کے لئے لذیذ سے لذیذ تر غذا کو چھوڑنا عام ہے، حالانکہ یہ زندگی فانی ہے۔ مگر دائمی اور ابدی حیات کے بنانے کے لئے حرام چیزوں کو نہ چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

نعمت خداوندی کا اظہار :- آل مہلب میں امراء و حکام کی طرح علماء و فضلاء بھی بہت زیادہ ہوئے ہیں، اور اموی دور میں ان کے اقبال و ادبار کے باوجود بعد میں ان کا نام روشن رہا ہے، چنانچہ ان میں ایک بزرگ ابو عمران بن ابراہیم بن ہانی مہلبی متوفی سنہ ۳۰۱ھ رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں،۔
جرجان کے علماء و زہاد میں سے تھے، ان کی درسگاہ سے علماء و فضلاء کی ایک جماعت نے فیض پایا ہے، محلہ مسجد دینار میں ان کی مسجد تھی جو بعد میں یہ محلہ سکہ ابو عمران بن ہانی کے نام سے مشہور ہوا۔ سنہ ۳۰۱ھ میں وصال فرمایا، قنطرہ عبد اللہ (عبد اللہ پل) کے پاس ان کا مزار زیارت گاہ خلائق بنا۔

شیخ ابو عمران بن ہانی زبردست محدث و فقیہ اور عابد و زاہد ہونے کے باوجود لباس بہت اعلیٰ قسم کا پہنتے تھے، اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار خوب کرتے تھے۔ لباس فاخرہ اگر توفیق ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار مقصود ہو تو بہت بہتر ہے۔
ایک دن کا واقعہ ہے کہ شیخ ابو عمران بن ہانی نہایت عمدہ لباس زیب تن کئے اور عطر وغیرہ لگائے ہوئے نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک عورت نے دیکھکر

ٹوکا اور کہا کہ لوگوں میں آپ عالم و زاہد مشہور ہیں اور اس قسم کے لباس فاخرہ پہنتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی؟ یہ سن کر شیخ ابو عمران بن ہانی نے فرمایا:۔

استحی من اللہ ان اقدر ان	مجھے تو اللہ تعالیٰ سے شرم اس بات پر
البس احسن من ھذا فلا	آتی ہے کہ میں اس سے عمدہ کپڑا پہننے پر
البس[1]	قادر ہوں مگر نہیں پہنتا۔

امامت کے حریص:۔ بعض لوگوں کو امامت کرنے کا بیحد شوق ہوتا ہے، اور وہ مخولہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ سراسر عبادت ہے اور اس میں بڑی بھاری ذمہ داری ہے کوئی اعزاز نہیں ہے۔ اور نہ یہ بندگی کی نشانی ہو کہ اس کی تمنا کی جائے۔ جو لوگ امامت کے حریص اور لالچی ہوتے ہیں ان کو اس سے روک کر نخر کی بیماری سے بچانا چاہیئے۔ حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔

اذا رأیت الرجل حریصًا علی	جب تم کسی آدمی کو دیکھو کر وہ لوگوں کی امامت
ان یوم الناس فاخرہ،	کرنے کے لئے حریص ہے تو اسے پیچھے کردو،

مولوی تو پھر بھی مولوی ہیں، بہت جاہلوں کو امامت کا بڑا شوق ہوتا ہے اور وہ اس چکر میں رہتے ہیں کہ کہیں امامت کرنے کا موقع مل جائے تو لوگوں پر اپنی بزرگی اور دینداری کا سکہ جمائیں۔ ایسے حریصوں کو امامت سے روکنا چاہیئے۔ تاکہ مکار و ریاکار کی امامت سے بچا جاسکے اور نماز جیسی اہم عبادت میں اخلاص رہے۔

گفتگو میں ذکر الٰہی:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اللہ کے ذکر کے بغیر

[1] تاریخ جرجان ص۹۲

زیادہ باتیں نہ کیا کرو، کیوں کہ بغیر اللہ کے ذکر کے کثرتِ کلام سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے اور اللہ سے سب سے دور وہ آدمی ہے جو قسی القلب اور سخت دل ہو۔ لے

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو بتایا ہے کہ تمہاری گفتگو اور بات چیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، اسکا نام اور اس کی یاد زیادہ ہونی چاہیئے اور اس کے بغیر تمہارے دلوں میں سختی پیدا ہو جائے گی اور تم سخت دل، جفاکار، تندخو اور بدخلق و بدزبان ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین چیز ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت دور ہوں گے۔

مسلمانوں کے لئے بات چیت میں اللہ کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات چیت کے درمیان موقع بہ موقع وہ ان الفاظ کو استعمال کرتے رہیں جو مسلمانوں کو سکھائے گئے ہیں مثلاً، الحمدللہ، سبحان اللہ، ماشاءاللہ، لاالہ الا اللہ، اور انشاءاللہ وغیرہ، جیسا کہ عربوں میں عام طور سے ہر قسم کی بات چیت میں اتنی کثرت سے اللہ کا نام آتا ہے جیسے ان کی گفتگو کا معتدبہ حصہ ذکرِ خداوندی کا ہوتا ہے۔ ان کے یہاں دینی و اسلامی الفاظ و محاورات کا رواج عام ہے۔ اور محاورہ کے طور پر ان کو بلا تکلف استعمال کرتے ہیں، ٹیلیفون پر پانچ بار الحمدللہ سبحان اللہ وغیرہ وغیرہ بولنے کے بعد مقصد کی بات کرتے ہیں، یہی حال ملاقات کے وقت ہوتا ہے، مسلمانوں کو اپنی باتوں میں اسلامی الفاظ و محاورات کو لا کر ان میں نیکی پیدا کرنی چاہیئے۔ اور انکی افادیت کو عام کرنا چاہیئے۔

دنیا کی حیثیت :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و محبت، اور

لے ترمذی شریف

خیر خواہی کے انداز میں میرے کاندھے پر دست مبارک رکھکر مجھے متوجہ کیا اور فرمایا کہ تم دنیا میں یوں رہو جیسے اجنبی یا مسافر رہتا ہے اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق زندگی بسر کی، اور اس دنیا میں اجنبی و مسافر کی حیثیت سے رہے، نیز دوسروں سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہاری شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو، اور اپنی صحت و تندرستی سے اپنے مرض کا انتظام کرو، اور اپنی زندگی سے اپنی موت کا انتظام کرو۔ ؎۱

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کو رہ گذر اور مسافر خانہ سمجھو، منزلِ مقصود نہ بناؤ کہ اسی کے لئے تمہاری زندگی وقف ہو کر رہ جائے، اور دنیا کمانا تمہارا نصب العین بن جائے، جب تک دنیا میں رہنا ہے اس کا انتظام کرنا ضروری ہے اور اس زندگی کو حسن و خوبی کے ساتھ بسر کرنا انسان کی ذمہ داری ہے مگر اسی زندگی کو سب کچھ نہیں سمجھ لینا چاہئے، بلکہ آخرت کو منزلِ مقصود جاننا چاہئے دنیا فانی ہے اور اس کی ناپائداری کا مشاہدہ ہم ہر وقت کیا کرتے ہیں اس کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دینا دانشمندی نہیں ہے۔

عورت اور مرد :- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک کسی عورت کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو کوئی مرد اس کے ساتھ تنہائی میں ہرگز ہرگز نہ ہو۔ اور کوئی عورت سفر نہ کرے جبتک کہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی حج کو جانیوالی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ گیا ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ ؎۲

؎۱ بخاری شریف ؎۲ بخاری و مسلم

اس فرمان رسولؐ اور تعلیم کی اہمیت وافادیت آج کے دور میں بھی اسی طرح ظاہر اور مسلّم ہے جس طرح پہلے زمانہ میں تھی۔ آج جبکہ سفر کی آسانیاں بہت زیادہ ہیں عورتوں کیلئے کیا مردوں کے لئے مشکلات کم نہیں ہیں۔ ہر حکم کلی طور سے ہوتا ہے اگر کچھ مستثنیات ہوں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، جب تنہا مرد سفر میں بسا اوقات بُری طرح پھنس جاتا ہے اور اسکا کچھ بس نہیں چلتا تو تنہا عورت کا کیا حال ہوگا۔ اگرچہ مستثنیات ہوں تو وہ دلیل نہیں بن سکتی ہیں اصولی اور کلی بات اپنی جگہ رہے گی۔ اجنبی مردوں اور عورتوں کا میل جول پیری مریدی کے نام پر قرآن وحدیث کے اصول کلی کے قطعی متضاد ہے۔

ایک عالمہ فاضلہ خاتون

مکہ مکرمہ میں آٹھویں صدی میں عالمین وعالمات اور محدثین ومحدثات تھے، ان میں ایک مشہور عالمہ فاضلہ اور محدثہ حضرت منصورہ بنت علی بن ابو عبداللہ محمد ہیں وہ مکہ مکرمہ کے فاسی خاندان سے تھے، ام عبدالملک کنیت ہے۔ امام تقی الدین فاسی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے ان کا سنہ ولادت دریافت کیا تو انھوں نے ۱۷ ذی قعدہ ۷۳۳ھ بتایا۔

حضرت شیخہ منصورہ بڑی عالمہ فاضلہ خاتون تھیں، ان کو حدیث کی اجازت اکابر محدثین سے حاصل تھی، جن میں یحیٰ بن مصری۔ ابوبکر بن رضی الدین، زینب بنت کمال الدین وغیرہ علمائے مصر وشام ہیں۔ امام تقی الدین فاسی لکھتے ہیں کہ انھوں نے حدیث کی اجازت دی ہے، یعنی ان کا میں شاگرد ہوں، وہ نہایت بلند ہمت حوصلہ اور بلند حوصلہ اور بلند اخلاق والی تھیں، فقراء ومساکین کے ساتھ اخلاق وایثار سے پیش آتی تھیں۔

ان کو اپنے بھائی شیخ محمد بن علی سے بڑی محبت تھی، ان کے انتقال پر بے حد غمگین ہوئیں یہاں تک کہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئیں۔ اسی دوران میں مدینہ منورہ گئیں، اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے شفا کی دعا کی۔

فادخلت الحجرۃ الشریفۃ محمولۃ — حجرہ شریفہ میں اٹھا کر لیجائی گئیں اور نکلیں

وخرجت تمشی علی قدمیھا۔ — تو اپنے قدم پر چل آئیں۔

جمعرات ۷ ربیع الآخر ۹۵۰ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں اور جنت المعلیٰ میں حضرت شیخ علی بن ابو الکرم کے پہلو میں دفن کی گئیں۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ ان ہی کے پہلو میں ان کو دفن کیا جائے۔ ؎

حضرت منصورہ جیسی بنات اسلام نے اپنے علم و عمل اور اپنی مقدس زندگی سے عورتوں کی تاریخ کو نیا موڑ دیا ہے۔ اور اس صنف کی عظمت و شوکت سے مردوں کو متاثر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علم و فضل سے بڑے بڑے علماء و فضلاء نے خوشہ چینی کی ہے۔ اور ان کی شاگردی اور استادی فخر جانا ہے۔

حجاج کا آخری جہاز مظفری ۱۲ مارچ کو بمبئی پہونچا۔ اسی کے ساتھ ۱۹۷۵ء کا موسم بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام حجاج و زوار کو حج مبرور، سعی مشکور، ذنب مغفور کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ چند ماہ کے بعد آئندہ موسم حج کی ابتداء ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کے نصیب میں اس سال یہ دولت رکھی ہے، ان کو ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

؎ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ج ۸ ص ۲۱۸

(۶)

آیاتِ قرآنی

متعلقہ مناسکِ حج و زیارت

خواجہ محمد واسع صاحب، حیدرآباد

آیت (۱۵)

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۞

(پ ۲ ع ۹)

حج کے چند مہینے ہیں معلوم، پھر جس نے لازم کر لیا ان (مہینوں) میں حج تو نہ رفث ہے اور نہ فسوق اور نہ جھگڑا کرنا حج میں اور جو کچھ نیکی تم کروگے (وہ) اللہ کو معلوم ہوگی۔ اور زادِ راہ لے لیا کرو، بے شک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل مندو!

الحج اشھر معلومات:۔ حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذی قعدہ اور

دس دن ذی الحجہ کے ہیں۔ اور حج کا احرام ان ہی ایام میں باندھنا چاہئے،
صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سنت یعنی دین کا طریقہ
یہی ہے کہ حج کا احرام نہ باندھا جائے سوائے حج کے مہینوں کے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام جائز نہیں
اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تو وہ احرام حج کا نہ ہوگا بلکہ عمرہ کا ہو جائے گا۔ امام اعظم
اور امام احمدؒ کے نزدیک اگر ان مہینوں سے پہلے کسی نے حج کا احرام باندھ لیا تو جائز تو ہوگا
لیکن مکروہ ہے۔

فَمَنْ فَرَضَ ...... فِی الْحَجِّ :- جب احرام باندھ کر حج کی نیت کر لی تو بہت
سی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ دورانِ حج رفث، فسوق اور جدال
سے بچتا رہے، یہاں رفث کے معنوں میں فحش اور بے حیائی کی باتیں بھی شامل ہیں،
خواہ صاف طور سے کہی جائیں یا کنایۃً اور اشارے سے۔ فسوق کے معنی بے حکمی کے ہیں۔
اور جدال سے مراد لڑائی جھگڑا ہے کہ کوئی اپنے ساتھی سے ایسا برتاؤ کرے کہ وہ غصہ
میں آئے یا خود غصہ میں آجائے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بیان القرآن
میں اس کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ :-

"فحش بات دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو پہلے سے حرام ہے وہ حج
کی حالت میں زیادہ حرام ہو گئی، دوسرے وہ جو پہلے ہی سے حلال تھی
جیسے اپنی بیوی سے بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا تو حج میں
یہ بھی درست نہیں، اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ہے، ایک وہ جو پہلے
سے ہی حرام ہے جیسے تمام گناہ تو یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام

ہو جائے گی، دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا، بال کٹوانا وغیرہ تو حج میں یہ امور ناجائز ہو جاتے ہیں، ایسے ہی رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی بُرا ہے مگر حج میں اور زیادہ بُرا ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حج کیا اس گھر (کعبۃ اللہ) کا اور نہ رفث کیا اور نہ فسوق تو وہ لوٹا اس دن کے مانند کہ جنا اس کی ماں نے اس کو۔ ایک دوسری حدیث میں جدال کا لفظ بھی ہے، بہرحال دورانِ حج بہت ہی صبر و ضبط سے کام لینا چاہیئے۔ اور ہر ممکن برائی سے خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو بچنا ضروری ہے تاکہ حج مبرور کی سعادت حاصل ہو۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللهُ :۔ یعنی جو کچھ بھی نیکی کروگے اس کا علم اللہ کو ہو کر رہے گا اور اس کا پورا پورا اجر تم کو ملے گا۔ اس لئے حج کے فرائض اور اس کے افعال پوری طرح حسن و خوبی سے ادا کرو۔ اور ممنوعات سے بچتے رہو، اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اور ان کا پورا پورا اجر و ثواب عطا کریگا۔

وَتَزَوَّدُوْا .... الالباب ہ :۔ یہ بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ جب تم حج کے لئے نکلو تو زادِ راہ (روپیہ پیسہ اخراجات کے لئے) ساتھ لیکر نکلو تاکہ راستہ میں نہ خود تکلیف اٹھاؤ اور نہ دوسروں پر بار بنو۔ جاہلیت کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ احرام باندھتے وقت اپنے پاس جو کچھ سرمایہ ہوتا تھا اس کو پھینک دیتے تھے اور بعض لوگ خصوصاً یمن کے لوگ تو زادِ راہ رکھتے ہی نہیں تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جب مکہ میں آتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ زادِ راہ نہ لینا کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ اصل خوبی خدا کا خوف اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے محترز رہنا ہے۔

یعنی بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے کہ دل میں اللہ کا خوف ہو اور جذبۂ پرہیزگاری رہے، جب دل میں یہ ہو تو پھر ظاہری توشہ بھی لے لو تاکہ پرہیزگاری میں فرق نہ آنے پائے، راستہ میں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور ان کے لئے باعثِ گرانی بننا تقویٰ کو متاثر کرتا ہے اس کے متابعد ہی پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے صاحبِ عقل و فہم لوگو! تقویٰ کو نہ چھوڑو، میرا تقویٰ اختیار کرو اور میرے تمام احکام کی تعمیل خلوصِ نیت سے صرف میری ہی رضا و خوشنودی کے لئے کرو۔ حاصلِ کلام یہی ہے کہ سب سے مقدم حج و عمرہ ادا کرنے میں تقویٰ ہے یعنی اللہ کا خوف ہے اس کی عظمت و جلال کا دھیان دل میں رکھ کر سارے افعال ادا کرنے چاہئیں۔

آیت (۱۶) :-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا	کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ	اپنے رب کا۔ اور جب لوٹو عرفات سے
مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ	تو اللہ کا ذکر کرو مشعرِ حرام کے پاس ،
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ	اس کا ذکر کرو جیسا کہ تم کو اس نے بتلایا
كَمَا هَدٰىكُمْ ج وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ	ہے، اور بے شک اس سے پہلے تم
قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ٥ ۔ (پ۲ ع۹)	ناواقفوں میں سے تھے۔

نوٹ :- عرفات وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا علیہا السلام جدا ہونے کے بعد ملے تھے، عرفات کی وجہ تسمیہ کی روایتوں کے لئے ملاحظہ ہو آیت ۵ ،

مشعرِ حرام (مزدلفہ) وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السّلام کا ازدلاف (مقاربت) ہوا تھا، اور یہاں حضرت علیہ السلام کا آتش دان بھی تھا۔

اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو یہ کہ دورانِ حج تجارت کی اجازت دی گئی اور دوسرے یہ کہ مزدلفہ میں اللہ تعالیٰ کا حسب ہدایت کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان احکام کے آنے سے پہلے لوگ ان دونوں امور کے متعلق ناواقفیت میں مبتلا تھے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ ...... مِّن رَّبِّكُمْ :۔ تمام کاموں میں اجر و ثواب کا دارومدار کرنے والے کی خلوص نیت اور للہیت پر ہے۔ حج کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے سے منسوب کیا ہے اور پھر ساری عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور عام طور پر لوگ بھی صرف ایک ہی بار کرتے ہیں۔ اس لئے حج میں نیت بہت ہی پاک و صاف رکھنی چاہیئے۔ حج کا ارادہ جب ہو جائے تو پھر یہ سفر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے ہو کوئی اور غرض نہ ہو البتہ کچھ تجارت کرلیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ذوالمجاز اور عکاظہ بازار تھے لوگ خرید و فروخت کرتے تھے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے (حج کے دوران) تجارت میں کراہیت محسوس کی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر کچھ گناہ نہیں اگر (موسم حج میں) تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، یعنی تجارت کرو، ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ منیٰ میں تجارت نہیں کرتے تھے اس لئے ان کو تجارت کا حکم ہوا جس وقت کہ عرفات سے واپس ہوں۔

فَاِذَا اَفَضْتُمْ ...... عرفات سے لوٹنے پر مشعر الحرام کے پاس ...... كَمَا هَدٰىكُمْ :۔ یعنی مزدلفہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کا حکم ہے جیسا کہ بتلایا گیا ہے۔

عرفات میں جہاں چاہیں ٹھہر سکتے ہیں لیکن جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا

افضل ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے تھے، البتہ بطن عرنہ میں نہ ٹھہر کہ یہ حدودِ عرفات سے خارج ہے، بطن عرنہ ایک وادی ہے، مسجد نمرہ کے مغرب طرف اور اس کے حدود پر نشان لگے ہوئے ہیں۔

مزدلفہ سارا ٹھہرنے کا مقام ہے لیکن جبل قزح پر یا اس کے قریب ٹھہرے کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں ٹھہرے تھے، البتہ وادی محسّر میں نہ ٹھہرے کہ یہاں اصحاب فیل ٹھہرے تھے اور تباہ ہوئے تھے۔

عرفات، مزدلفہ، اور منیٰ میں ٹھہرنے کے چند مسائل یہ ہیں :۔

حج کے افعال اور ارکان کا آغاز ۸ ذی الحجہ سے ہوتا ہے۔

افعالِ حج :۔

۷ ذی الحجہ کو حرم شریف میں باضابطہ اعلان ہوتا ہے کہ پرسوں ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں حاجیوں کا اجتماع ہوگا جو حج کا ایک ضروری رکن ہے، ۷ ذی الحجہ ہی کو ظہر بعد حرم شریف میں امام خطبہ پڑھتا ہے جس میں مسائل و مناسک حج بیان کئے جاتے ہیں حاجیوں کو چاہئے کہ اس خطبہ کے سننے کا اہتمام کریں۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اتباع کی سعادت حاصل رہے۔

(۱) ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ کہلاتا ہے، آج حاجی سب مکہ سے منیٰ جاتے ہیں مکہ سے منیٰ کے لئے ۸ ذی الحجہ کو روانگی کا مسنون وقت بعد نماز فجر سورج نکلنے کے بعد ہے جو لوگ احرام میں نہ ہوں وہ منیٰ کو روانگی سے قبل احرام باندھ لیں۔ بہتر اور افضل تو یہ ہے کہ ۷، ۸ ذی الحجہ کی درمیانی شب میں ہی عشاء کے بعد احرام باندھ لیں اور حرم شریف میں بلکہ اگر ممکن ہو تو حطیم میں دوگانہ ادا کرکے حج کی نیت کرلیں، اور اگر چاہیں تو

طواف کر کے سعی زیارت سے بھی فراغت حاصل کر لیں۔

منیٰ جاتے وقت راستہ بھر لبیک، درود شریف اور استغفار پڑھتے رہیں۔ اور کوشش یہ کریں کہ منیٰ میں قبل زوال پہونچ جائیں، منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹ ر ذی الحجہ کی فجر ادا کریں کہ یہ سنت ہے۔

دوران قیام منیٰ رات ۸ر اور ۹ر ذی الحجہ کی درمیانی رات میں جس قدر ہو سکے اپنا وقت دعاؤں اور اذکار میں گذاریں، یہ رات بڑی مبترک رات ہے۔ اگر کوئی شخص ۸ر اور ۹ر ذی الحجہ کی درمیانی رات منیٰ میں گذار ے بغیر عرفات چلا جائے تو اس کا حج تو ہو جائے گا لیکن ایک سنت چھوٹ جائے گی۔

(۲) ۹ر ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد جب سورج کچھ بلند ہو جائے تو منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوں، منیٰ سے عرفات تقریباً چھ میل ہے۔ راستہ میں تین میل پر مزدلفہ واقع ہے، عرفات میں حاضری سے پہلے غسل کر لیں ورنہ کم از کم وضو کر لیں۔ زوال سے قبل عرفات پہونچ جائیں۔ اور دعا و استغفار میں مصروف رہیں۔ ظہر اور عصر کی نماز مسجد نمرہ میں جماعت کے ساتھ ادا کریں اگر وہاں نہ پڑھ سکیں تو پھر عرفات میں جہاں ٹھہریں وہیں تنہا یا جماعت سے پڑھیں، میدان عرفات میں جہاں چاہیں ٹھہر سکتے ہیں لیکن جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا افضل ہے، بطن عرنہ میں نہ ٹھہریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ٹھہرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یہ حدود عرفات سے باہر ہے۔

عرفات میں وقوف فرض ہے اور یہ حج کا ایک اہم رکن ہے ۹ر ذی الحجہ کو زوال سے لیکر غروب آفتاب تک ٹھہرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے قبل میدان عرفات سے نکل جائے تو اس کو ایک دم دینا ہوگا کیونکہ اس نے واجب ترک کیا۔

اگر کوئی شخص غروب آفتاب کے بعد عرفات میں پہونچے (۱۰ ذی الحجہ کی طلوع فجر سے قبل) تو اسکا تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنا کافی ہے۔ اس سے فرض کے ساتھ واجب بھی ادا ہو جاتا ہے۔ بغیر وقوف عرفات کے حج نہیں ہوتا۔ عرفات میں جتنی دیر ٹھہریں اپنا وقت تکبیر و تہلیل درود شریف تلاوت قرآن، توبہ واستغفار اور دعاؤں میں گذاریں۔

(۳) ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جائیں۔ مزدلفہ پہونچ کر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں کہ اس دن یہی حکم ہے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ عشاء کے وقت میں ادا کی جاتی ہیں اور یہ واجب ہے۔ پہلے ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب کے تین رکعت فرض پڑھیں اور اس کے فوراً بعد بغیر اذان و اقامت کے عشاء کے چار فرض پڑھیں۔ ان دونوں فرضوں کے درمیان سنن، نوافل یا اور کوئی نماز نہ پڑھیں البتہ صرف تکبیر تشریق کہہ سکتے ہیں۔

(۴) مزدلفہ میں ۹ اور ۱۰ ذی الحجہ کی درمیانی رات بسر کرنا خواہ ایک ساعت ہی کے لئے ہو واجب ہے۔ اس کو بیتوتہ مزدلفہ کہتے ہیں۔ لیکن رات کا زیادہ تر حصہ یہاں رہنا سنت موکدہ ہے۔

(۵) ۱۰ ذی الحجہ کو طلوع صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب کے قبل تک کی مدت میں خواہ ایک لمحہ ہی کے لئے کیوں نہ ہو مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے، اس کو وقوف مزدلفہ کہتے ہیں۔ اسکا وقت طلوع آفتاب کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

نوٹ:۔ بیتوتہ مزدلفہ اور وقوف مزدلفہ دونوں دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں اور دونوں واجب ہیں۔

(باقی آئندہ)

مغربی افریقہ جاگ رہا ہے

عالم اسلام سے تعاون کی

اپیل

(از الحاج ابراہیم سرپونگ ڈائرکٹر اطہر اسلامک سنٹر گھانا افریقہ)

اسلامی معجزات و مفاخر میں یہ بات بھی ہمیشہ سے رہی ہے کہ ہر دور میں اس کے انبساط و انشاط کا کوئی نہ کوئی خاص علاقہ رہا ہے جہاں کے باشندے تازہ دم ہو کر اسلام کی خدمت پہ کمر بستہ ہوئے ہیں اور گویا وہاں اسلامی عقائد و اعمال اور دینی تہذیب و ثقافت کو نئی طاقت ملی ہے۔ اس دور میں یہ بات برّاعظم افریقہ میں نظر آ رہی ہے جہاں مغرب سے مشرق تک اور شمال سے لیکر جنوب تک کے مسلمان نئی کروٹ لے رہے ہیں۔ مسلم حکومتیں ان کا ساتھ دے رہی ہیں۔ انقلاب زمانہ ان کے حق میں فضا ہموار کر رہا ہے اور قدیم مسلمان اپنی نشاۃ ثانیہ میں لگ رہے ہیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔ دو تین سو سالہ دور غلامی ختم ہو رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نئی نئی اسلامی جمہوریتیں وجود میں آ رہی ہیں اور نئے نئے مسلم ممالک تاریخ کے

صفحے پر ابھر رہے ہیں۔ آجکل ایتھوپیا کے علاقہ اریٹریا اور اسمرہ میں مجاہدین کی سرگرمیاں اسی آواز کی صدائے بازگشت ہیں۔ جمہوریہ صومال، جمہوریہ اسلامیہ موریتانیا، نیجر، نائیجیریا، چاڈ، کمران، مالی، گھانا، لیبیریا، سیرالیون، سنیگال، غینیا، ساحل العاج، فولٹا علیا، داہومی، ٹوبو، یوگنڈا، کینیا وغیرہ افریقی مسلم ممالک کے نام اس نے پہلے کب سننے میں آتے تھے، ان ممالک کے مسلمانوں میں اسلامی اور دینی زندگی کی قدریں ابھر رہی ہیں۔ غیر مسلم قومیں اسلام سے قریب ہو رہی ہیں اور مسلمان اپنے اعمال وعقائد پر کاربند ہونے کی کوشش میں ہیں۔ آج ہم مغربی افریقہ کے ملک گھانا کے ایک اسلامی ادارہ کا تعارف کرا کر قارئین کو اس کی طرف متوجہ کر رہے ہیں جسے وہاں کے ایک نو مسلم دردمند نے قائم کرکے اسلامی اور دینی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

الحاج ابراہیم سرپونگ اکرا (گھانا) کے نو مسلم ہیں، وہ نسلاً افریقی ہیں، ایک زمانے میں فوجی ملازمت کے سلسلے میں کچھ دنوں ہندوستان میں گزار چکے ہیں۔ انھوں نے اطہرا اسلامک سنٹر کی سرپرستی کرکے اس کے مختلف شعبہ جات بنائے ہیں، جن کے نام اسلامی فاتحوں اور بزرگوں کے نام پر رکھے ہیں جن کی ذات سے مغربی افریقہ کو دین وایمان کی دولت ملی ہے اور وہ اس دیار کے فاتح ہیں۔ موصوف نے عالم اسلام کے عربی اور انگریزی میں ایک اپیل شائع کی ہے جس میں مرکز اور اس کے شعبہ جات کا تعارف کرا کر مسلمانوں سے تعاون وامداد کی درخواست کی ہے، ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ (ادارہ)

کتب خانہ عقبہ بن نافع رض:- فاتح افریقہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے نام نسبت سے اطہرا اسلامک سنٹر کے ماتحت یہ عظیم الشان اسلامی لائبریری سنہ ۱۹۷۰ء میں اکرا میں قائم ہوئی ہے جس میں توحید، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض، قانون، تاریخ، سیر وغیرہ کے موضوعات پر اس قلیل مدت میں تقریباً چار سو

کتابیں موجود ہیں، اور اکثر انگریزی زبان میں ہیں تاکہ گھانا کے عوام کو ان سے استفادہ میں آسانی ہو، جس مسلمان کو جس موضوع سے دلچسپی ہوتی ہے وہ اس لائبریری سے اسی کے مطابق استفادہ کرتا ہے اور اس کی ہر قسم کی ملی و دینی مدد کی جاتی ہے۔ ان میں بہت سی کتابیں دیگر ممالک کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان خصوصاً بمبئی کے مسلمانوں کا عطیہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے۔

شعبہ نشر و اشاعت طارق بن زیاد :- یہ وہی طارق بن زیاد فاتح افریقہ ہیں جنہوں نے افریقہ سے آگے اندلس میں پہونچ کر جہاز اور کشتیاں توڑ دی تھیں۔ اور اسلامی فوجوں سے کہدیا تھا کہ اب ہمیں اس ملک کو فتح کرکے اسی میں رہنا ہے، پیچھے ہٹنے کی راہ باقی نہیں رہی۔ ان کے نام پر اطہر اسلامک سنٹر کا یہ شعبہ نشر و اشاعت اسلامی اور دینی کتابیں اور چارٹر شایع کرکے مسلمانوں میں مفت تقسیم کرتا ہے، چنانچہ انگریزی زبان میں رسول اسلام۔ احکام صیام، طریقہ نماز۔ کھانے پینے کے آداب، اسلامی لباس ماثورہ دعائیں، طریقہ استخارہ، غسل و وضو، اسلام میں شادی، مسلمان ماں کی ذمہ داری، توحید و شرک، اسلام میں عیدین۔ زکوٰۃ کا حکم، نفل نمازوں کا چارٹ وغیرہ شایع کرکے گھانا کے مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا جا رہا ہے اور جو لوگ باہر سے طلب کرتے ہیں ان کو مفت بھیجا جاتا ہے۔

ادارہ بلال بن ابی رباح رض :- یہ ادارہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نام کی نسبت کا شرف رکھتا ہے اسکا مقصد اسلام کی تبلیغ افریقہ کی قدیم بت پرست قوموں میں ہے، نیز ان لوگوں کو راہِ راست پر لانا ہے جو اسلام کی تلاش میں بہائی یا قادیانی ہوگئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دین اسلام کی صحیح تعلیم دینا اور انکو صحیح دین پر لانا اہم کام ہے۔

ندوۂ عبداللہ بن یاسین :- حضرت شیخ عبداللہ بن یٰسین مغربی افریقہ کے مشہور ترین اہل اللہ اور مشائخ میں سے ہیں جن کی ذات سے

یہاں مرابطین کی اسلامی حکومت کا قیام ہوا۔ ان کے نام پر یہ ندوہ اور انجمن ہر مہینہ کے پہلے سنیچر کو مسلمانوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتی ہے۔ اور وہ اکٹھا ہو کر مختلف اسلامی موضوعات پر لیکچر اور تقاریر کرتے اور سنتے ہیں۔ اسلامی عقائد، اعمال، تہذیب، تمدن، علوم و فنون پر کھل کر بحث ہوتی ہے اور شکوک و شبہات کے رفع کرنے کیلئے فضیلۃ الشیخ الحاج مولانا خالد کمال ہندی مبارکپوری کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو سعودی عرب کے ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کی طرف سے اکرا میں عربی کی تعلیم کے لئے مبعوث ہیں، موصوف جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ اور اطہراسلامک سنٹر کے دینی نگراں ہیں۔ اس ندوہ کے ممبران اسلامی موضوعات پر بحث و مباحثہ ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ اسلامی احکام کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں برتنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اسلامی احکام و تعلیمات پر عمل کرنے والی ایک مثالی جماعت ہو اور دوسرے لوگ اسے دیکھ کر اسلام کو سمجھیں۔

دوسرے مشاریع یعنی پلان :- مرکز کے سامنے کئی پلان ہیں جن کی تکمیل کے لئے مالی تعاون کی ضرورت ہے ابھی تک مرکز کا کوئی مستقل

دفتر نہیں بن سکا ہے فی الحال الحاج ابراہیم سرپونگ کی تعمیر کردہ مسجد میں اسکا دفتر ہے، ارادہ یہ ہے کہ مرکز کی عمارت میں دفتر کے علاوہ وقتی طور سے آنیوالے مہمانوں کے رہنے سونے کا بھی انتظام ہو تاکہ وہ اطمینان و سکون سے دینی کام میں مشغول رہ سکیں، اس عمارت کے ابتدائی اخراجات ایک اندازہ کے مطابق دس ہزار سیڈی (ایک سیڈی تقریباً دس روپیہ کے برابر) ہے۔ اتنے اخراجات کے بعد کام میں باقاعدگی آجائے گی۔ اور آئندہ تعمیری کام ہوتا رہے گا۔

اسلامی آرگن کا اجرا:- اسلامی صحافت کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر مرکز کے سامنے انگریزی زبان میں ایک اسلامی آرگن جاری کرنے کا سوال بڑی اہمیت کے ساتھ زیر غور ہے تاکہ گھانا میں اسلامی دعوت اور تعلیمات و احکام کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جا سکے۔ عالم اسلام سے غانین مسلمانوں کو متعارف کرایا جائے اور یہاں کے مسلمان باہر کے مسلمانوں سے تعلق رکھیں۔ اور ان کی خبروں اور حالات سے واقف ہوں۔ اور اخوۃ اسلامیہ کی شیرازہ بندی ان کو بھی عالم اسلام میں شامل کر لے۔

تجارتی کتب خانہ:- مرکز کے تحت ایک لائبریری قائم ہے۔ اسلامی احکام و تعلیمات کے موضوعات پر چھوٹی چھوٹی کتابیں اور چار ٹریکٹ شایع کئے جاتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ اسلامی علوم و فنون کی ترجمانی اس طرح پورے طور سے نہیں ہو سکتی ہے گھانا کے مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ پورے طور سے اسلام کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں، مگر افسوس کہ یہاں اسلامیات پر کتابیں کمیاب ہی نہیں نایاب ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ سعودی حکومت اور بعض دیگر حکومتیں کتابیں روانہ کرتی ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سے کام نہیں چل سکتا، اس لئے مرکز کے سامنے یہ تجویز بھی ہے کہ ایک تجارتی کتب خانہ قائم کیا جائے جس میں مسلم ممالک کی قدیم و جدید کتابیں اور تصانیف بغرض فروختگی وافر مقدار میں موجود ہوں۔ گھانا کے مسلمان زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کر کے کتابیں خریدنا چاہتے ہیں مگر نہیں خرید سکتے کیونکہ اس کا انتظام نہیں ہے اس لئے یہ تجویز بہت اہم اور مفید ہے۔

اسلامی بستی:- مرکز کا یہ بھی ارادہ ہے کہ "بیت الاسلام" کے نام سے اکرا میں ایک خالص اسلامی بستی بسائی جائے۔ جہاں اسلامی تعلیم و تربیت کا

اعلیٰ ترین انتظام ہو، اس شہر میں مسجد، جامع مسجد، مدرسہ، بازار، اور ذاتی مکانات ہوں گے گویا یہ اسلامیوں کا شہر ہوگا۔

اجتماعی کاشتکاری :- مرکزی مصلحت کے پیش نظر اور مقامی حکومت کی خواہش کے مطابق اجتماعی کھیتی باڑی کا بھی پروگرام ہے جو اکرا کے اطراف میں ہوگی، ان شاء اللہ عنقریب اس کے لئے بہت بڑا قطعۂ آراضی الاٹ ہونے والا ہے۔

مختلف علاقوں میں مرکز کی شاخیں :- ہمارے پروگرام میں گھانا کے مختلف شہروں اور بستیوں میں مرکز کی شاخیں قائم کرنا بھی شامل ہے تاکہ ہر جگہ کے مسلمان اپنے اپنے طور پر مرکز کی نگرانی میں کام کریں اور ان کو کام کرنے کا طریقہ معلوم ہو

ان تمام دینی و اسلامی کاموں کے لئے عالم اسلام کے مسلمانوں کے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ اور ان کی مدد سے گھانا کے مسلمان بہت کچھ دینی فوائد حاصل کریں گے اس لئے ہم آپ سے اخلاقی و مالی تعاون کی درد مندانہ اپیل کرتے ہیں، خاص طور سے ایسی کتابیں چاہتے ہیں جو صحیح دینی موضوعات پر انگریزی زبان میں ہوں۔ مزید معلومات کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمائیے۔

الحاج ابراہیم سرپونگ۔ ڈائرکٹر اطہر اسلامک سنٹر
پوسٹ بکس ۲۴ کورلی بو، اکرا۔ گھانا (مغربی افریقہ)

وفیات

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رح

از قاضی اطہر مبارک پوری

افسوس کہ دار المصنفین اعظم گڈھ کے ناظم، رسالہ معارف کے ایڈیٹر اور بہت سی علمی، تاریخی، ادبی۔ اور دینی کتابوں کے مصنف حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸؍ ذوقعدہ سنہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۲؍ دسمبر سنہ ۱۹۷۴ء کو جمعہ کے دن ۴؍ بجے شام میں اچانک انتقال کر گئے، حسب معمول بال بنوایا غسل کیا۔ کھانا کھایا۔ نماز جمعہ ادا کی، پھر سو گئے، اور عصر کی نماز کے وضو کے لئے اٹھ رہے تھے کہ زمین پر گر گئے، اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وصیت کے مطابق اپنے وطن رُدولی لیجا کر آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

سلسلہ صابریہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت احمد عبد الحق رُدولوی سے شاہ صاحب کا نسبی تعلق تھا، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۷۰ سال کی تھی جس میں سے تقریباً ۵۰ سال دار المصنفین میں گذرے تھے، ان کے انتقال سے دار المصنفین سے بزم شبلی و سلیمان

کی کہنا چاہیے کہ آخری یادگار ختم ہوگئی، علامہ سید سلیمان کے دارالمصنفین چھوڑنے کے بعد وہی اس کے ناظم اور معارف کے اڈیٹر رہے۔ شاہ صاحب اپنی نیک نفسی، شرافت طبع، خوش خلقی، وضعداری، علمی وقار اور دینی و روحانی زندگی کے اعتبار سے بڑی پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا علمی اور ادبی ذوق نہایت صاف ستھرا تھا۔ تصنیف و تالیف اور طرز نگارش میں شبلی و سلیمان کے ترجمان تھے۔ تواریخ و سوانح کے موضوع پر بہت سی معیاری کتابیں لکھیں، آخری دور میں "دین رحمت" نامی کتاب لکھی جو اسلام کے محاسن و مفاخر کے بیان میں اپنے طرز کی خوب کتاب ہے۔ گذشتہ سال اپنے استاد مولانا سید سلیمان کی سوانح حیات سلیمان کے نام سے شائع کرکے حق شاگردی ادا کیا۔ جس طرح خود سید صاحب نے حیات شبلی لکھ کر اپنے استاد کا حق ادا کیا تھا۔ ان کی بھاری بھرکم شخصیت دارالمصنفین کا بھرم تھی۔ علمی و تصنیفی خدمات پر حکومت کی طرف سے ان کو ایوارڈ بھی ملا تھا۔ قد ابھرتا ہوا، جسم موزوں، سرخی لئے ہوئے چہرہ پر نورانی داڑھی، رنگ گندمی، آواز بھاری بھرکم تھی۔ چہرے بشرے سے معصومیت ظاہر ہوتی تھی، طبیعت میں سادگی تھی، خورش خورد و خورش پوشش تھے، طبعاً خاموش اور کم آمیز تھے، مگر جن سے وابستگی ہوجاتی تھی ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے کھل کرملتے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر ان کی پریشانی اور گھبراہٹ قابل دید ہوتی تھی۔ داؤ پیچ سے قطعاً ناآشنا تھے، دارالمصنفین کی نظامت میں محترم سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب پر پورا اعتماد رکھتے تھے، موصوف نے بھی شاہ صاحب کی نیابت میں بہترین انتظامی صلاحیت سے کام لیکر دارالمصنفین کو ناساعد حالات میں اس کے کیف و کم کے ساتھ برقرار و استوار رکھا۔

بیس سال سے زائد مدت سے راقم کو شاہ صاحب سے نیازمندانہ تعلق رہا ہے، اس سلسلہ میں خاص بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے خود اپنے اخلاق و محبت سے مجھے اپنے قریب فرمالیا، صورت یہ ہوئی کہ

البلاغ" میں میرے مضامین شائع ہوتے تھے جن کو شاہ صاحب مستقل طور سے ملاحظہ کرتے تھے، اور جب کبھی ملاقات ہوجاتی تو فرماتے کہ ان مضامین کا حلقہ البلاغ کا نہیں معارف کا حلقہ ہے۔ ان تاریخی و تحقیقی اور علمی مضامین سے البلاغ کے قارئین کو کیا دلچسپی ہوگی۔ آپ ان کو معارف میں دیا کریں، میں درست کرکے شائع کروں گا، چنانچہ سب سے پہلا مضمون "رجال سندھ و ہند ساتویں صدی تک" معارف میں چار قسطوں میں سرمقالہ بناکر شائع کیا اور اس کی تعریف کرکے تحسین و تشویق کی۔ اس زمانہ میں راقم اپنی کتاب رجال السند والہند کو مرتب کر رہا تھا، جب شاہ صاحب سے اس کا تذکرہ ہوا تو مسودہ دیکھنے کی خواہش کی، میں نے دیا تو ہفتوں کے بعد بکمال حفاظت واپس کرکے بہت افزائی کی، اور کتاب چھپ گئی تو معارف کے شذرات میں اس کا شاندار تذکرہ کیا۔ اس کے بعد سے معارف میں میرے مقالات برابر شائع کرتے رہے۔ اور اکثر مضامین کو سرمقالہ بناتے تھے۔ ابتدا میں اکثر مضامین عرب و ہند کے علمی و دینی تعلقات پر ہوا کرتے تھے۔ بعد میں دیار پورب کے علماء و مشائخ اور علمی سرگرمی سے متعلق ہوتے تھے جب کوئی مضمون روانہ کرتا تو فوراً رسید سے مطلع کرتے اور پہلے خود بالاستیعاب پڑھ لیتے تھے۔ انکو دیار پورب کے علم و علماء سے متعلق مضامین سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ ملاقات ہوتی تو خوب داد دیتے اور فرماتے کہ آپ نے اس دیار کی علمی تاریخ لکھ کر بڑا کام کیا۔ یہ قرضہ ابتک باقی تھا جسے آپ نے ادا کیا ہے۔ میرا معمول تھا کہ جب وطن جاتا تو متعدد بار دارالمصنفین جاکر شاہ صاحب سے نیاز حاصل کرتا تھا۔ اگر جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مولانا عبدالباری (ابو علی اعظمی) جناب یحییٰ اعظمی مرحوم، مولانا ضیاءالدین اصلاحی، مولانا حافظ محمد نعیم صدیقی ندوی اور دیگر احباب سے ملنے ملانے میں دیر ہوجاتی اور شاہ صاحب کو میری آمد کا علم ہوجاتا تو خود آواز دیکر بلاتے یا ملازم کو بھیجتے، اور حاضری پر بڑے نشاط و انبساط کے ساتھ بٹھاتے، فوراً پان کی ڈبیہ مع دیگر لوازم کے پیش کرتے، اور سلام و کلام کے بعد

کسی موضوع پر بات چھڑ جاتی جس کا سلسلہ گھنٹوں تک چلتا تھا۔ اور میں جب اٹھنے کا ارادہ کرتا تو بٹھاتے اس طرح تین چار "چل رہا ہوں اور رہئیے" کے بعد اجازت دیا کرتے تھے۔

ایک بار دار المصنفین میں حاضری ہوئی تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں ابھی کل رودلی سے آیا ہوں اور وہاں کی بہترین مٹھائی لایا ہوں، چلئے آپ کو کھلاؤں، یہ کہکر دفتر سے اٹھے اور ساتھ لیکر چلے۔ راستہ میں میرے کاندھے پر نہایت شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا قاضی صاحب! مجھکو آپ سے بڑی محبت ہے، آپ خوب کام کر رہے ہیں بمبئی جیسے ہنگامہ خیز اور غیر علمی شہر میں رہکر انقلاب، البلاغ، مستقل تصنیف و تالیف اور دوسرے رسائل کے لئے مضامین لکھنے کا وقت کہاں سے پاتے ہیں؟ پھر اپنی قیام گاہ پر لیجا کر خاطر تواضع کی اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

میرے قیام مبارک پور کے زمانہ میں اگر دار المصنفین کی مجلس انتظامیہ کی میٹنگ ہونے والی ہوتی تو پہلے ہی دعوت دیکر شرکت کے لئے تاکید کرتے تھے، اور میری حاضری سے مسرور ہوتے تھے،

دار المصنفین کے پچاس سالہ جشن کے سلسلہ میں بمبئی تشریف لائے تو ہمیں اس میں شرکت کی یہ کہکر دعوت دی کہ باقاعدہ وہاں سے دعوت نامہ کے منتظر نہ رہیں، آپ سے تعلقات عزیزانہ ہیں، جو اس قسم کے تکلفات سے بالاتر ہیں، مگر میں مصروفیت کی وجہ کر اس میں شریک نہ ہو سکا، بعد میں معارف کے شذرات میں اس تعلق کا اظہار فرمایا۔

اسلامک اسٹڈیز کانفرنس کے موقع پر میں وطن میں تھا، اور اس میں شرکت کی، شاہ صاحب اس سے بے حد خوش ہوئے۔

ان کی شفقت و محبت کی وجہ سے میں ان سے بہت بے تکلف ہو گیا تھا، بعض اوقات

میرے الٹے سیدھے تبصروں سے بہت خوش ہوتے اور خود بھی تفریحی باتیں کرنے لگتے۔
الغرض ان کے کریمانہ اخلاق، مربیانہ شفقت اور علمی رکھ رکھاؤ کی وجہ سے مجھکو ان سے
بڑی عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ اور وہ بھی مجھ سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے، اگر شاہ صاحب
کچھ دنوں اور زندہ رہتے تو یقین ہے کہ وہ مجھے دارالمصنفین میں کھینچ لیتے، چنانچہ
حج ۱۳۹۳ھ کے موقع پر بھی فندق مکہ میں مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی کی
موجودگی میں اس قسم کی بات آئی تھی۔

پہلی بار حج و زیارت کے سفر سے پہلے اکثر ملاقات میں اپنے ذوق و شوق اور
ارادہ کا اظہار فرماتے اور میں عرض کرتا کہ جب پختہ ارادہ ہو تو فرمائیے گا میں بھی چلوں گا،
اللہ کی شان کہ شاہ صاحب نے دو مرتبہ حج ادا فرمایا اور دونوں مرتبہ راقم ان کے ساتھ
رہا۔ ۱۳۸۵ھ میں شاہ صاحب نے پہلا حج خاندان کے بعض افراد کے ساتھ ادا کیا، مجھ سے
چند دن پہلے روانہ ہوئے، میں بعد میں پہونچا، حرمین شریفین میں روزانہ بلکہ دن میں بار بار
ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ مکہ مکرمہ میں اہل علم سے ملنے میں عموماً ساتھ رہا کرتا تھا۔ ویسے شاہ صاحب
کم آمیز تھے مگر کبھی کبھی کہتے کہ آئیے ذرا تفریح کرلیں۔ اور مدرسہ صولتیہ، یا ہندستانی سفارتخانہ
یا پھر بعض ہندستانی معاصر اہل علم کے یہاں چلے جاتے تھے، مدینہ منورہ میں بھی ساتھ رہنے کا
اتفاق ہوا، فرماتے تھے کہ یہاں آکر بڑا سکون معلوم ہوتا ہے اور قلب و روح کو عجیب کیفیت
محسوس ہو رہی ہے، یہاں سب سے زیادہ تفریحی موقع عصر اور مغرب کے درمیان مسجد نبوی شریف
کے صحن میں اس وقت ہوتا تھا جب کہ جامعہ اسلامیہ کے ہندستانی اور پاکستانی طلبہ کے درمیان
میری اور فضیلۃ الشیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد مصری استاذ جامعہ کی کسی موضوع پر گفتگو چھڑ جاتی
اور طلبہ لطف لیتے، شاہ صاحب بھی اس مجلس میں پابندی سے شریک ہو کر لطف اندوز ہوتے تھے،

اس مجلس میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی اور کبھی کبھی مناظرانہ رنگ آ جاتا تھا۔ ہندو پاکستان کے طلبہ اس میں شریک ہو کر اس لئے خوش ہوتے تھے کہ عرب علماء سمجھتے ہیں کہ ہندو پاکستان کے علماء علم و معلومات میں ان سے کمتر درجہ کے ہوتے ہیں۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ وہ عربی میں مافی الضمیر کو ادا نہیں کرتے۔

۱۹۶۳ء میں شاہ صاحب اور مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی ملک فیصل کی دعوت پر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاق کی بات کہ راقم بھی اسی سال اس نعمت سے بہرہ ور ہوا۔ ان حضرات کا قیام فندق مکہ میں تھا۔ راقم اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ کئی مقامات پر ان حضرات کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا، خاص طور سے حدیقۃ الزاہر کی۔ اور حج سے دو دن پہلے منیٰ۔ عرفات۔ مزدلفہ۔ کی سیر بہت پر لطف رہی۔

شاہ صاحب خاندانی مشیخت رکھتے تھے۔ صابریہ چشتیہ اور قادریہ سلسلے ان کے گھر کے تھے۔ اسی مناسبت سے اس سلسلہ کے ایک بزرگ کی عرفیت "لبادن" تھی اور خاندان میں اسی سے پکارے جاتے تھے، مگر علم و تحقیق کو ترجیح دیکر سجادہ نشینی کی زندگی سے دور رہے بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ آخر میں مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے بیعت ہو گئے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ ایک زمانہ میں مولانا عبدالغنی پھولپوری کچھ مجھ سے کچھ کشیدہ رہا کرتے تھے، ... دارالمصنفین آتے تو مجھ سے ملاقات نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے ان کو پکڑ لیا اور کہا کہ مولوی عبدالغنی! میں نے سنا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو، معلوم نہیں ہے کہ تم میرے خاندان کے پروردہ ہو۔ یہ سلسلہ قادریہ کس کا ہے؟ یہ سنتے ہی مولانا عبدالغنی صاحب معذرت کرنے لگے اور کہا کہ نہیں شاہ صاحب یہ بات نہیں ہے، ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ ہی کے بزرگوں کا عطیہ ہے

ایک مرتبہ بتایا کہ میں ایک دن لکھنؤ میں تھا، معلوم ہوا کہ فرنگی محل میں عرس ہو رہا ہے، میں بھی

چلا گیا اور مجلس میں ایک کنارے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو زبردستی اٹھا کر اپنے پاس بٹھایا اور نذرانہ پیش کیا، میں نے قبول کرنے سے انکار کیا مگر اصرار کر کے کہا کہ یہ ہمارے بزرگوں کا معمول ہے، آپ کو لینا ہوگا۔ ہمارا خاندان آپ کے خاندان کا خادم ہے آپ ہمارے مخدوم ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر شاہ صاحب سجادہ نشینی اور شیخیت کی زندگی بسر کرنے پر اتر آتے تو ان کو کیا مقام و مرتبہ حاصل ہوتا، مگر یہ ان کی بے نفسی تھی کہ خود دوسرے کے در پر جا کر گھر کی دولت حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے بہت خوب آدمی تھے۔ میں نے اس مضمون میں شاہ صاحب سے اپنے ذاتی تعلقات و تاثرات بیان کئے ہیں اور دیدہ و دانستہ اسے ان ہی میں محصور رکھا ہے۔

سوال کرنا:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں سے سوال اس لئے کرے کہ اس کے یہاں مال کی زیادتی اور فراخی ہو تو ایسا شخص آگ کی چنگاری کا سوال کر رہا ہے۔ اب چاہے کم لے چاہے زیادہ لے۔ (مسلم شریف)

بلا وجہ شرعی کے سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص ان سے اُن سے مانگ کر زندگی بسر کرتا ہے اور صحت و تندرستی ہوتے ہوئے جی چرا کر مفت خوری کرتا ہے، وہ دنیا و آخرت میں بے عزت اور ذلیل ہے۔

بَابُ الاُفتاء

از حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب

س :- زید نے انتقال کیا چھوڑا اپنی بیوی اور دو نابالغ لڑکیوں اور چار بہنوں کو۔ زید نے اپنی حیات میں محلہ کے چند اشخاص اور اپنی بہنوں کو بلا کر کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کا قرض ہے اس کی ادائیگی میری جائداد سے کرا دیجائے جس کی بنا پر ایک پنچنامہ کے تحت لکھا پڑھی کر کے زید کی جائداد کو قرضخواہ کے حوالہ کر دیا گیا اور قبضہ دخیل بھی کرا دیا گیا اور اس جائداد کو پا کر قرضخواہ نے اظہار وصولیابی کیا اور پنچان کے سامنے اعتراف کیا کہ اب زید سے میرا کوئی مطالبہ باقی نہیں۔

پنچ نامہ پر جن کے دستخط ہیں ان میں زید کی بیوی اور چار بہنیں اور محلہ کے تین معزز اشخاص بھی شامل ہیں۔ صورتِ مذکورہ میں قرضخواہ کا قبضہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

ج :- صورۃ مسئولہ میں حسب قاعدہ شرلیت قرضخواہ کا قبضہ کرنا درست ہے، ترمذی شریف میں ہے۔ عن سمرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال علے الید ما اخذت

فتاوی قادری (صفحہ ۱۷۲ ج ۱)

س :۔ زید کا انتقال ہوا انھوں نے اپنی پوری جائداد اپنے پانچ لڑکوں کے نام اپنی زندگی میں کردی ہے، جن میں دو لڑکے الگ الگ رہتے ہیں اور تین ایک ساتھ ہیں ان تینوں کے کاروبار اور روپیہ پیسہ کے بارے میں متوفی کی وصیت یہ ہے کہ مالک ان کی اہلیہ ہوگی چنانچہ اس کے مطابق عملاً مالک ان کی اہلیہ ہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شرعاً کس کو ملکیت حاصل ہے۔ قربانی وغیرہ کس کے نام کرنی ہوگی۔ واضح رہے کہ جائداد انھوں نے اپنی زندگی میں تقسیم کرکے سب بیٹوں کے نام کرکے قابض دخیل کردیا ہے۔

ج :۔ صورۃ مسئولہ میں جب کہ زید نے اپنی کل جائداد اپنے لڑکوں ہبہ کرکے قابض دخیل کردیا تو تمام لڑکے اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے۔ اگر ان میں سے ہر ایک کی ملک حسب قاعدہ شریعت نصاب کے برابر ہے۔ تو سب پر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مالک نصاب پر قربانی واجب ہے، اگر زید کی اہلیہ کے پاس بھی اس کی ملک نصاب کے برابر ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہو۔

درمختار میں ہے :۔ فتجب التضحیۃ علی حر مسلم مقیم موسر عن نفسہ انتھی مختصرا (ج ۵ ص ۲۰۳) باقی زید کی وصیت مذکورہ بابت ملکیت اہلیہ معتبر نہیں، کما لا یخفی

س :۔ کسی ولی کی قبر پہ چادر چڑھانا کیسا ہے

ج :۔ درست نہیں ہے۔ مشکوۃ شریف میں بحوالہ بخاری شریف مذکور ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (ج ۱ ص ۲۷) فتاوی عزیزی بحوالہ حدیث پاک، منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کپڑا پہناؤ پتھر اور مٹی کو (قبر پہ) (ص ۱۱۸) واللہ تعالی اعلم

ریلائبل روڈویز

انجمن خدام النبی کا دینی تعلیمی اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ

مدیر مسئول
محی الدین منیری

مدیر تحریر
قاضی اطہر مبارکپوری

صابو صدیق مسافرخانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپیے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

TELEGRAM TAUFIQ BOMBAY

ماہنامہ البلاغ بمبئی

اشاعت ۱۲ر مئی

جلد ۲ ۔ ماہ ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۳۹۵ھ مطابق مئی ۱۹۷۵ء

شمارہ ۵، ۴

ہندو پاک سے سالانہ چھ روپے، ممالک غیر دس روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارکپوری	۵ - ۱۶
بھوگے تو ٹوٹ جاؤگے	" " "	۱۷ - ۲۰
آیات قرآنی متعلقہ مناسک حج و زیارت	خواجہ محمد ساسع حیدرآباد	۲۱ - ۲۸
بارہ دن جنوبی ہند میں	قاضی اطہر مبارکپوری	۲۹ - ۴۰
پروگرام حج ۱۹۷۵ء	مغل لائن لمیٹیڈ	۴۱ - ۴۴
عالم انوار	زائر حرم حمید رح	۴۵ -
اشتہارات	(ادارہ)	۴۶ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی : پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس ۲۳ نور جی بمبئی ۳ میں چھپوا کر انجمن خدام النبی حاجی صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

مسلمانوں میں فرقہ اسماعیلیہ (بوہرہ شیعہ) اپنی تعداد میں محدود اور منظم و دولت مند ہونے کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز اپنے معتقدات و نظریات میں عامۃ المسلمین سے جدا ہے۔ منجملہ ان کے ایک عقیدہ یہ ہے کہ امام مستور کے منصوص داعی مطلق اور پیشوا کی اطاعت فرض ہے۔ اور اس سے انحراف مذہب سے انحراف ہے۔ امام وقت اور داعی مطلق سیاہ و سفید کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور کسی فرد کو اس کی مخالفت کا حق نہیں پہونچتا۔ مگر ایک طبقہ موجودہ مذہبی قیادت و سعادت کا شاکی بلکہ باغی ہے۔ اختلاف و شکایت کا یہ مزاج اس جماعت میں بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا مگر اسے فروغ نہیں مل سکا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۷ء میں غلہ کیس کا مشہور قضیہ اسی کی پیداوار تھا اب ایک طبقہ کھل کر موجودہ داعی و امام کی بہت سی باتوں کی مخالفت کرنے لگا ہے۔ حتیٰ کہ پارلیمنٹ اور اخبارات میں ان کے خلاف شکوہ شکایت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ نیز اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ عامۃ المسلمین کے سامنے اپنی مظلومیت کی داستان رکھ کر ان سے داد رسی کا طالب ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی فرقہ والوں کے داخلی اختلاف میں دوسرے لوگ دخیل نہیں ہو سکتے اور کوئی دوسرا طبقہ یا فرقہ ان کا ساتھ دیکر موجودہ قیادت و سیادت کے مقابلہ میں نہیں آ سکتا

اس تعفیہ کے حل کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے امام و پیشوا سے مل کر اپنی شکایات دور کریں کرائیں یا پھر اس مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیں اگر دوسری صورت کے لئے وہ راضی نہیں ہیں تو پھر پہلی صورت پر عمل کر کے اپنے اندرونی اختلافات طے کرلیں۔ راقم کے پاس بھی مخالف گروہ کے چند سرکردہ اصحاب اپنی مظلومیت اور شکایات لیکر آئے، اور ان کو یہی جواب دیا، کیوں کہ اس کے علاوہ بظاہر اور کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اختلاف کسی فرقہ یا طبقہ میں ہو بہرحال بری چیز ہے۔ اور اس سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نیز اس سلسلہ میں جو رویہ اختیار کیا گیا ہے اس سے اصلاح کی صورت نظر نہیں آتی، ہماری عین خواہش ہے کہ اسماعیلی فرقہ کا یہ اختلاف دور ہو اور ان کی شاندار تنظیم قائم رہے۔

---

۱۹ اپریل کو اسماعیلی فرقہ کے ۵۱ ویں داعی مطلق مرحوم ڈاکٹر سیف الدین طاہر صاحب کے عظیم الشان اور فن تعمیر کے حسین و جمیل نمونہ روضۂ طاہرہ کی رسم افتتاح بمبئی میں بڑے تزک و احتشام سے ادا ہوئی جس میں صدر جمہوریہ ہند سے لیکر جامع ازہر قاہرہ کے شیخ اور ہندو بیرون ہند اور عرب ممالک کے بہت سے علماء و فضلاء، ارباب حکومت اور اہل دول تک شریک ہوئے، اس موقع پر اس فرقہ کی طرف سے علمی و اسلامی تحقیقات کے لئے ایک ادارہ کا قیام ہوا، مصری قراء کی قرأت کا شاندار جلسہ ہوا۔ اور نہایت پر تکلف دعوت سے مہمانوں کی تواضع کی گئی، ان کے قیام و طعام کا انتظام تاج محل ہوٹل میں شاہانہ انداز میں رہا۔ اور تمام تقریبات میں

اسماعیلی اور فاطمی دعوت و فکر کی ترجمانی رہی۔ الغرض یہ تقریب اسماعیلی اور فاطمی نقطۂ نظر سے بہت زیادہ کامیاب رہی۔

مگر عامۃ المسلمین نے اس مقبرہ اور روضہ کے افتتاح میں ایسے علماء کی شرکت کو سخت ناپسند کیا جو موجودہ دور میں عام مسلمانوں کے دینی و ملی قائد و رہنما مانے جاتے ہیں، خاص طور سے ہندستان کے وہ علماء شدید غلطی کے مرتکب ہوئے جنھوں نے بڑے انشراح و انبساط کے ساتھ اس قبر پرستی اور روضہ کے افتتاح میں شرکت کرکے اسلامی عقیدۂ توحید کے خلاف اقدام کیا۔ بوہرے عام اسلامی امور و معاملات اور سیاسی و ملکی مسائل میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور تمام مسلمان ان کے ساتھ ہیں، مگر جہاں تک اس فرقہ کے خاص خاص افکار و معتقدات کا تعلق ہے وہ ان میں بالکل آزاد و خود مختار ہیں۔ ان میں ہم دخیل نہیں ہیں، پس مقبرہ اور روضہ کے افتتاح میں ہمارے یہ علماء کیوں شریک ہوئے، کیا یہ بھی کوئی قدر مشترک ہے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ تو شرک کا داعیہ اور سبب ہے اور اس کی سخت ممانعت آئی ہے، ہمارے علم میں جماعت اہلحدیث اور جماعت اسلامی نے اس سلسلہ میں رواداری کو بالائے طاق رکھکر اسلامی عقیدہ کی وضاحت کی اور اس میں شرکت کرنے سے صاف انکار کردیا، راقم نے بھی اسی پر عمل کیا۔ مگر ہمارے وہ علماء جن کے نزدیک رواداری اور صلح کل کے معنی توحید و رسالت تک کی حدود کا پاس نہ رکھنا ہے وہ اس میں بڑے انشراح سے شریک ہوئے، حب جاہ بہت بری بلا ہے، جب علمائے دین میں یہ بلا آتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

مطالعات و تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

وہ گنہ گار جو قابل معافی نہیں :-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت قابل معافی ہے سوائے مجاہرون اور مجاہرہ یہ ہے کہ آدمی رات میں کوئی غلط کام کرے اور اللہ تعالیٰ اسے چھپائے رکھے اور وہ آدمی کہے کہ اے فلاں! میں نے رات ایسا ایسا کام کیا ہے، حالانکہ رات اس کے رب نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اور صبح کو اس نے خود اللہ کی پردہ پوشی کو ظاہر کر دیا۔ [1]

جب تک معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان رہتا ہے مغفرت کی امید رہتی ہے اور بڑے سے بڑا گناہ توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی توبہ

---

[1] بخاری و مسلم

کی توفیق پانے والوں کی توبہ ضائع نہیں کرتی ہے، البتہ ایسے مجرم جو جرم کی حد سے نکل کر باغی وطاغی بن جاتے ہیں۔ اور ان کی جن حرکتوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم وکرم سے پردہ ڈال رکھا ہے، وہ جرأت وبے باکی کی وجہ سے ان کو بیان کرتے ہیں، اور شرم وحیاء سے بالاتر ہوکر کرم خداوندی سے کھیلتے ہیں۔ ایسے بدکاروں کی مغفرت ومعافی کی صورت کیسے ہوسکتی ہے ہم میں کتنے ایسے ہیں جنہوں نے شیطان کے مکر اور خواہش نفس میں پڑکر نہایت خطرناک گناہ کئے ہیں۔ جو اگر ظاہر ہوجائیں تو عدل خداوندی سے پہلے انسانوں کی نظر میں ہم انتہائی ذلیل وخوار ہوجائیں، اور معاشرہ میں ہم سے زیادہ گنہگار مشکل سے ملے۔ مگر فضل خداوندی نے ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے، اور ہم اس کی سزا میں گرفتار نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے فضل وکرم سے پردہ پوشی فرمائی ہے، اسی طرح توبہ واستغفار کی توفیق بھی دے گا۔ اور ہم میں کتنے ایسے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کھیل کر کے اللہ کی پردہ پوشی تک کی پرواہ نہیں کی۔ اور پوشیدہ گناہوں کو یوں بیان کرتے ہیں جیسے انھوں نے کوئی بڑا فنی مظاہرہ کیا ہے، اور اس میں کامیاب ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں توفیق الٰہی کی توقع نہیں ہے۔ اور زبان رسالت سے ایسے مجرموں کے بارے میں سراسر خسران وحرمان کی خبر دی گئی ہے۔ ان کی وجہ سے بستی میں برائی پھیلتی ہے، اور عوام میں ان کے جرائم کی کہانی سے بے باکی پیدا ہوتی ہے، اور گناہ کا ذوق پرورش پانے لگتا ہے، یہ لوگ نہ صرف اپنے حق میں سخت مضر اور خطرناک ہیں بلکہ پورے معاشرہ میں ان کی وجہ سے معاصی کا چرچا ہوتا ہے اور ذہنی ناپاکی جسمانی گندگی کا سبب بنتی ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غضب خداوندی سے ایسے بے باک مجرموں سے دور رہیں۔ اور ان کی گندی صحبت سے

پرہیز کریں، ورنہ وہ بھی ان کی لپیٹ میں آ جائیں گے، اور ان کا انجام بھی ویسا ہی بُرا ہوگا۔

شیریں کلامی اور نرمی: ہر معاملہ میں نرمی بہت مفید ہے، اور انسانی اخلاق سے یہی مطلوب ہے، سختی اور شدت سے لبسا اوقات کام بگڑ جاتا ہے جبکہ نرمی اور آسانی سے کام بن جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ رفیق یعنی نرم ہے اور ہر بات میں نرمی پسند فرماتا ہے [1]

نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفیق یعنی نرم ہے اور رفق و نرمی کو پسند فرماتا ہے، اور نرمی کرنے پر وہ کامیابی دیتا ہے جو سختی کرنے پر نہیں دیتا، اور نہ ہی نرمی کے علاوہ کسی اور بات پر دیتا ہے [2]

نیز ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے حسین و خوبصورت بناتی ہے، اور جس چیز سے نرمی علیحدہ کر لی جاتی ہے وہ اسے معیوب بنا دیتی ہے [3]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو لوگ اس کو مارنے کے لئے کھڑے ہو گئے، یہ دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی بہا دو۔ تم لوگ آسانی برتنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو [4]

حلم و بردباری اور صبر و رفق شریفانہ اخلاق ہیں اور شریفوں کا شیوہ ہے ان صفات محمودہ اور اخلاق جمیلہ سے بڑا سے بڑا کام آسانی سے لیا جا سکتا ہے۔

---

[1] بخاری و مسلم [2] مسلم [3] مسلم [4] بخاری بحوالہ ریاض الصالحین ص ۱۸۱

ایک میٹھا بول سینکڑوں تلخ کلامی سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔ اس لئے جب کوئی معاملہ آپڑے تو نرمی اور حسن اخلاق سے کام لیکر اسے خوبصورتی سے حل کرنا چاہئیے ذاتی معاملات میں ذاتی خوش خلقی اور نرمی کام دیتی ہے اور اجتماعی امور میں اجتماعی حسن اخلاق اور خرم زبانی سے کام لیا جاتا ہے۔ جہاں تیزی، تندی، سخت کلامی، کج خلقی اور بد اخلاقی و بد زبانی اپنا سارا زور خرچ کرنے کے باوجود ناکام ہو جاتی ہے وہاں شیریں کلامی اور خوش خلقی کا ایک مظاہرہ تمام مسائل کو دیکھتے ہی دیکھتے ختم کر دیتا ہے، شیریں کلامی اور خوش خلقی انسانیت کا زیور ہے جس کے لئے مسلمان معلم اور استاذ ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں نمونہ بن کر دوسروں کی رہبری کرے، مگر استادی تو بڑی بات ہے آج کل مسلمان اس معاملہ میں شاگرد بھی نہیں معلوم ہوتا

ہر نیک کام دائیں جانب سے کرو

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی یا از قسم مشروبات کوئی چیز پیش کی گئی آپ نے اس میں سے پیا، اس وقت آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف کچھ بوڑھے تھے، آپ نے لڑکے سے فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو بچا ہوا پانی دیدوں لڑکے نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے حصہ میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن اسی لڑکے کے ہاتھ میں رکھدیا، یہ لڑکے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے [1]

ہم مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر اچھا کام دائیں طرف یا دائیں ہاتھ سے

---

[1] بخاری و مسلم

شروع کرو۔ اس میں خیر و برکت ہے۔ مگر کسی دوسری وجہ سے جو معقول اور مفید دائم ہو بائیں طرف سے کام کرنا جائز ہے، اور کسی خاص موقع و محل سے بوقت ضرورت ایسا ہو جائے تو غلط نہیں ہے، مثلاً یہی کہ بائیں طرف کئی بڑے بوڑھے لوگ تھے اور دائیں طرف صرف ایک لڑکا تھا۔ بڑوں کے احترام میں ایسا کرنا جائز تھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی مرضی سے ایسا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر جب لڑکے نے اصولی طور سے اپنے حق کو خود استعمال کرنا چاہا تو آپ نے ان بڑوں بوڑھوں کے مقابلہ میں اس لڑکے کا حق اسے دیدیا، اور حق بحقدار رسید کے ساتھ ساتھ اس لڑکے کی دل جوئی بھی ہو گئی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑکے سے اجازت طلب فرما رہے ہیں تاکہ اس کے مقابلہ میں بڑوں بوڑھوں کو ترجیح دیں اور جب لڑکے نے اپنی سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ملنے والے حصّہ کو لینا ہی چاہا تو آپ نے اس کی نیک خواہش پوری فرما دی۔ اور اسلامی تعلیمات کا یہی تقاضا ہے کہ ان پر عمل کرنے کے لئے چھوٹے بڑے کا فرق نہ کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ اصول کا برتاؤ کیا جائے۔ جب مسلمانوں کے بچے اور بوڑھے دینی تعلیم اور اسلامی احکام پر اپنی محفلوں اور اپنے گھروں میں پورے طور سے عمل کرتے ہیں تو بڑا صالح معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک فرد اپنی جگہ خوش و مطمئن ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔

اسلامی انداز گفتگو:- ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ لوگوں نے دریافت کیا کہ عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے یا حضرت خدیجہ بڑی تھیں؟ انھوں نے بتایا کہ:

كانت خديجة اسن منه بخمس عشرة سنة، لقد حرمت على عمتي الصلوٰة قبل ان يولد رسول الله ۔

حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال عمر میں آگے تھیں، میری پھوپھی خدیجہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے ہی نماز حرام ہو چکی تھی۔

ابن سعد نے طبقات میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

قول حكيم حرمت عليها الصلوٰة يعني حاضت ولكنه تكلم بما يتكلم به اهل الاسلام، [1]

حکیم بن حزام کا یہ کہنا ہے کہ ان پر نماز حرام ہو گئی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ انکو حیض آنا شروع ہو گیا تھا مگر انھوں نے صاف کہنے کے بجائے مسلمانوں کا انداز کلام اختیار کیا۔

یعنی نماز حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو وہ نسوانی عذر پیش آ چکا تھا جس کی وجہ سے عورت پر نماز پڑھنا حرام ہو جاتا ہے۔ کھلے الفاظ میں یہ بات کہنے کے بجائے اشارہ و کنایہ میں بتا دیا، گفتگو میں وقار و تمکنت، سنجیدگی اور شرم و حیا کا لحاظ پاس مسلمانوں کی تہذیبی و تمدنی علامت ہے۔ ان کا انداز گفتگو ایسا ہونا چاہئے کہ کہیں سے بے شرمی اور بے حجابی نہ ہونے پائے۔ اور بات کا معیار اور وزن اسلامی ذہن و مزاج سے گرا ہوا نہ ہو اسلام نے اپنے پیروؤں کو انداز کلام اور گفتگو کا سلیقہ بھی بتایا ہے۔ اسی کے مطابق بات کرنی چاہئے۔ جس میں سچائی، وقار و تمکنت، سنجیدگی، حیا، اور لطافت ہو اور اس میں جھوٹ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۵

فساد، بے غیرتی، بے شرمی، پھکڑپن، اجڈپن، اکھڑپن نہ ہو، نہ فحش گوئی ہو۔ نہ غیبت ہو اور نہ شرافت سے گری ہوئی ہو۔ پھر بڑوں کی ذات کے بارے میں بات چیت میں اور بھی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیئے۔ الفاظ بھی ذمہ دارانہ ہوں، کہنے کا انداز بھی بھاری بھر کم ہو۔

مسجدوں میں مسافر:- مسجدوں میں مسافروں کے ٹھہرنے اور محلہ کے لوگوں کی طرف سے کھانا پانی کی رسم مسلمانوں میں آج بھی عام طور سے پائی جاتی ہے اور اجنبی مسافر سیدھا خدا کے گھر کا رخ کرتا ہے۔ پہلے زمانہ میں بھی نوارد اور مسافر مسجدوں میں ٹھہر جاتے تھے اور صبح کو وہاں سے نکل کر اپنی حاجت روائی میں لگ جاتے تھے۔

خلافت راشدہ میں مسجد نبوی میں ایسے لوگوں کو عشاء کے بعد تلاش کیا جاتا تھا جنھوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اور ان کو کھلایا جاتا تھا۔ ابن سعد کی ایک روایت سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

وکان عمر یخرج اذا صلی العشاء الآخرۃ فیطوف بدرتہ علی من فی المسجد فینظر الیھم ویعرف وجوھھم ویتفقدھم ویسألھم ھل اصابوا عشاءً، وإلا اخرجھم فعشاھم [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد اپنا درّہ لیکر مسجد نبوی میں گھومتے تھے اور جو لوگ مسجد میں ہوتے تھے ان کو دیکھتے، ان کے چہرے بشرے سے اندازہ کرتے اور پوچھتے کہ انھوں نے رات کا کھانا کھایا ہے یا نہیں اگر نہ کھائے ہوتے تو ان کو اپنے ساتھ لیجاتے اور کھانا کھلاتے تھے۔

(1 طبقات ابن سعد)
ج ۳ ص ۲۰۹

اگر مسجد میں کوئی اجنبی آدمی کھانے کا سوال کرے تو چاہئے کہ اس کے کھانے کا انتظام مسجد سے متصل کر دیں، کیونکہ بہر حال کھانا بھوکے آدمی کے پیٹ میں جائے گا، اور یہ ثواب کا کام ہے البتہ پیشہ ور سائلوں کو مسجد میں سوال کرنے سے منع کرنا چاہئے، مسجد اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی جگہ ہے، مگر کسی بھی بھوکے انسان کو چاہے مالدار ہو کھلانا بہر حال خیر کی بات ہے۔

بعض پیشہ ور سائل مسافر کے انداز میں بھیک مانگتے ہیں، اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ اس بستی میں آکر پھنس گئے ہیں اس لئے سوال کرتے ہیں، ورنہ وہ اپنے گھر کے کھاتے پیتے شخص ہیں۔ اگر وہ واقعی بھوکے ہوں تو کھانا کھلانا چاہئے بشرطیکہ ان کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں یا بستی میں کھانا نہ ملتا ہو۔

اس سے زیادہ ہم کیا بدلہ دیں :-

مشہور عابد و زاہد اور باخدا صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی بات پر برا بھلا کہا اور ان کی شان اقدس میں گستاخانہ باتیں کیں آپ نے اس گستاخ و بے ادب آدمی کے جواب میں فرمایا:

انا لا نکافئ من عصی اللہ فینا باکثر من ان نطیع اللہ فیہ	جس آدمی نے ہماری ذات کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ ہم اس کو اس سے زیادہ بدلہ نہیں دے سکتے کہ ہم اس کی ذات کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

یعنی تم نے مجھے برا بھلا کہکر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اس کا حکم ہے کہ کسی کو بلا وجہ سخت سست نہ کہو، کسی کی دل آزاری نہ کرو اور کسی کو تکلیف نہ دو اور تم نے

میرے ساتھ تو بری حرکت کر کے حکم خداوندی کے خلاف کیا، اس کا بدلہ میری طرف سے صرف یہ ہے کہ میں تمہاری اس حرکت پر اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاؤں اور اس نے جو فرمایا کہ لوگوں سے درگذر کرو۔ غصہ کو ختم کرو اور بدلہ لینے کے بجائے معاف کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں اسی حکم خداوندی پر عمل کرتا ہوں، یعنی مجھے تمہاری وجہ سے ثواب مل رہا ہے تو میں تم کو برا بھلا کہہ کر اسے ضائع کیوں کروں؟ میری وجہ سے تو نے گناہ کمایا اور تیری وجہ سے میں نے ثواب حاصل کیا، یہی تیرا بدلہ ہے جو میری طرف سے تجھ کو ملا۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کے ذہن میں سلامت روی ہوتی ہے۔ اور اس کے قلب و نظر میں دین و دیانت کی جلا ہوتی ہے۔ تو وہ ہر شر سے "خیر" کا پہلو نکال لیتا ہے، اور ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی لئے انسان کے افکار و خیالات میں سلامت روی کی سخت ضرورت ہے۔ اور اسلام نے اس پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اس کے بعد اخلاق و اعمال میں سلامت روی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر کبھی ماحول اور سوسائٹی کی وجہ سے وقتی خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو بہت جلد اس کا احساس ہو جاتا ہے اور انسان کا ضمیر خود اسے صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے۔

دولت نہیں ہدایت :- حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ اموی کی خدمت میں انکے ایک گورنر نے لکھا کہ لوگوں کے اسلام میں کثرت سے داخل ہو جانے کی وجہ سے سرکاری خزانہ میں جزیہ کی آمدنی بہت کم ہو گئی کیونکہ جزیہ غیر مسلم ذمی پر ہوتا ہے اور اس کے مسلمان ہو جانے سے یہ رقم ختم ہو جاتی ہے، گورنر نے آپ سے اجازت چاہی کہ ان غیر مسلم ذمیوں سے مسلمان ہونے پر بھی جزیہ کی رقم وصول کی جائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا۔

قبح الله رايك ما بعث الله محمدًا جابيًا، بل هاديًا

تمہاری اس رائے کا برا ہو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو محصل مال بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ ہادی و رسول بنا کر بھیجا تھا۔

یعنی اسلام مال و دولت جمع کرنے اور حکومت و سلطنت کے لئے نہیں آیا، بلکہ وہ رشد و ہدایت کے لئے ہے۔ مسلمان قوم مال و دولت سے نہیں دین و دیانت سے تعلق رکھتی ہے۔

علم دین:- راوی محمد بن سہل کا بیان ہے کہ ایک دن خلیفہ مامون اذان کے انتظار میں کھڑے تھے، ہم لوگ ان کے پاس تھے، اسی حالت میں ایک غریب الدیار شخص خلیفہ کے سامنے آیا، اس کے ہاتھ میں دوات تھی، اس نے کہا امیر المومنین میں حدیث کا طالب علم بے وطنی اور پریشانی میں ہوں، یہ سن کر خلیفہ مامون نے اس سے سوال کیا کہ فلاں باب میں کچھ احادیث یاد ہیں؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کے بعد پھر مامون نے احادیث کے بارے میں اسی قسم کے سوالات کئے مگر وہ طالب علم کسی سوال کا جواب نہ دے سکا تو مامون نے خود ہر سوال کے جواب میں اپنے سلسلۂ سند سے حدیثیں بیان کر دیں۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ۔

احدهم يطلب الحديث ثلاثة ايام ثم يقول انا من اصحاب الحديث اعطوه ثلاثة دراهم[1]

ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ کوئی آدمی ان میں سے تین دن کے لئے طالب علمی کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں محدثین سے ہوں، اس شخص کو تین درہم دیدو۔

---

[1] جواہر الاصول ص۱۲

اس واقعہ سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں،

(۱) خلیفہ مامون خود بہت بڑے عالم حدیث تھے، اور موقع بہ موقع اپنی سند سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ اور ان کو بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں، خلفاء و امراء اور سلاطین کا دینی علم سے شغف صرف خلیفہ مامون پر موقوف نہیں تھا بلکہ اکثر خلفاء دینی علوم کے عالم و فاضل ہوا کرتے تھے، اور اس دور میں خواص و عوام میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں تھا۔

(۲) دینی علوم کا حصول اتنا آسان نہیں ہے کہ کوئی آدمی چند دنوں میں محدث و فقیہ بن جائے۔ بلکہ اس کے لئے پتہ کو پانی کرنا پڑتا ہے اور اپنا سب کچھ تج دینے کے بعد علم کی دولت ملتی ہے۔ ہر لکھا پڑھا آدمی عالم و فاضل نہیں ہو سکتا ہے، آج کل ایسے معمولی لکھے پڑھے بلکہ جاہل لوگوں کی کثرت ہو گئی ہے جو کچھ سن سنا کر یا کچھ پڑھ پڑھا کر اپنے کو مفتی و عالم سمجھتے ہیں اور بڑی دلیری اور بے باکی کے ساتھ دینی مسائل میں اپنی معلومات پیش کرتے ہیں۔ ایام حج میں عموماً ایسا ہی دیکھا کہ جس شخص کے پاس مناسک حج کی کوئی کتاب ہے یا اس نے دو چار مرتبہ حج کیا ہے وہ اپنے کو مسائل حج کا ماہر سمجھتا تھا اور ہر مسئلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔

(۳) اس قسم کے لوگوں کی ہمت افزائی نہیں کرنی چاہیئے ورنہ ان سے دین کو نقصان ہوگا اور ان کے جاہلانہ خیالات سے عوام میں گمراہی پھیلے گی۔ خلیفہ مامون نے اسی لئے اس شخص کو صرف تین درہم دینے کا حکم دیا تھا ورنہ وہ تو علماء و فضلاء کو زیادہ سے زیادہ نوازنے میں خاص شہرت کے مالک تھے،

علم شریعت کے بغیر طریقت لا حاصل ہے :- حضرت شیخ ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہر جوری

متوفی سنہ ۳۱۳ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ جنید بغدادی، شیخ عمرو بن عثمان مکی اور شیخ ابو یعقوب سوسی رحمہم اللہ کے صحبت و تربیت یافتہ بزرگ ہیں۔ زہد و تقویٰ، علم و فضل اور توکل و قناعت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ کے مالک ہیں، وہ احسان و تصوف کے ساتھ علم دین کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ طریقت یعنی اللہ کا راستہ کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں فرمایا۔

اجتنب الجہلاء و اصحب العلماء،	جاہلوں سے بچو، عالموں کی صحبت میں رہو۔
و استعمل العلم و دوام الذکر، و انت	علم اور دائمی ذکر الٰہی کا شغل رکھو، اس
اذاً من اہل الطریق۔	حال میں تم اہل طریقت سے ہو جاؤ گے۔

یعنی طریقت کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے جاہلوں سے دور رہا جائے، چاہے وہ جاہل عوام ہوں چاہے جاہل خواص ہوں۔ جاہل خواص وہ لوگ ہیں جو علم دین سے ناواقف ہو کر اپنے کو سلوک و معرفت اور طریقت میں کامل سمجھتے ہیں، ایسے لوگ اپنے حق اور دوسروں کے حق میں بڑے خطرناک ہوتے ہیں ان سے گمراہی کا بڑا ڈر رہتا ہے اور معرفت کی راہ کے ان جاہل رہنماؤں سے صرف یہ منزل ہی نہیں ملتی بلکہ گمراہی ملتی ہے۔ لہذا اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ایسے لوگوں سے دور رہ کر اہل علم کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے، اور علوم دینیہ کے حاملین کی رہبری میں چلنا چاہیئے۔ بلکہ خود بھی علم دین حاصل کرنا چاہیئے۔ بغیر علم کے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے بقدر ضرورت شریعت کا علم ضروری ہے، اس کے بعد یاد الٰہی اور ذکر خدا کو وظیفہ حیات بنانا چاہیئے، علم دین اور ذکر دوامی ہی سے معرفت و طریقت حاصل ہو سکتی ہے، اور ان دونوں کے بغیر اس کا حصول مشکل ہے۔

نہ سمجھو گے تو
مِٹ جاؤ گے

از قاضی اطہر مبارکپوری

سیف الدولہ کی حکومت تھی۔ بغداد کا مرکز خلافت برائے نام مرکز رہ گیا تھا۔ اور حکومت سیف الدولہ کی تھی، دوسری چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے حد میں حکمران تھیں۔ اور ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے، اسی حال میں ۳۵۲ھ میں عیسائی بادشاہ نقفور نے ملک شام اور اسکے علاقوں پر حملہ کیا اور قتل و غارت۔ لوٹ مار کرتا ہوا شہر طرسوس میں پہنچ گیا جو کئی صدیوں سے مسلمانوں کا مرکز تھا۔ اور کثیر تعداد میں ارباب علم و فضل یہاں رہتے تھے، اس وقت طرسوس میں سیف الدولہ کی طرف سے ابن زیاد نامی ایک گورنر تھا نیز اسکا غلام رشیق نسیمی یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا، جب عیسائی بادشاہ نے اپنی بے پناہ فوج کے ساتھ طرسوس پر یلغار کی تو ان دونوں نے ان شرطوں پر اس سے صلح کر لی کہ وہ شہر کو عیسائی بادشاہ نقفور کے حوالہ کر دیں گے مسلمانوں

میں سے جو شخص شہر سے جانا چاہے وہ جس قدر مال و اسباب خود اٹھا سکتا ہے اٹھا لے جائے۔ باقی کے مالک عیسائی ہوں گے۔ مکانات، کھیتیاں، جائداد غیر منقولہ وغیرہ سب کچھ پر ان کا قبضہ ہوگا۔ مسجدیں گرادی جائیں گی، جو مسلمان یہاں رہنا چاہے ذمی اور باج گذار بن کر رہ سکتا ہے۔ اور اگر عیسائی ہو جائے تو اس کے عزت و وقار اور اعزاز کا انتظام بہتر سے بہتر ہوگا۔ اور اس کی تمام جائداد، دولت اور گھربار اس کے قبضہ میں ہوں گے۔ اس ذلت آمیز اور ایمان کش صلح سے بیزار ہو کر طرسوس کے اکثر و بیشتر مسلمان اپنا سب کچھ چھوڑ کر اور دین و ایمان لیکر دوسرے علاقہ میں نکل گئے، کچھ نصرانی بنکر رہے اور کچھ باج گذار بنکر اسلام پر قائم رہے۔ نقفور فاتحانہ شان سے شہر میں اپنی فوج کے ساتھ داخل ہوا، قرآن کریم کو جلایا، مسجدوں کو ویران کیا، بنو امیہ کے زمانہ سے لیکر آج تک طرسوس کے اسلحہ خانہ میں جس قدر جنگی سامان تھے سب پر قبضہ کیا۔ اور شہر کے باہر دو بڑے بڑے جھنڈے گاڑ کر دو منادیوں سے ندا کرائی کہ جو شخص رحمدل بادشاہ، عدل و انصاف، جان و مال اور بال بچوں کا امن، معاملات و مقدمات میں حسن انتظام اور انصاف اور عفت و عصمت پسند کرتا ہے وہ اس جھنڈے کے نیچے آئے۔ اور جو آدمی زنا، بدکاری، ظلم و جور، غصب کو پسند کرتا ہے وہ اس جھنڈے (مسلمانوں کے جھنڈے) کے نیچے آجائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نصرانی جھنڈے کے نیچے ہی لوگ جمع ہوگئے۔

عیسائی فوجوں نے شہر طرسوس میں داخل ہو کر مسلمانوں کے مکانوں پر قبضہ کر لیا، جو اہل خانہ نکلتے تھے ان کو ہلکے پھلکے سامان لیجانے دیتے تھے۔ اگر زیادہ سامان اٹھاتے تو وردی سپاہی چھین لیتے تھے۔ مسلمانوں کی باندیوں تک کو ان کے ساتھ جانے

نہیں دیا۔ وہ باندیاں بھی رومی سپاہیوں کی ہمنوا بنکر ان کے ساتھ ہو جاتی تھیں، انہیں سے بہت سی باندیوں نے اپنے لڑکوں کو ان کے والد کے سامنے پھینک دیا اور کچھ باندیوں نے اپنے لڑکے ان کے باپوں کو نہیں دیئے بلکہ اپنے ساتھ رکھا۔ اور وہ بچے بعد میں عیسائی ہو گئے۔ اس وقت یہ منظر بہت حیرتناک تھا کہ باپ رومی لشکر میں آکر اپنے لڑکے کو الوداع کہتا تھا اور باپ اور بیٹے دونوں چیخیں مار مار کر روتے تھے اور عیسائی سپاہی ہنس ہنس کر مزا لیتے تھے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر بہت سے رومی سپاہی بھی رونے لگے تھے۔ اس دل دوز داستان کے لکھنے والے نے بے قابو ہو کر آخر میں لکھا ہے کہ

هذا وسيف الدولة حتى يرزق بمیافارقین، والملوك كل واحد مشغول بمحاربة جاره من المسلمين وعطلوا هذا الفرض، ونعوذ بالله من الخيبة والخذلان ونسأله الكفاية من عنده۔ ۱

ادھر مسلمانوں کا یہ حال تھا اور ادھر سیف الدولہ قریب کے شہر میافارقین میں زندگی کے مزے اڑا رہا تھا۔ ہر مسلمان بادشاہ اپنے اپنے مسلمان پڑوسی بادشاہ سے جنگ میں مصروف تھا اور سب نے فریضۂ جہاد چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ناکامی اور ذلت سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے ہماری مدد کرے۔

ذرا سوچو کہ ایک طرف قدیم اسلامی شہر عیسائی درندوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے مسجدیں گرائی جا رہی ہیں، قرآن کریم جلایا جا رہا ہے، مسلمان عیسائی بنائے جا رہے ہیں ان کے گھروں، سامانوں اور مال و دولت پر عیسائی قبضہ کر رہے ہیں، باپ بیٹے ایک دوسرے

---

۱ معجم البلدان ج ۲ ص ۳۹۰، ۴۰

جدا کئے جا رہے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی جدائی پر بجائے امداد کرے دم بخود ہیں۔ اور مسلمانوں پر یہ سب کچھ گذر رہا ہے جو عیسائی درندوں کی طرف سے گذرنا چاہئے۔ مگر مسلمان بادشاہوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ ان کو اس کا خیال بھی نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے سے جنگ کر رہے ہیں، ناعاقبت اندیشی اور خود فراموشی کا یہ منظر آج بھی ہمارے لئے قابل عبرت ہے۔ جبکہ ہم مسلمان لوٹ مار، قتل و غارت کی نذر ہیں اور ہمارے دینی و ملی شعائر ایک ایک کر کے گھسے اور کھرچے جا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم آپس میں رسہ کشیاں ہیں، ہماری جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف صف آزما ہیں۔ ہمارے مولوی امت میں ہیجان برپا کئے ہوئے ہیں۔ اور ہم کو اتنی مہلت نہیں دیتے کہ موجودہ حالات سے نپٹ سکیں۔ اور ان کے مقابلہ میں کوئی متحد اقدام کر سکیں۔

ایک مرتبہ اندلس میں اسی قسم کے حالات برپا تھے، ایک مسلمان بادشاہ دوسرے مسلمان بادشاہ پر حملہ آور ہوا تو اس کے مصاحبوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے پڑوس کے عیسائی بادشاہ کی مدد سے اسکو شکست دیدیں۔ اس پر اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کے مقابلہ میں غیروں کو مدد کے لئے پکار کر اپنے لڑکوں بچوں کو کل عیسائی بننے نہیں دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آج میں عیسائی طاقت کی مدد سے اپنے دشمن کو شکست دے سکتا ہوں مگر کل یہ عیسائی بادشاہ میرے ملک پر قبضہ کر کے میری اولاد کو عیسائی بنائے گا، اور میرے لڑکے نیچا اندلس کی گلیوں میں سُوّر چرائیں گے۔ میں اس مستقبل کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ اے کاش! ہندستان کے مسلمان اور ان کے مذہبی اور سیاسی رہنما بات کو سمجھ سکیں اور اپنی حرکت سے باز آ کر ہماری اولاد کو مسلمان رہنے کا حق دیں۔

آیاتِ قرآنی :

متعلقہ مناسکِ حج وزیارت

(۷)

از خواجہ محمد صادق صاحب حیدرآباد

(۶) مزدلفہ سے ستر کنکریاں چن لیں جو منیٰ میں رمی کے کام آئیں گی ۔

(۷) مزدلفہ میں بھی اپنا وقت درود شریف، تکبیر و تہلیل، استغفار، تلبیہ اور دعاؤں میں گذاریں ۔

(۸) ۱۰ ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب سے قبل جبکہ دو رکعت نماز پڑھنے کا وقت باقی رہے مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوجائیں ۔ وہاں پہونچ کر سب سے پہلے جمرۃ العقبہ (بڑے جمرہ) کی رمی کریں ۔ اس رمی کا وقت قبل زوال ہے ۔ اس کے ساتھ ہی لبیک موقوف ہوجاتی ہے ۔ اس کے بعد قربانی کریں اور پھر سر منڈوا کر یا بال کتروا کر احرام سے حلال ہوجائیں ۔ رمی، قربانی اور سر منڈوانے یا بال کتروانے میں ترتیب کا لحاظ کرنا ضروری ہے ۔ ورنہ دم دینا پڑے گا ۔ اب صرف طواف زیارت باقی رہ جاتا ہے ۔ اور اگر سعی زیارت ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ روانہ ہونے سے

قبل نہیں کی تھی تو وہ بھی باقی ہے جو طواف زیارت کے ساتھ اب کرنی ہوگی۔ اس کے لئے وقت ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے قبل تک ہے لیکن ۱۰ ذی الحجہ کو کرنا افضل ہے۔ اب منیٰ میں ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک رہنا ضروری ہے۔ طواف زیارت وغیرہ کے لئے خواہ کبھی جائیں مگر ان ایام میں راتیں منیٰ ہی میں گذارنی ہوں گی۔

(۹) یاد رہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو صرف جمرۃ العقبیٰ کی رمی کی جاتی ہے اور وہ بھی قبل زوال۔ ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو اور اگر ۱۳ ذی الحجہ کو بھی ٹھہرنا ہو تو ان دنوں میں رمی روزانہ تینوں جمروں کی سلسلہ وار اس طرح کریں کہ پہلے جمرۃ اولیٰ کی، پھر جمرۃ الوسطیٰ کی اور پھر جمرۃ العقبہ کی۔ اور ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کی رمی بعد زوال کی جاتی ہے۔ جو لوگ ۱۲ کو منیٰ سے جانا چاہیں ان کو چاہئیے کہ زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی سے فراغت کر کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے منیٰ سے نکل جائیں ورنہ ۱۳ کو بعد زوال رمی کے بعد ہی روانہ ہونا پڑیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے ۱۳ ذی الحجہ کو بعد زوال رمی کر کے روانہ ہوئے تھے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ . . . . الضَّآلِّيْنَ ۝	یہ جتلایا جا رہا ہے کہ تم لوگ ان باتوں سے ناواقف تھے اور ناواقفیت کی بنا پر غلط

باتیں حج میں شامل کر لی تھیں اس لئے تم کو صحیح طریقوں کی ہدایت دی جا رہی ہے اس کی پابندی کرو

آیت (۱۷) ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	پھر واپس ہو (لوٹو) جہاں سے سب لوگ واپس ہوں۔ اور اللہ سے مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

(پ ۲ ع ۹)

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش اور جو لوگ

ان کے تابع تھے وہ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے اور باقی سب عرب لوگ عرفات میں جاکر ٹھہرتے تھے، جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ عرفات جائیں اور ٹھہریں اور پھر وہاں سے واپس ہوں۔ بس یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے جو اس آیت میں ہوا۔

اس سے قبل آیت ۱۹۸ میں گذر چکا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب عرفات سے مزدلفہ آؤ تو اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ تم کو ہدایت دی گئی ہے کیونکہ اس سے قبل تم ناواقف تھے جاہلیت کے زمانہ میں قریش نے یہ دستور مقرر کر لیا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات جائیں اور پھر وہاں سے مزدلفہ آئیں اور قریش خود مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے اور عرفات کو نہیں جاتے تھے۔ اس لئے حکم دیا جا رہا ہے کہ خواہ قریش ہوں کہ غیر قریش سب کے لئے ضروری ہے کہ اس جگہ (عرفات) جاکر واپس آئیں جہاں اور لوگ جاکر واپس آتے ہیں، یعنی سب عرفات جائیں۔ وہاں سے مزدلفہ اور پھر منیٰ میں آئیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو کہ وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات میں) میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری امت کے سب گناہوں کو معاف کر دے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ میں نے معاف کیا سوائے ان گناہوں اور مظالم کے جو مخلوق ایک دوسرے پر کرتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دعا کی لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ پھر مزدلفہ میں صبح کو میں نے دعا کی اے میرے رب آپ اس پر قادر ہیں کہ مظلوم کو اس کی مظلومیت کا بدلہ اپنی طرف سے دے دیں اور ظالم کو معاف کر دیں، ارشاد ہوا کہ میں نے

یہ بھی معاف کر دیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تبسم فرما رہے ہیں حالانکہ یہ ہنسنے کا دن نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس پر مجھکو ہنسی آگئی، جب اللہ تعالیٰ کی قبولیت و مغفرت کو اس نے سنا تو واویلا مچانے لگا اور سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث منقول ہے، ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد کے سلسلہ میں معافی اور مظلوم کو اپنی طرف سے بدلہ دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مزدلفہ میں فرمایا۔ اس لئے عرفات اور مزدلفہ میں بکثرت استغفار کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں خاص طور پر حقوق العباد سے برات کے لئے۔

اس حدیث سے اس مضمون کی وضاحت ہوگئی جس میں ذکر ہے کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے، یعنی حج کرنے کے بعد حاجی کے چھوٹے بڑے گناہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سب معاف کر دئے جاتے ہیں۔ یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا نتیجہ ہے۔

آیت (۱۸، ۱۹، ۲۰)

(۱۸) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

(پ ۲ ع ۲)

پھر جب تم اپنے مناسک (حج کے کام) پورے کر چکو تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ داداؤں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔ پھر لوگوں میں سے جو کہتا ہے اے رب دے ہم کو دنیا میں تو اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں

(۱۹) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿﴾	اور ان میں سے جو کہتا ہے اے ہمارے رب دے ہم کو دنیا میں بہتری اور آخرت میں بھی بہتر اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے
(۲۰) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ	یہ وہ (لوگ) ہیں جن کے لئے حصہ اپنی کمائی (عمل) سے ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

آیت ۱۸ میں ذکر آچکا ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو جب افعال حج رمی، جمرة، قربانی، سر منڈانے یا بال کتروانے اور طواف وسعی زیارت سے فراغت پاچکتے ہیں تو منیٰ میں ٹھہرتے ہیں۔ اب حکم یہاں یہ ہو رہا ہے کہ ان دنوں میں اللہ کا ذکر کیا کرو جیسے کفر کے زمانہ میں تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ۔

جاہلیت کے زمانہ میں جب عرب جمع ہوتے تھے تو اپنے اپنے قبیلہ کی جے پکارتے اور اپنے باپ داداؤں کے مفاخر ومناقب خوب زور وشور سے بیان کرتے تھے، تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے کہیں زیادہ جوش وخروش کے ساتھ اللہ کی یاد کرو۔ اور اس سے دعائیں مانگتے رہو اور دعائیں دنیا ودین کی بھلائی کے لئے ہوں۔ صرف دنیا کے لئے نہ ہوں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے یعنی قیامت کو دور نہ سمجھو اور آخرت میں کامیابی کے لئے دعا مانگنے سے غافل نہ رہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں قیام کے دنوں میں اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے اور مسجد کے لوگ اس کو سنتے تھے اور وہ لوگ بھی تکبیر کہتے تھے اور بازار والے لوگ بھی تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج اٹھتا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں میں منیٰ میں نماز وں کے بعد، بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت تکبیر کہتے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا قربانی کے دن تکبیر کہتی تھیں۔ ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے تشریق کی راتوں میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیریں کہتی تھیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ رہتی تھی بالخصوص طواف میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آپ کی یہی دعا رہتی تھی۔

آیت (۱۲) وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ

(پ ۲ ع ۹)

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں، پھر جس کسی نے جلدی کی دو دن میں (یعنی دو دن ہی میں چلا گیا) تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور جس نے تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ) اس کے لئے ہے جو ڈرتا ہے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بے شک تم اسی کی طرف (واپس) بھیجے جاؤ گے۔

ایام معدودات "گنے ہوئے دنوں" سے مراد ایام تشریق ہیں، ۱۰ ذی الحجہ سے لیکر ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک، ان دنوں میں حاجی منیٰ میں ٹھہرتے ہیں، حکم ہو رہا ہے کہ ان دنوں میں اللہ کا ذکر کرو یعنی یہ وقت بے کار گزارنے کا نہیں بلکہ اللہ کی عبادت میں صرف کرنے کا ہے، پس قربانی کے بعد ۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ منیٰ میں ٹھہر کر بعد فراغت رمی اگر منیٰ سے جانا چاہو تو جا سکتے ہو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور اگر چاہو تو ۱۳ کو بعد زوال رمی کر کے بھی جا سکتے ہو

اس میں بھی کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس میں اصل چیز تقویٰ ہے تقویٰ کی تاکید ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو آخر کار حشر میں اسی کے پاس اکٹھا ہونا ہے۔ اس لئے صرف اور صرف اسی سے ڈرتے رہو اور اپنے سب عمل اسی کی خوشنودی اور رضا کے لئے خلوص نیت سے کرتے رہو۔

منیٰ میں قیام کے ضروری مسائل کے لئے ملاحظہ ہو آیت ۱۶

آیت ۲۲) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (پ ۲ ع ۱۱)

آپ سے حرمت والے مہینہ میں قتال کی بابت پوچھتے ہیں۔ (آپ) کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا بڑا (گناہ) ہے، اور اس سے کہیں بڑے (جرم) اللہ کے نزدیک اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روک دینا اور اس میں سے اس کے رہنے والوں کو نکال دینا ہے

چند صحابہ کرام کا اتفاق سے کفار کے ساتھ معاملہ ہو گیا، ایک کافر ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس روز یہ واقعہ ہوا رجب کی پہلی تاریخ تھی مگر صحابہ کرام اس روز کو ۳۰ جمادی الثانی سمجھتے تھے، رجب اشہر حرام میں سے ایک مہینہ ہے، کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے حرمت والے مہینہ کا بھی خیال نہیں کیا، مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بعض روایات میں ہے کہ کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً سوال کیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

کہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینہ میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں تو آپ

فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور سے (یعنی عمداً) قتال کرنا بڑا گناہ ہے (لیکن اس طور پر قتال کرنا مسلمانوں سے صادر نہیں ہوا بلکہ تاریخ کی تحقیق نہ ہونے کے سبب غلطی سے ایسا ہوگیا، یہ جواب تحقیقی ہے) اور الزامی جواب یہ ہے کہ کفار (مشرکین) کا تو کسی طرح منہ ہی نہیں مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کیونکہ گو حرمت والے مہینہ میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن اس سے بڑھ کر گناہ اللہ کے نزدیک یہ ہیں :۔

(۱) لوگوں کو اسلام سے روکنا (یعنی اسلام لانے پر تکلیفیں پہونچانا کہ لوگ ڈر کر مسلمان نہ ہوں)

(۲) اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا (کہ خود کعبۃ اللہ میں بت رکھ چھوڑے تھے، اور اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے تھے)

(۳) اور مسجد حرام میں لوگوں کو آنے سے روکنا۔

(۴) اور اہل مکہ کو اس میں سے نکالنا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو ایمان لائے تھے ان کو تنگ اور پریشان کرکے ہجرت کرنے پر مجبور کیا)

آیت (۲۳) اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝

(پ ۴ ع ۱)

بے شک پہلا گھر جو رکھا گیا لوگوں کے لئے وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا (برکتوں کا خزینہ) اور ہدایت (کا سرچشمہ) تمام جہانوں کے لئے۔

(باقی آئندہ)

بارہ دن جنوبی ہند میں

از قاضی اطہر مبارکپوری

جنوبی ہند کے علمی سفر کی خواہش ایک مدت سے تھی، اس درمیان میں اس دیار کے کئی مقامات سے مختلف دینی اور علمی تقریبات کے موقع پر دعوت بھی ملی مگر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ البتہ مہاراشٹر کے آگے بیلگام ہبلی اور بھٹکل کا سفر وہاں کے مدارس کے سلسلہ میں ہوا تھا، پہلے سفر حج ۱۳۷۵ھ میں مرحوم ڈاکٹر عبدالحق صاحب، مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری۲ اور میں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب معلوم ہوا کہ میں رجال السند والہند کے نام کی کتاب مرتب کر رہا ہوں تو مدراس آنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ وہاں عربی مخطوطات کا نہایت نادر کتب خانہ ہے، آپ آنے میں ہر طرح کا انتظام کر دوں گا اور آپ کی مدد کروں گا۔ اس کے بعد بمبئی میں جب بھی تشریف لاتے ملاقات کر کے مدراس آنے کی دعوت دیتے۔ ایک مرتبہ اسلامک اسٹڈیز کانفرنس بنگلور کی طرف سے دعوت نامہ ملا، میں نے منظور بھی کر لیا مگر نہ جا سکا، چند ماہ پہلے مدرسہ باقیات صالحات ویلور کا صد سالہ جشن تھا اس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ اس کے علاوہ بنگلور مدراس، کیرالہ وغیرہ سے مختلف مواقع پر دعوت نامہ آیا اور حیدرآباد تو کہنا چاہیے کہ خود ہی حاضر

۲- مولانا عبدالوہاب، مولانا [illegible]

کا شوق و ارادہ رہا کیا، مگر کہیں جانے کا اتفاق نہ ہو سکا بعض اوقات خیال ہوا کہ ایک ماہ کے لیے جنوبی ہند کے علمی دورہ پر نکلوں اور اُدھر کے کوئی صاحب ساتھ ہوں، مگر یہ خیال بھی حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کی وجہ اپنی مصروفیات کے علاوہ وسائل قلت، نئے دیار میں غربت و تنہائی کا احساس اور سفر کی طرح طرح کی مشکلات کا تصور تھا۔

اسی درمیان میں ۲۲، ۲۳ فروری ۱۹۷۵ء مطابق ۱۰، ۱۱ صفر ۱۳۹۵ھ شنبہ یکشنبہ کو بنگلور میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس طے پایا۔ اور خیال ہوا کہ اس میں شرکت کر کے اسی سفر میں جنوبی ہند کا ضمنی سفر کر لینا مناسب ہے، اسی خیال سے عزیزم (مولوی) ظفر مسعود سلمہٗ کو وطن سے بمبئی بلا لیا، اور بنگلور پہنچنے پر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی سے ملاقات ہوگئی اور وہ بھی آمادۂ سفر ہو گئے۔ ان کے ساتھ بھی ایک صاحب تھے اس لئے چار ہمسفر ہو گئے۔

(مولوی) ظفر مسعود کو چونکہ اپنے تجارتی کاروبار کے سلسلے میں بنگلور کے ریشم اور کتان کے تاجروں سے ملنا جلنا تھا، وہ ایک دن پہلے ہی بمبئی سے ایک وفد کی معیت میں بنگلور چلے گئے، اور اپنی کاروباری مصروفیات سے فرصت لے لی۔

میں ۲۰ فروری کو صبح ۸ بجے بمبئی کے چند احباب کے ساتھ میرج ایکسپریس سے روانہ ہوا، نو بجے رات میں میرج سے بنگلور جانے والی گاڑی پر سوار ہوئے چونکہ چھوٹی لائن کی گاڑی تھی اس لئے سیٹ ریزرو ہونے کے باوجود تنگی محسوس ہو رہی تھی۔ میرج کا نام مغل دور میں مرتضیٰ پور تھا جو کتابوں میں ملتا ہے، یہ گاڑی رات بھر چل کر دن کو تقریباً چار بجے بنگلور پہونچی، اس کی بیشتر مسافت صوبہ کرناٹک میں طے ہوئی۔

راستہ بھر ہمارے ذوق کا کھانا نہیں ملا، چاول اور دہی ملا کر پڑیہ میں کھانا بکتا تھا حتیٰ کہ گاڑی میں اسی قسم کا کھانا تیار ہوتا تھا، راستہ عموماً میدانی اور ہرا بھرا تھا، آس پاس کی بعض آبادیوں میں مسجدوں کے مینارے ٹرین سے نظر آتے تھے، دیہات عموماً صاف ستھرے اور ہرے بھرے نظر آتے تھے۔ اسٹیشنوں پر بھیڑ بھاڑ بالکل نہیں رہتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفر بہت کم کیا جاتا ہے۔ بنگلور اسٹیشن پر ظفر مسعود، مولوی قاری حسین احمد مبارکپوری اور دوسرے رضاکار موجود تھے۔ چند منٹ میں ہم لوگ "ہندستانی ہوٹل" پہونچ گئے یہاں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کے دفاتر اور مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ اس ہوٹل کے مالک جناب سید حسین صاحب ایک مخیر مسلمان ہیں، ہوٹل بہت بڑا چار منزلہ ہے، نہایت صاف ستھرا اور آرام دہ ہے۔ ہر کمرے میں ضرورت کی چیزیں مہیا ہیں معلوم ہوا کہ چھوٹا کمرہ جس میں ایک آدمی کے قیام کا انتظام ہے اس کا کرایہ بارہ روپیہ روزانہ ہے اور بڑا کمرہ جس میں دو آدمیوں کا انتظام ہے پچیس روپیہ کرایہ ہے۔ سامنے ہوٹل کے مالک نے مسجد بھی بنوائی ہے متصل ہی ان کا مکان بھی ہے، عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مجلس استقبالیہ کی طرف سے ایک جلسے کا انتظام ہوا، اطراف ملک سے آئے ہوئے سینکڑوں علماء، فضلاء، فقہاء، مفتیین، وکلاء، قانون داں سے ملاقات اور دید و شنید ہوئی۔ جن میں بیشتر سے پہلے سے جان پہچان تھی۔ اور کتنے اپنے بڑے اور معاصر تھے، ہمارے ضلع اعظم گڈھ کے اہل علم میں حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مولانا ابو اللیث اصلاحی، مولانا ابو بکر اصلاحی بحیثیت ارکان کے آئے تھے، مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری کے پوتے عزیزی مولوی قاری حسین احمد مع اہل و عیال کے بنگلور میں رہتے ہیں، وہ دوران قیام میں ہمارے ساتھ رہے ان کی وجہ سے کافی سہولت رہی۔ محترم الحاج محی الدین قیصری بھی کلکتہ سے آگئے تھے

اس قسم کے بڑے جلسوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ اور پرانی یاد میں تازگی آجاتی ہے۔ بنگلور کے اہل علم میں مولانا ابوالسعود صاحب ناظم جامعہ سبیل الرشاد، مولانا عبدالجمیل خطیب، مولانا شہاب الدین ندوی وغیرہ پہلے سے متعارف تھے۔ اور چونکہ یہاں کے روزنامہ "پاسبان" میں "اپنی باتیں" کے عنوان سے روزانہ میرا ایک مضمون "انقلاب" سے نقل ہوتا ہے اس لئے اخبار بین طبقہ غائبانہ طور سے واقف تھے۔ پھر جنوبی ہند میں "البلاغ" کے پڑھنے والے زیادہ ہیں اس لئے اپنے متعارفین کا ایک حلقہ یہ بھی تھا۔ دو تین دن تک دیدہ و نادیدہ دوستوں اور بزرگوں سے خوب ملاقاتیں رہیں، اور یہ دینی و علمی میلہ اس اعتبار سے بھی بہت دلچسپ رہا۔ ہندوستان ہوٹل دارالعلم والعلماء معلوم ہوتا تھا اس سے چند دن پہلے کیرالا میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہوئی تھی جس میں ہندوستان بھر سے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی حضرات واپسی پر مسلم پرسنل لا کے اجلاس میں بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے، شیخ عبداللہ بھی آئے تھے، مگر چونکہ ان کو ۲۴ فروری کو کشمیر میں اپنی وزارت تشکیل کرنی تھی اس لئے جلسہ کی کاروائی میں شریک نہ ہوسکے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جلسے اور کاروائیاں

۲۲ فروری کو صبح ناشتہ کے بعد ہوٹل کی چوتھی منزل کے وسیع ہال میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا پہلا خطبہ ہوا جس میں اطراف ملک سے آئے ہوئے ارکان و مندوبین نے مائکروفون کے سامنے کھڑے ہوکر اپنا اپنا تعارف کرایا۔ میں نے جب کہا کہ میں قاضی اطہر مبارکپوری کے نام و نسبت سے پکارا جاتا ہوں اور بمبئی میں رہ کر لکھنے پڑھنے کا دعویٰ کرتا ہوں تو فوراً مجمع اس جملہ سے محظوظ ہوا۔ بمبئی کاروبار اور دھندے کی جگہ ہے اس لئے میرے دیدہ و دانستہ

یہ جملہ استعمال کیا تھا۔ ویسے مجمع میں کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرانا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد جنرل سکریٹری نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مفصل رپورٹ پیش کی جس میں اس کے پہلے اجلاس سے لیکر دوسرا اجلاس حیدرآباد اور تیسرا اجلاس الہ آباد کی رپورٹ تھی اور اس مدت میں بورڈ نے جو خدمات انجام دیں ہیں ان کا تذکرہ و تعارف تھا۔ بورڈ کے اراکین و مندوبین کا دوسرا اجلاس ظہر کے بعد اسی ہال میں شروع ہوا جس میں بحث و مباحثہ اور ترمیم و تنسیخ کے بعد تجاویز پاس ہوئیں اور تیسرا جلسہ ۲۲ر فروری کی صبح کو ہوا اس میں کئی تجویزیں پاس کی گئیں۔ اس درمیان میں راتوں کو اراکین عاملہ کے جلسے بھی اسی ہال میں ہوا کرتے تھے تجاویز میں حکومت کے متبنّیٰ بل سنہ ۱۹۷۳ء کے سراسر غیر اسلامی ہونے اور اس کے مضمرات کے اسلامی عائلی قوانین کے سراسر خلاف ہونے کی تجویز نہایت اہم اور مفصل تھی جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔ ایک تجویز حکومت کے اس مسودہ قانون کے خلاف تھی۔ جس میں عورت کو طلاق دیدینے کے بعد تا نکاح ثانی اس کے نان و نفقہ کو سابق شوہر پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے ایام عدت کے نان و نفقہ اور سکنیٰ کے بعد سابقہ بیوی کا کوئی حق سابق مرد پر نہیں رہ جاتا ہے۔

ایک تجویز کے ذریعہ اس کتابوں کی چھان بین کا انتظام کیا گیا جن کو عدالتیں محمدن لا کا ماخذ سمجھ کر ان ہی سے مسلمانوں کے عائلی قوانین کا فیصلہ کرتی ہیں، حالانکہ انمیں ترجمہ اور مفہوم کی غلطیاں ہیں۔ ایسی کتابوں کو دیکھکر ان کے اغلاط پر نشان دہی کرنا اور صحیح معنی و مفہوم ظاہر کرنا ضروری قرار دیکر ایک رکن کو جو موجودہ قوانین اور شرعی قوانین کے عالم ہیں اس کام کا ذمہ دار بنایا اور یہ وہ دوسرے اراکین سے مدد لیکر کام [illegible]

مکمل کر لیں۔

ایک تجویز کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا کہ پورے ملک میں یوم تحفظ قانون شریعت منایا جائے اور ایسے اجتماعات کئے جائیں جن میں مسلم پرسنل لا کے بارے میں مسلمانوں کے نقطۂ نظر کو واضح کیا جائے، اس کی تفصیل کے لئے مجلس عاملہ ہر صوبہ میں طریق کار پر غور کرے۔

نیز طے پایا کہ عالمی سطح پر مسلم پرسنل لا کا ایک اجلاس منعقد کیا جائے جس میں عالم اسلام کے علماء و فضلاء اور ماہرین قانون شریک ہوں، اس کے لئے چند افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی گئی جو طریق کار پر غور کر کے مجلس عاملہ کو اپنی رپورٹ پیش کرے گی، ایک تجویز مسلم پرسنل لا بورڈ کے انتقال کرنے والے ارکان کی تعزیت میں پیش کر کے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے دو کھلے اجلاس رات میں عیدگاہ عبدالقدوس کے میدان میں ہوئے، جہاں تا حد نظر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور روشنی ہی روشنی تھی جلسہ گاہ کو نہایت قرینے سے سجایا گیا تھا جس سے عقیدت و محبت اور خلوص و محنت کا مظاہرہ ہو رہا تھا، دونوں جلسے مغرب کی نماز کے بعد سات بجے سے رات کے دس گیارہ بجے تک ہوئے۔ دور دور سے آئے ہوئے مسلمان بڑے جوش و خروش اور عزم و حوصلے سے ان جلسوں میں شریک رہے مقررین حضرات نے اپنے اپنے انداز میں ہوش اور جوش کی باتیں، پہلے جلسہ میں نظم خیر مقدم کے عنوان سے ایک نظم پڑھی گئی جسے فاضل نوجوان مولانا اشرف علی اشرف سعودی نے کہا تھا، یہ نظم ہر اعتبار سے بہت خوب ہے اس کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

شیعہ و اہل حدیث ان میں ہیں اور سُنی بھی : دیوبندی بھی ہیں اسلامی و تبلیغی بھی
کانگریسی بھی ہیں، تبلیغی اور لیگی... بھی : مختلف فکر کے مداح بھی اور داعی بھی

ہو کے آپس میں یہ سب شیر و شکر آئے ہیں
پیشوایانِ حرم بن کے خضر آئے ہیں

بورڈ میں یو۔ پی ہے، آسام ہے بھی، ایم۔ پی بھی ہے : اس میں بنگال بھی، گجرات بھی دہلی بھی ہے
اس میں میسور بھی، مدراس بھی، اے۔ پی بھی ہے : اس میں کیرل بھی ہے کشمیر کی وادی بھی ہے

بمبئی بھی ہے، بہاری بھی اتر آئے ہیں
پیشوایانِ حرم بن کے خضر آئے ہیں

جناب مولانا ابو السعود صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا پر مغز اور بسیط مطبوعہ خطبہ استقبالیہ سنایا۔ بنگلور کے اخبارات سالار اور آزاد نشین وغیرہ ان جلسوں اور کارروائیوں کو تفصیل کے ساتھ شایع کیا۔ اور اپنے تعاون سے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہ اخبارات بالالتزام روزانہ صبح کو مہمانوں کی قیام گاہ میں پہونچائے جاتے تھے۔

باہر سے آنیوالے تمام مہمانوں کی خدمت اور خاطر تواضع پر جامعہ سبیل الرشاد کے طلبہ متقرر کئے گئے تھے جنھوں نے نہایت سلیقہ مندی اور ذمہ داری سے یہ خدمت انجام دی۔ ان طلبہ کی وضع قطع میں دینی و علمی وقار تھا، اور ان میں علم دین کی جھلک پائی جاتی تھی، انھوں نے رات دن ایک کر کے مہمان نوازی اور جلسے کے انتظام میں بڑی خوبی پیدا کی۔ مولانا ابو السعود صاحب اور دیگر اساتذہ بھی ہر وقت خاطر تواضع میں لگے رہتے تھے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مدارس عربیہ

اساتذہ و تلامذہ انتظامی امور میں زیادہ باصلاحیت نہیں ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خام خیالی اس طرح کی انتظامی صلاحیت کے مظاہرہ سے دور ہو سکتی ہے۔ جلسہ کے اختتام پر جب یہ طلبہ اپنے مختصر سامان لیکر دس دس پانچ پانچ کرکے اپنے مدرسے میں جا رہے تھے تو بہت سے مہمان ان کو حسرت بھری نظر سے دیکھ رہے تھے اور دعائیں دے رہے تھے۔

دفتری انتظام بھی بہت خوب تھا اور اس میں کام کرنے والے حضرات بھی ہر کام میں نہایت مستعدی اور ذمہ داری سے خدمت انجام دے رہے تھے۔ جلسہ گاہ تک مہمانوں کے آنے جانے کے لئے گاڑی کا انتظام تھا۔ شہر کے بعض مخیر مسلمانوں کی طرف سے مہمانوں کی دعوتیں بھی اسی ہوٹل میں ہوئیں۔ چنانچہ ۲۱ر فروری کو بعد ظہر جناب سید نور برادرس آٹو انجینیرنگ ورکس بنگلور کی طرف سے دعوت ہوئی اور ۲۳ر فروری کو ظہر کے بعد ہوٹل کے مالک جناب سید احمد صاحب کے گھر پر جو پاس ہی تھا بڑی پرتکلف دعوت ہوئی، نیز اس درمیان میں شہر کے مختلف تعلیمی اور دینی اداروں میں چائے نوشی کی دعوتیں ہوئیں ۲۲ر فروری کو بعد نماز عصر جمعیۃ علماء بنگلور کا ایک خصوصی جلسہ ہوا جس میں جمعیۃ علماء کے شہری ارکان اور حلقہ جمعیۃ کے مہمان شریک ہوئے۔ یہاں بھی چائے نوشی کا انتظام تھا۔ اسی طرح مجلس مشاورت، دینی تعلیمی کونسل، امارت شرعیہ وغیرہ کے جلسے اس موقع پر شہر میں ہوئے اور مہمانوں نے ان میں شرکت کی۔ الغرض تین دن تک شہر بنگلور میں بڑی چہل پہل رہی۔

۲۳ر فروری کو مسلم پرسنل لا کا اجلاس ختم ہو گیا۔

سلطان ٹیپو کے مزار پر :- ۲۴ر فروری دوشنبہ کو سرنگا پٹم اور میسور وغیرہ جانے کا پروگرام تھا۔ ظفر مسعود نے اپنے ایک متعارف تاجر سے موٹر کا انتظام کیا تھا اور انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ دس گیارہ بجے تک موٹر ہندستان ہوٹل پہونچ جائے گا۔

چنانچہ موٹر آیا مگر ایسا بگڑا کہ فوری طور سے بن نہ سکا، اور ہم لوگ بس سے روانہ ہو سکے، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور بعض دوسرے لوگ بھی ساتھ تھے۔ بنگلور سے ساتھ ستر میل سرنگا پٹم ہے جہاں ٹیپو سلطان کا قلعہ اور مزار وغیرہ ہے۔ سڑک کے مغربی جانب قلعہ ہے۔ اندر مسجد ہے اس میں ظہر ادا کی گئی، پاس ہی وہ جگہ ہے جہاں میر صادق کی غداری کی وجہ سے سلطان ٹیپو انگریزی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے زخمی ہو کر گرے تھے۔ آگے ایک مندر ہے جسے سلطان مرحوم نے یہاں قبضہ کرنے کے بعد باقی رکھا تھا۔ سڑک کے مشرق میں ان کا مزار ہے، شاندار عمارت میں تین مزارات ہیں۔ بتایا گیا کہ سلطان کی وصیت کی وصیت کے مطابق ان کو ان کے والد اور والدہ کے ساتھ دفن کیا گیا ہے، اس کے مغربی جانب شاندار مسجد ہے۔ یہاں عجیب شان و شوکت کا احساس ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شجاعت و سطوت اس در کی پاسبانی کرتی ہے، خطیرہ کے دروازہ کے داہنے بائیں دونوں جانب سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق فارسی میں تاریخی اشعار خط نستعلیق میں جلی حرفوں میں کندہ ہیں۔ مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد وہیں ایک موٹر والے سے جو بندراین گارڈن جا رہا تھا بات چیت کر کے عصر کے بعد بندراین گارڈن میں پہونچے جو یہاں سے دس بارہ میل پر واقع ہے۔ یہ مقام جنوبی ہند کا مشہور تفریحی مقام ہے جو مہاراجہ میسور اور اس کے مسلمان وزیر کے ذوق کی لطافت کا بہترین مظاہرہ کر رہا ہے اس کے مغرب میں دریا پر بہت اونچا بند باندھا گیا ہے اور بہت بڑے باغ میں رنگ برنگ کے پھول لگائے گئے ہیں، درمیان میں پانی جمع کر کے بہت بڑی پختہ جھیل بنائی گئی ہے جس میں موٹر لانچ سے سیر کرائی جاتی ہے، جھیل میں راستہ نکالا گیا ہے جگہ جگہ فوارے ہیں، شام فواروں کے ساتھ رنگ برنگ کی روشنی کا منظر عجیب غریب ہوتا ہے۔ دور دور سے روزانہ ہزاروں آدمی

یہاں سیر و تفریح کو آتے ہیں، بنگلور میں سرنگا پٹم، میسور اور بندرا بن کی سیر و تفریح کرنے والے سیاحوں کے لئے بہت سی موٹر کمپنیاں آرام دہ اور خوبصورت بسیں چلاتی ہیں ان سے اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے۔ اس گارڈن، جھیل، اور پھولوں کی کیاریوں کو دیکھکر دہلی کے لال قلعہ کا اندرونی منظر نگاہوں کے سامنے آگیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہاں کا چمن اجاڑ کر یہاں لگا دیا گیا ہے۔ مسلم پرسنل لا کے جلسہ میں آنے والے بہت سے مہمان اسی تفریحی مقام میں صبح ہی سے موجود تھے، مغرب کی نماز اسی باغ میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد میسور آئے، یہ شہر بھی نہایت صاف ستھرا خوبصورت اور ہرا بھرا ہے، مہاراجہ میسور بہت باذوق تھے۔ انھوں نے اس شہر کے حسن تعمیر میں اپنے ذوق سے کام لیا ہے۔ گیارہ بجے رات میں بنگلور واپسی ہوئی۔ آج بھی قیام و طعام کا انتظام ہندستان ہوٹل ہی میں تھا، چنانچہ کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھی اور آرام کیا۔

جامعہ سبیل الرشاد:- ۵ / فروری ۱۹۷۳ء شنبہ کو یہاں کی مشہور دینی اور علمی درسگاہ جامعہ سبیل الرشاد کے اساتذہ و تلامذہ سے ملنے اور ان سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ شہر کے باہر شمالی مشرقی کنارے پر جامعہ سبیل الرشاد واقع ہے، جس کے بانی اور مہتمم مولانا ابوالسعود صاحب ہیں۔ ان کے خلوص و محنت کی وجہ سے پندرہ سال کی مدت میں یہاں ایک نہایت شاندار دینی درسگاہ بن گئی ہے اسی جگہ پر پہلے چمڑے کی دباغت کا کام ہوتا تھا مگر چند ہی سالوں میں اس کی شاندار عمارت تیار ہو گئی ہے جو نہایت خوبصورت اور پرفضا مقام پر ہونے کی وجہ سے بڑی جاذبیت رکھتی ہے۔ جامعہ کے آس پاس نہایت کشادہ زمین واقع ہے۔ اندر وسیع و عریض صحن ہے۔ مغرب اور شمال میں باقاعدہ عمارتیں بن چکی ہیں، شمال میں مدرسہ کی عمارت

سے کچھ بعد نہایت شاندار مسجد بنائی گئی ہے، تقریباً دو سو طلبہ یہاں تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ چونکہ بنگلور کے مسلمان مخیر تاجر اس جامعہ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اس لئے تعمیراتی اخراجات اور دیگر اخراجات میں پریشانی نہیں ہے۔

جمعیۃ الرشاد کے نام سے طلبہ کی انجمن ہے، اکثر طلبہ اپنے ذوق کے مطابق جمعرات کو وعظ و ارشاد کے لئے باہر چلے جاتے ہیں البتہ طلبہ جمعہ کی رات مسجد میں گذارتے ہیں۔ یہاں آکر طبیعت میں بڑا انبساط و نشاط ہوا۔ کتب خانہ بھی مدرسہ کی کم عمری کے اعتبار سے نہایت شاندار ہے اور بہت سی کام کی کتابیں ہیں، راقم کی تصانیف بھی یہاں نظر آئیں۔ مدرسے کے طلبہ و مدرسین نے مسلم پرسنل لا کے اجلاس کی کامیابی میں نہایت تندہی اور خلوص سے نمایاں خدمات انجام دیں، باقیات صالحات ویلور اور دارالعلوم عمرآباد کی طرح جامعہ سبیل الرشاد بنگلور بھی جنوبی ہند کے مشہور دینی مدارس میں شمار ہوتا ہے اور اپنی تازہ دم خدمات کی وجہ سے بڑی کشش رکھتا ہے: ناشتہ اور چائے نوشی کے بعد مسجد میں طلبہ و مدرسین کا اجتماع ہوا جس میں مولانا حبیب الرحمن صاحب اور میں نے اساتذہ و تلامذہ کے حقوق و آداب اور علم دین کے موضوع پر خطاب کیا، کچھ وقت کتب خانہ میں بھی گذرا اور چونکہ گیارہ بجے وانمباڑی کے لئے سفر کرنا تھا۔ اس لئے وہاں سے تقریباً دس بجے ہندوستان ہوٹل آگئے۔

شہر بنگلور:- ۱۲ر فروری جمعہ کی شام کو بنگلور آئے اور آج ۱۵ر فروری سہ شنبہ کو یہاں سے نکلنے کا وقت بھی آگیا۔ مگر ہم اس "شہر رنگ و بو" کے بارے میں ناظرین کو کوئی معلومات نہیں دے سکے کیوں کہ چار روزہ مصروفیات نے اس خوبصورت اور رومانی شہر میں گھومنے پھرنے کا

موقع ہی نہیں دیا۔ ایک دن شام کو تھوڑی دیر کے لیے مشہور تاریخی تفریح گاہ "لال باغ" میں جانا ہوا تھا۔ جہاں قسم قسم کے پھل پتے درخت بہت زیادہ ہیں، یہ باغ سینکڑوں سال قدیم ہے اور میلوں میں پھیلا ہوا شہر کا خوبصورت ترین مقام ہے، شام کو یہاں بڑی چہل رہتی ہے، پھول اور سبزی کے اس دیس میں "لال باغ" قلب کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے علاوہ اور کئی خوبصورت باغات اور گارڈن ہیں جن میں رنگ برنگ کے پھولوں کی تختہ بندی نہایت قرینے سے کی گئی ہے۔ آمبلی کی جدید عمارت اور اسکے آس پاس پھولوں کی کیاریاں بڑی دل کش ہیں، معلوم ہوا کہ یہاں کے بہت سے علاقے مشہور انگریزوں کے نام پر ہیں کیوں کہ جب وہ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوتے تھے تو بنگلور آکر بقیہ زندگی گزارتے تھے۔ اور اس شہر کے جمالیاتی پہلو کو اپنے ذوق کے مطابق خوب خوب واضح کرتے تھے۔ شہر صاف ستھرا، سڑکیں اور گلیاں وسیع، عمارتیں خوبصورت اور جدید دکانیں بڑی اور سجی ہوئی۔ لوگ عام طور سے بااخلاق، بامروت، ملنسار اور اور اچھی طبیعت کے ہیں۔ مسلمانوں میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی بیداری ہے۔ انکے اپنے اسکول، کالج اور تعلیمی ادارے اور ان کے لئے اوقاف ہیں۔ تجارت میں آگے ہیں۔ دولت مندی کے ساتھ دینی، ملی اور قومی کاموں میں خرچ کرنے کا جذبہ ہے۔

کسی مقام میں دو چار دن رہ کر وہاں کے بارے میں صحیح معلومات نہیں دی جاسکتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اپنے تاثرات ظاہر کئے جاسکتے ہیں جو ضروری نہیں ہے کہ صحیح ہوں کیوں کہ مسافروں اور سیاحوں کی نظر عبوری اور وقتی ہوتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ علم و معلومات کا جوڑ ہو تو بات وزنی ہوتی ہے مگر یہاں تو معلومات حاصل کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔

دی مغل لائن لمیٹیڈ

(حکومت ہند کا تجارتی ادارہ)

پروگرام حج سنہ ۱۹۷۵ء

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ ذیل میں حج سنہ ۱۹۷۵ء کے لئے **بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی**

جہازوں کی روانگی کا عارضی پروگرام پیش کرتے ہیں:-

بمبئی سے روانگی	جدہ سے روانگی
قبل رمضان روانگی	
۱- اکبر تقریباً ۲۱ اگست سنہ ۱۹۷۵ء	۱- اکبر تقریباً ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۷۵ء
۲- مظفری " ۲۴ اگست "	۲- مظفری " ۲۲ دسمبر "
۳- محمدی " ۲۶ اگست "	۳- محمدی " ۲۴ دسمبر "
بعد رمضان روانگی	
۴- اکبر " ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۹۷۵ء	۴- اکبر " ۶ جنوری سنہ ۱۹۷۶ء
۵- مظفری " ۱۵ اکتوبر "	۵- مظفری " ۱۰ جنوری "
۶- محمدی " ۱۸ اکتوبر "	۶- محمدی " ۱۲ جنوری "
۷- اکبر " ۲۷ اکتوبر "	۷- اکبر " ۲۲ جنوری "
۸- مظفری " ۴ نومبر "	۸- مظفری " ۲۶ جنوری "
۹- محمدی " ۷ نومبر "	۹- محمدی " ۳۱ جنوری "
۱۰- اکبر " ۱۲ نومبر "	۱۰- اکبر " ۷ فروری "
۱۱- مظفری " ۲۳ نومبر "	۱۱- مظفری " ۱۷ فروری "
۱۲- محمدی " ۲۶ نومبر "	۱۲- محمدی " ۱۹ فروری "
۱۳- اکبر " ۲۹ نومبر "	۱۳- اکبر " ۲۳ فروری "

کرایہ جہاز: بمبئی، جدہ، بمبئی کے سفر کا کرایہ مندرجہ ذیل ہے صرف واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔

	کرایہ [illegible]	[illegible] کرایہ [illegible]	[illegible] ٹیکس	[illegible]	[illegible]	مجموعی رقم
[illegible] کلاس (بالغ)	۳۵۰۰ روپے	۳۰ روپے	۵۲۵ روپے	۳۲ روپے	۵۰ روپے	۴۱۳۷ روپے
[illegible] کلاس ** (بالغ)	۱۵۵۰ روپے	۳۰ روپے	مستثنیٰ	۳۲ روپے	۲۵ روپے	۱۶۳۷ روپے
بچے ۱ تا ۲ سال	۳۹۰ روپے	—	۳۹ روپے	۳۲ روپے	—	۴۶۱ روپے
بچے ۱ سال سے کم عمر تک	—	—	—	۳۲ روپے	—	۳۲ روپے
ڈیک کلاس (بالغ)	۱۵۰۰ روپے	۳۰ روپے	مستثنیٰ	۳۲ روپے	۲۵ روپے	۱۵۸۷ روپے
بچے ۱ تا ۲ سال	۳۷۵ روپے	—	۳۷ روپے ۵۰ پیسے	۳۲ روپے	—	۴۴۴ روپے ۵۰ پیسے
بچے ۱ سال سے کم عمر تک	—	—	مستثنیٰ	۳۲ روپے	—	۳۲ روپے

★ یہ رقم حج کمیٹی کی جانب سے حج ہاؤس بمبئی کی تعمیر کے سلسلے میں وصول کی جائیگی۔

★★ (صرف ایم وی اکبر) یہ انتظام مزید سہولتوں مثلاً آرام دہ اور چھ تا بارہ بستروں کے علیحدہ علیحدہ کمپارٹمنٹ کے ساتھ کیا گیا ہے یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ اس جہاز میں عام ڈیک کلاس کی کوئی بھی نشست نہیں ہے۔ بچے جن کی عمر ۲ اور سولہ سال کے درمیان ہوگی ان کو حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ البتہ والدین اپنے ساتھ صرف ۲ سال تک کے عمر کے بچے لے جاسکتے ہیں بشرطیکہ ایسے بچوں کی عمر جہاز پر سوار ہونے کی تاریخ تک ۲ سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے۔ جس کے لئے متعلقہ حکام سے حاصل کردہ پیدائشی سرٹیفکیٹ درخواست کے ساتھ ہونا لازمی ہے۔

پابندیاں

حکومت ہند نے عازمین حج کے مفاد عامہ اور ان کی بھلائی کے پیش نظر بعض پابندیاں عائد کی ہیں لہذا عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان عائد کردہ پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ کر درخواست دیں

درج ذیل عازمین کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی ۔

(الف) وہ افراد جو گزشتہ پانچ سال یعنی ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۴ء کے درمیان
ہندوستان کے کسی بھی حصے سے فریضہ حج ادا کر چکے ہیں ایسے افراد حج بدل
پر بھی نہ جا سکیں گے ۔

(ب) :- بچے کی عمر ۲ اور سولہ سال کے درمیان ہو گی ۔

(ج) :- وہ عازمین حج جن کے پاس غیر ملکی زر مبادلہ ۱۱۰۰ (ایک ہزار ایکسو) سعودی ریال
سے کم ہو گا جو تقریباً ہندوستانی ۲۶۰۰ روپیوں کے برابر ہو گا ۔

(ح) :- وہ خواتین جنھیں جہاز پر سوار ہوتے وقت پانچ ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ہو گا

(ھ) :- درج ذیل بیماریوں اور معذوریوں میں مبتلا افراد :-
(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قلبی امراض (۴) شدید دمہ
(۵) متعدد جذام (۶) دیگر شدید متعدی بیماریاں یا جسمانی کمزوریاں ۔
شدید بیماری یا خاتون کے حمل پر شبہ کی حالت میں بمبئی میں ان کا طبی معائنہ
کیا جائے گا ۔ لہٰذا عازمین حج غلط بیانی سے درخواست نہ دیں ۔

درخواست بھیجنے کا طریقہ

حج ۱۹۷۵ء کے تمام عازمین حج کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ مغل
لائن سے بلا قیمت تقسیم کئے جانے والے نئے درخواست فارم اور ہدایات کا
پرچہ حاصل کریں ۔

عازمین حج جن کی درخواستیں گزشتہ پانچ سال میں مسترد ہو چکی ہیں ان کو
اعلان کے مطابق فوقیت دی جائے گی ۔ بشرطیکہ وہ گزشتہ نامنظور درخواستیں
نئی درخواست کے ساتھ منسلک کریں ۔

(۱) ریاست جموں و کشمیر (۲) منی پور (۳) جزائر انڈومان و نکوبار اور (۴) لکشادیپ سے آنے والی درخواستوں کا انتخاب ریاستی حج کمیٹی ۔ ایڈمنسٹریٹر کرتے ہیں لہٰذا ان مقامات کے عازمین حج صرف مقامی حکام کو درخواست دیں ۔

درخواست وصول ہونے کی آخری تاریخ : حج ۱۹۷۵ء کے لئے

مقررہ فارم پر تمام درخواستیں ہدایات کے مطابق ہر اعتبار سے مکمل اور رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ اس طرح روانہ کی جائیں کہ وہ کمپنی کے رجسٹرڈ آفس پر ۴ جولائی ۱۹۷۵ء یا اس سے قبل پہنچ جائیں دستی طور پر کوئی درخواست دفتر کے کاونٹر پر قبول نہیں کی جائیگی ۔ ۴ جولائی ۱۹۷۵ء کے بعد پہنچنے والی کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بھیجنے والے کو لوٹا دیا جائے گا ۔

درخواست فارم :

نئے جاری کردہ درخواست فارم اور ہدایات کا پرچہ برائے حج ۱۹۷۵ء صرف عازمین حج کو ان کی گزارش پر مغل لائن مفت مہیا کرتی ہے عازمین حج کے لئے لازمی ہے کہ وہ حج اور کرایہ کی رقم وصول کرنے یا اس طرح کا کوئی کام انجام دینے کے لئے مغل لائن نے اپنی کوئی شاخ، نمائندہ یا ایجنٹ مقرر نہیں کیا ہے ۔

مذکورہ بالا معلومات حج ۱۹۷۵ء کیلئے مغل لائن کے جاری کردہ اعلان کا اختصار ہے مکمل تفصیلات اور درخواست فارم کیلئے لکھئے ۔

فون
۲۵۶۸۳۵
ٹیلکس
۰۱۱-۴۰۳۹

مغل لائن لمیٹیڈ

۱۲ ۔ بنک اسٹریٹ فورٹ بمبئی نمبر ۴۰۰۰۲۳

تار کا پتہ
مغل بمبئی
MOGUL
BOMBAY

عالمِ انوار

زائرِ حرم حمید مرحوم

یاد آتا ہے اُس بزم پُر انوار کا عالم ؛ شاہنشہِ کونینؐ کے دربار کا عالم
ہے پیش نظر ہر در و دیوار کا عالم ؛ اب تک ہے وہی جلوۂ دیدار کا عالم
وہ نور فشاں انجمنِ راز کی باتیں ؛ وہ خوابگہِ سیّدِ ابرار کا عالم
وہ سورۂ مزمل و طٰہٰ کی تلاوت ؛ ہر گوشے میں وہ بارشِ انوار کا عالم
ہنگامِ مناجات وہ اشکوں کی روانی ؛ آیاتِ شافعِ محشر، کی وہ تکرار کا عالم
وہ وقتِ تہجد نظر افروز نظارے ؛ ہر سمت وہ تابانیِ انوار کا عالم
وہ عکس فگن ماہِ رسالتؐ کی شعاعیں ؛ اور وہ حرمِ پاک کی دیوار کا عالم
جبریلؑ کی آمد کا وہ احساس و تصور ؛ وہ پچھلے پہر ہبطِ انوار کا عالم
میدانِ احد کے وہ دل افروز مناظر ؛ ہر سمت وہ رنگینیِ کہسار کا عالم

تا حشر رہے میری نگاہوں میں الٰہی
آرامگہِ احمدِ مختار کا عالم

امۂ محبّین خدام النبی کا دینی تعلیمی اور جرح سے متعلق معلوماتی رسالہ

ماہنامہ البلاغ

بمبئی

مدیر تحریر	مدیر مسئول
قاضی اطہر مبارکپوری	محی الدین منیری

صابو صدیق مسافرخانہ، کرناک روڈ، بمبئی ۱

سالانہ چھ روپیے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

TELEGRAM TAUFIQ BOMBAY

ماہنامہ البلاغ بمبئی

اشاعت ۱۸ر اکتوبر

سالانہ چھ روپے، ممالک غیر سے بارہ روپے، ششماہی تین روپے، فی پرچہ ۶۰ پیسے

جلد ۲۵ | ماہ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۵ء | شمارہ ۱۰

شذرات	قاضی اطہر مبارکپوری	۲ - ۴
مطالعات و تنقیدات	قاضی اطہر مبارکپوری	۵ - ۱۷
حج مسلمانوں کا عظیم اجتماع	محمد الیاس فاروقی	۱۸ - ۲۱
مصطفیٰ کا بین الاقوامی سال	مقبول احمد سراج بی، ایس، سی	۲۲ - ۲۳
آیات قرآنی متعلق مناسک حج و زیارت	خواجہ محمد واسع حیدرآباد	۲۴ - ۴۱
باب الافتاء	مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب	۴۲ - ۴۵
اشتہارات	ادارہ	۴۶ - ۴۸

مالک انجمن خدام النبی

پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل الیکٹرو پریس ۳۲ زرد جی اسٹریٹ بمبئی ۳ میں چھپواکر

حاجی ابو صدیقی مسافر خانہ، بمبئی ۱ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ماہ ستمبر کے برہان کے نظرات میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے کہ اگرچہ مدارس عربیہ کا وجود کبھی ایسے افراد سے خالی نہیں رہا جو علوم عربیت میں مہارت کے ساتھ عربی زبان میں تحریر و تقریر پر قادر ہوں، لیکن ایسے حضرات خال خال تھے، اور اسی وجہ سے جو علماء اس وصف میں کمال رکھتے تھے وہ طبقۂ علماء میں ممتاز ہو جاتے تھے، ورنہ عام حالت یہ تھی کہ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب عربی کے اساتذہ اور طلبہ کو طعنہ دیتے تھے کہ ہم انگریزی پڑھتے ہیں تو اس میں بول سکتے اور لکھ بھی سکتے ہیں مگر مدارس کے اصحاب کو کچھ نہیں آتا نہ عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ اس میں کچھ لکھ سکتے ہیں، اور اس میں شبہ نہیں کہ ان کا کہنا بڑی حد تک غلط نہیں تھا۔

لیکن خدا کا شکر ہے آج مدارس عربیہ کا رنگ دوسرا ہے، اگرچہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اس میں سبقت کی لیکن اب دارالعلوم دیوبند بھی کم نہیں۔ یہاں بھی اب ایسے طلباء کثرت سے ملیں گے جو شستہ عربی میں بے تکلف تحریر و تقریر کر سکتے ہیں۔ اور اردو کے مضامین

کی تعریف پر قدرت رکھتے ہیں، یہ وہ طلباء ہیں جو ایک دن کے لیے بھی ملک سے باہر نہیں گئے مگر ان کی کھپت عرب ممالک کے سفارت خانوں، حکومت کی وزارت خارجہ کے شعبوں، آل انڈیا ریڈیو کے عربی پروگراموں میں ہو رہی ہے، اور ملک میں ان کی مانگ بڑھ رہی ہے، شمالی اور جنوبی ہند کے بعض دوسرے مدارس بھی اس میں نیک نام ہیں،

یہ امر اس حیثیت سے تو خوشی کی بات ہے کہ ندوہ یا دیوبند یا کوئی اور مدرسہ، ان کے فارغ التحصیل طلباء کے لیے ایک نیا اور اچھا ذریعہ معاش پیدا ہو گیا لیکن اس سلسلہ میں چند باتیں ہیں جن پر ایسے نوجوانوں اور مدارس کے ذمہ دار اصحاب دونوں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ملازمتیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ان میں تنخواہ کا اسکیل خواہ کچھ بھی ہو عموماً مترجم یا ترجمان کی ہوتی ہے، اور ان کی حیثیت کلرکل ہے نہ کہ اکزکٹو، اس بنا پر جو کچھ فائدہ ہے وہ معاشی ہے نہ علمی ہے نہ ادبی اور نہ عہدہ و منصب کا،

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہ ملازمتیں اس وقت تک نہیں مل سکتیں جب تک امیدوار انگریزی کی اچھی قابلیت نہ رکھتا ہو اسی وجہ سے ان نوجوانوں کو مدرسہ میں زندگی کے سات آٹھ برس گذارنے کے بعد طالب علمی از سر نو کرنی ہوتی ہے اور اس میں آٹھ نو برس صرف کر کے وہ انگریزی کے اعلیٰ امتحانات پاس کرنے کے لائق ہوتے ہیں، (۳) تیسری بات جو کم اہم نہیں ہے وہ یہ کہ زبان خواہ عربی ہو یا انگریزی یا کوئی اور زبان۔ وہ کبھی مقصود بالذات نہیں ہو سکتی، وہ صرف اظہار اور ابلاغ کا ذریعہ ہے، اس لئے صرف زبان و بیان پر قدرت حاصل کر کے اس پر قانع ہو جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ وضو کر کے فارغ ہو جانا اور نماز نہ پڑھنا۔

تیسری بات پر مولانا اکبر آبادی کا اقتباس ختم ہو گیا اور (۴) چوتھی بات جو سب سے زیادہ اہم اور باعث حیرت و افسوس یہ ہے کہ عام طور سے ایسے عربی انگریزی دونوں میں اچھی

تحریک کا ظہور صرف روایت دشمنی ہی کے انداز میں نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ دین سے بیزار ہو جاتے ہیں اور انکی شکل و صورت اور حرکات سے دین بیزاری ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ دینی علوم سے کورے ہو کر صرف نوکری اور تنخواہ کے قابل رہ جاتے ہیں، اور اسی کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسے افراد میں خودداری، عزت نفس، خود اعتمادی اور خودشناسی آنی چاہیے تھی۔ اور ان کو فکری اور عملی اعتبار سے دیندار اور دینی علوم کا ترجمان ہونا چاہیے تھا۔ کسی موقع پر ہم اپنے ان قدیم و جدید کے جامع افراد پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

حجاج کرام کے بحری جہازوں کی روانگی شروع ہو گئی ہے اور ہوائی جہازوں کے پروگرام کا بھی اعلان ہو گیا ہے۔ سعودی حکومت کی طرف سے مدت قیام میں ابتداءً پابندی کی وجہ سے ہندوستان سے ۲۱ ہزار کے بجائے صرف ساڑھے ۱۷ ہزار حجاج جا سکے، اور مکہ مکرمہ میں.... رمضان المبارک گذارنے کی برکت سے یہاں کے بہت سے حجاج محروم رہے۔ سعودی حکومت نے انتظامی معاملات میں کچھ تجرباتی تبدیلیاں کی ہیں۔ خدا کرے ان کی وجہ سے حجاج کو آرام اور سعودی حکومت کو انتظامی سہولت ہو۔

... بہر حال قابل رشک ہیں وہ مسلمان جو حج و زیارت کی دولت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حج کو

مقبول و مبرور فرمائے اور حرمین شریفین

کی برکات سے ان کو

زیادہ سے زیادہ

حصہ دے۔

مطالعات و تعلیقات

از قاضی اطہر مبارکپوری

تکبر — مسلمان دنیا میں حق کا پیغام بر ہے اور انسانوں کے ہادی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو سراسر صداقت کی آواز بنائے بلکہ کائنات کے بسنے والوں کے لئے خدا کی راہ مستقیم کی رہنمائی کر سکے۔

اس کی زندگی کا مقصد ان دو باتوں کے سوا کچھ نہیں، اول یہ کہ وہ حق کا مبلغ ہر سچائی کا داعی ہے اور فطری قوانین کا اجاری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے وہ حق کے سامنے سرنگوں اور جواب دہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے کائنات میں رہ کر انسانوں کو اپنانا ہے۔ ان سے محبت کر کے خدائی پیغام ان کو پہونچانا ہے، اور خود کو ان کا خادم سمجھ کر خدا کے لئے کام کرنا ہے، اس لئے مسلمان انسانوں کی سوسائٹی میں خود ایک خادم کی حیثیت سے رہ کر ان کو اپنا مخدوم سمجھے، کیوں کہ خدا نے اس کے ذمہ تبلیغ کی بہت بڑی خدمت رکھی ہے۔

پس اگر مسلمان دینِ حق سے منحرف ہوا، صداقت سے اس نے منہ پھیرا اور بھلائی کو برطرف ہو گیا تو یہ اس کا تکبر ہے، نیز انسانوں کو حقیر سمجھ کر ان کی خدمت سے برگشتہ ہوا یا تبلیغ حق میں کوتاہی کی تو یہ بھی تکبر ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر۔	جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ

ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنًا و نعلہ حسنًا۔	آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اور جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ جمیل و یحب الجمال۔	اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ بقدرِ وسعت اچھا کھانا، اچھا پہننا اور خدا کی نعمتوں کو ظاہر کرنا تکبر نہیں ہے۔ جو ایک ذرہ برابر بھی ہو تو جنت سے محرومی کا باعث بنتا ہے، بلکہ تکبر یہ ہے کہ کوئی مسلمان حق بات کو جان بوجھ کر لاپروائی سے ٹال دے اور انسانوں میں اس کی تبلیغ کو ضروری نہ سمجھے اور لوگوں کو اپنے مقابلہ میں ذلیل و خوار سمجھے اور خدمتِ خلق کے لطیف و پاکیزہ جذبات سے اس کا دل خالی ہو اور اس میں کبر و غرور بھرا ہوا ہو۔

ضمیر کی آواز:- حضرت وابصہ بن معبدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے خود مجھ سے دریافت فرمایا اور کہا کہ تم نیکی اور گناہ کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا

استفت قلبك، البر ما اطمأنت اليه النفس، واطمأن اليه القلب والاثم ما حاك فی النفس، وتردد فی الصدر، وان افتاك الناس وافتوك۔ [1]

تم اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو جائے اور دل ٹک جائے، اور گناہ وہ ہے جس سے دل میں کھٹک رہے اور تردد باقی رہے اگرچہ لوگ تم کو کتنے ہی فتویٰ دیں۔

یعنی نیکی اور بدی کوئی چیز نہیں ہے کہ قلب مستقیم اور طبع سلیم کے لئے اس میں فرق کرنا مشکل ہو اور بغیر کسی کے بتائے سمجھ میں نہ آئے، بلکہ یہ دونوں چیزیں اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے مختلف ہیں جس کا دل صاف ستھرا ہوگا وہ دونوں میں فرق خود ہی معلوم کرلے گا۔ جس بات سے کھٹک پیدا ہو اس کے کرنے میں تردد ہو اور دل کہے کہ یہ بات بری ہے وہ برائی ہے۔ اسے مت کرو، اور جس بات پر دل جمے اور کسی قسم کا کھٹکا نہ معلوم ہو سمجھو کہ وہ نیکی ہے اس کے بارے میں کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور چونکہ عام طور سے ہمارے دل صاف و مجلّیٰ نہیں ہیں اس لئے مفتی سے دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اگر قلب میں صفائی ہو تو نیکی اور بدی میں فرق معلوم کرنے کے لئے کسی مفتی کے پاس جانے کی ضرورت نہ پڑے، اور دل گواہی دیدے کہ یہ کام اچھا ہے یا برا۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کا دل برائی کو ظاہر کرتا ہے، مگر خارجی باتوں کی وجہ سے وہ اسے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کام برا نہیں ہے، اور اس طرح یہ جائز ہے اور اس کی یہ تاویل ہے۔

دعوت و مدارات :۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] احمد و دارمی

صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف
لائے سعد بن عبادہ نے اللہ کے رسول اور رسول کے صحابہ کی خدمت میں روٹی اور [illegible]
کیا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرما کر میزبان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا.

افطر عندكم الصائمون وكل	تمہارے یہاں روزہ داروں نے افطار کیا
طعامكم الابرار وصلت عليكم	اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور
الملائكة [1]	فرشتوں نے تمہارے لئے دعا کی.

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اپنے ہمراہ لیکر رمضان شریف میں حضرت سعد بن عبادہ کے گھر شام کے وقت تشریف لے گئے تھے، یا پھر کوئی اور وقت تھا اور تمام حضرات روزہ سے تھے. اس زرین موقع کو حضرت سعد نے غنیمت سمجھا اور جو کچھ گھر میں موجود تھا سامنے لاکر رکھدیا، اس بے تکلفی، مہمان نوازی، اور ایثار و اخلاص کے مظاہرہ کی وجہ سے ان کو تین نیکیاں مل گئیں،

(۱) روزہ داروں کو افطار کرانا بجائے خود ایک بہت بڑی نیکی ہے چہ جائیکہ اللہ کے رسول اور رسول کے صحابہ کو افطار کرایا جائے، (۲) یہ مقدس گروہ روزہ دار ہونے کے ساتھ اللہ کے نیک بندوں پر مشتمل تھا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وہ لوگ تھے جو خلاصہ انسانیت ہیں اور جن کی ذات سے دنیا میں نیکی کا پرچار ہوا ہے، ایسے برگزیدہ انسانوں کی خاطر تواضع اسلامی معاشرہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے. اور اس کی بڑی فضیلت ہے. (۳) حسن مہمانی اور میزبانی میں نیک نیتی، اخلاص، ایثار اور للہیت کی وہ عظیم تر مقدار تھی جس کی وجہ سے فرشتوں نے صاحب خانہ کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعائیں کیں،

---

[1] ابو داؤد بحوالہ الکلم الطیب

اب بھی جو لوگ اللہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ کر نیک نیتی سے اچھے لوگوں کی دعوتیں کرتے ہیں اور بلا تکلف جو حاضر ہوتا ہے سامنے لاکر رکھ دیتے ہیں انھیں کا اجر و ثواب ملے گا۔ اور اس کے مقابلہ میں جو دعوتیں نام و نمود کے لئے ہوں گی جن میں موٹے موٹے دنیادار بلائے جائیں گے اور دیندار غرباء و مساکین نظر انداز کر دئے جائیں گے، ایسی دعوتوں کا نتیجہ برا ہوگا۔

علم اور جہالت

حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی اور عابد و زاہد بزرگ ہیں۔ انھوں نے ایک مرتبہ فرمایا۔

کفی بالمرء علماً ان یخشی اللّٰہ،	انسان کے علم کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ
وکفی بالمرء جھلاً ان یعجب بعملہٖ	اللہ سے ڈرے اور انسان کی جہالت کے لئے
[1]	یہی کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر غرور کرے۔

علم زیادہ پڑھنے اور معلومات جمع کر لینے کا نام نہیں ہے یعنی اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ مقصد علم کا حصول حقیقی علم ہے اور یہی علم کام کا ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے، اور انسان کے اندر خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ جس شخص کو خشیت خداوندی مل گئی، اسے علم مل گیا۔ اور اگر پڑھ پڑھا کر اسکا صحیح مقصد حاصل نہ ہوا بلکہ اس کے برخلاف عجب و غرور اور تکبر پیدا ہو گیا تو یہ سب سے بڑی جہالت ہے۔ انسان کتنا ہی زبردست عالم ہو اگر وہ اپنے علم یا اپنے عمل پر غرور کرتا ہے تو وہ سب سے بڑا جاہل ہے۔ شیطان نے یہی تو کیا تھا کہ عالم ہونے کے باوجود حکم خداوندی کے مقابلہ میں غرور و تکبر کیا اور اپنی جہالت و نادانی کا ثبوت دیا کہ علم و معلومات کی دنیا اب تک اس کی جہالت پر لعنت کرتی ہے کسی عالم کا اپنے عمل پر غرہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۵۰

[illegible] ہے کہ بلکہ [illegible] اس کی [illegible]
اور ظاہری طور سے اپنے کو بزرگ ظاہر کرے۔

اللہ پر توکل:۔ حضرت مسروق بن اجدع کی بیوی نے ایک مرتبہ ان سے عرض کیا کہ آج آپکے بال بچوں کے لئے رزق کا کوئی سامان نہیں ہے، حضرت مسروق نے نہایت اطمینان و سکون اور جمعیت خاطر کے ساتھ اس کو فرمایا۔

واللّٰہ لیاتینھم اللّٰہ برزق ۱ — خدا کی قسم اللہ ضرور بالضرور ان کے لئے رزق دے گا۔

بات ختم ہوگئی اس کے بعد بیوی نے کوئی سوال و جواب نہیں کیا، چنانچہ وہی ہوا کہ کسی دن بھی حضرت مسروق کے گھر میں فاقہ نہیں ہوا اور کھانے پینے کا انتظام ہوگیا، یہاں بزرگ لوگ تھے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے اللہ کو رب مان کر اسی عقیدہ پر استقامت اختیار کرلی، اور ان کے دل میں اس بارے میں کوئی فکر و فرعفہ اور خدشہ پیدا نہیں ہوا، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو جیسا کہ اس کا حق ہے تو وہ تمہیں ضرور روزی دے گا جس طرح کہ پرندے صبح کو خالی شکم نکلتے ہیں اور شام کو پُر شکم واپس آتے ہیں۔

عوام میں رہو اور کام کرو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مومن عام لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی اذیت اور تکلیف پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ ۲

---

۱ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۵۰ ۲ الادب المفرد، ترمذی

بے شک عوام سے دور رہنے میں عافیت ہے اور بعض حالات میں اس کا حکم بھی ہے مگر عام حالات میں عام لوگوں سے کٹ کر اپنے حلقہ میں پڑا رہنا اور سمجھنا کہ ہم بہت اچھے ہیں کہ فتنہ و فساد سے الگ تھلگ رہ کر دینی زندگی بسر کر رہے ہیں، بہت غلط بات ہے، اگر اس ذہنیت کو فروغ اور عموم حاصل ہو جائے تو پھر نیک و متقی لوگ اپنے گھروں اور حلقوں میں رہیں گے اور عوام اپنے معاملات و مسائل میں آزاد ہو کر شر و فساد برپا کریں گے، اس لئے ضرورت ہے کہ ارباب دین و دیانت اور اہل ایمان و یقین عوام میں آئیں۔ ان سے تعلق رکھیں اور ان کے امور و معاملات میں دلچسپی لیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ایک فریق ان کو برا بھلا کہے گا۔ ان کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے نازیبا کلمات منہ سے نکالیگا۔ یا ہو سکتا ہے کہ کبھی روحانی اذیت کے ساتھ جسمانی اذیت کی باری آئے، ان تمام صورتوں میں اگر مومن و متقی اور عالم و مولوی نے دین و دیانت اور علم و تحقیق کی روشنی میں کوئی کام کیا ہے جس کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا ہے تو اسے اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ اور وہ اصلاح و تبلیغ کی خدمت کرے گا، جن ملکوں میں مذہبی طبقہ عوام سے کنارہ رہتا ہے اور اپنی مشیخت کے حلقے میں زہد و تقویٰ کا مدعی بنکر رہتا ہے وہاں کے عوام میں بے راہ روی آجاتی ہے اور وہ اپنے علماء و مشائخ کو صرف دعا کرانے اور مسئلہ معلوم کرنے کے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ بخلاف اس کے جہاں کے ارباب دین و دیانت اور اہل علم و فضل عام لوگوں میں رہ کر ان کے معاملات و مسائل میں حصہ لیتے ہیں، وہاں کے عوام میں بے راہ روی نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے، ہندستان میں ارباب دین و دیانت اور اہل علم و فضل بڑی حد تک عام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ہر معاملہ میں دلچسپی لیتے ہیں، اسی لئے یہاں عوام میں دین کا جذبہ زیادہ ہے۔

حرام مال سے صدقہ قبول نہیں :- حضرت امام ابن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ

[illegible] میں ایک شامی بڑے آدمی کے ساتھ چل رہا تھا، سامنے سے ایک [illegible] کے ٹوکرے میں ایک انار تھا، اس شامی نے اس مزدور کے ہاتھ سے وہ انار چھین کر اپنے کپڑے میں چھپا لیا یہ دیکھکر میں بہت متعجب ہوا مگر سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اتنا بڑا آدمی یہ کام نہیں کر سکتا، میری آنکھوں نے ہی دیکھنے میں غلطی کی ہے۔ آگے بڑھ کر اس شامی نے ایک فقیر کو سوال کرتے ہوئے دیکھا اور انار نکال کر اسی کو دیدیا، میں نے اس سے کہا کہ میں نے یہ عجیب بات دیکھی کہ آپ نے ایک غریب کا انار لیکر ایک سائل کو دیدیا، اس نے مجھے جواب دیا کہ جب میں نے اس حمال سے انار لیا تو ایک گناہ کیا اور جب اسے ایک سائل کو دیدیا تو دس نیکیاں مجھے مل گئیں، میں نے کہا کہ یہ بات نہیں بلکہ جب تم نے انار لیا تو گناہ کیا اور جب اسے سائل کو دیا تو وہ تم سے قبول نہیں کیا گیا۔

صدقات و خیرات کی قبولیت حلال و طیب مال سے ہوتی ہے، حرام اور ناجائز مال سے صدقہ قبول نہیں کیا جاتا بلکہ الٹے واپس کر دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔۔

"حلوائی کی مٹھائی پر دادا کا فاتحہ" اسی کو کہتے ہیں، جن لوگوں کی آمدنی غلط طریقہ سے، کمائی کا ذریعہ غلط ہوتا ہے، اور وہ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر رزق و معیشت کا معاملہ کرتے ہیں وہ بہت ناکام ہوتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے ایسے غلط کار سمجھتے ہیں کہ ہم مسجد مدرسہ کو چندہ دیکر یا کسی کی مدد کر اپنا گناہ ختم کر لیں گے یعنی اس طرح ناجائز مال کو جائز کر لیں گے، یہ لوگ سخت دھوکے میں ہیں، ان کو الٹا گناہ ہوتا ہے کیوں کہ وہ غلط کام کر کے غلط عقیدہ اور خیال قائم کرتے ہیں، جیسا کہ امام اوزاعی کے بیان کئے ہوئے واقعہ میں ہے کہ اس شامی آدمی نے سوچا تھا کہ ایک گناہ کر کے دس نیکی کمالونگا اس میں نقصان کی کیا بات ہے، یہ تو سراسر فائدے کی بات ہے، اس قسم کی حرکت بہت بڑی جرأت بیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے، اس صدقہ سے بہتر ہے کہ آدمی غلط کام نہ کرے اور حلال طریقہ سے روزی کما کر خود کھائے بال بچوں کو کھلائے، اس کے حق میں یہی صدقہ ہے

اعداے صدقہ کا ثواب اسی میں مل جائے گا۔

لڑکیاں باعثِ خیر و برکت ہیں :-

جاحظ نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی سے شادی کی، اس کی تمنا تھی کہ اس سے کوئی لڑکا پیدا ہو، مگر اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی، اس پر اعرابی نے گھر بار چھوڑ دیا اور اپنے پڑوسی کے یہاں آ کر رہنا بند کر دیا، بہت دنوں کے بعد ایک مرتبہ وہ اپنی عورت کے خیمہ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی بچی کو یہ اشعار پڑھ پڑھ کر کھلا رہی تھی۔

مالابی حمزۃ لایاتینا : یظل فی البیت یاتینا

ابو حمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے گھر میں نہیں آتا کہ وہ ہمارے گھر میں آ کر رہے سہے۔

غضبان ان لا نلد البنینا : تاللہ ما ذلک فی ایدینا

وہ اس وجہ سے غصہ ہو گیا کہ ہم لڑکے نہیں جنتی ہیں، خدا کی قسم یہ ہمارے قبضہ میں نہیں ہے۔

وانما ناخذ ما اعطینا

خیمہ کے اندر سے بچی کھلانے اور ان اشعار پڑھنے کی آواز سن کر وہ اعرابی رک گیا، اور اس کے دل پر چوٹ لگی اور گھر کے اندر گیا اور بچی کو بوسہ دے کر کہا۔

ظلمتکما ورب الکعبۃ [1] رب کعبہ کی قسم میں نے تم دونوں پر بڑی زیادتی کی ہے۔

ایسے جاہل لوگ آج بھی ہیں جو بچیوں کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں، اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت کی بات ہے، اور کسی کے قابو نہیں ہے، اور ہم مسلمانوں کے لئے ہر ایسی بات میں خیر و برکت ہی ہے جو اللہ کی مرضی کی ہو اور ہم

---

[1] البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۶۸ و ۲۶۹

اس پر راضی خوشی رہیں۔ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے یہاں دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور اچھی تعلیم دے تو اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے اور یہ کہ جس گھر میں لڑکیاں ہوتی ہیں اس میں برکت ہوتی ہے۔

نرمی و آسانی :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی اور دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو لوگ اسے مارنے کیلئے اٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں موجود تھے، آپؐ نے یہ حال دیکھ کر لوگوں سے فرمایا کہ اس اعرابی کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ڈول سے پانی بہا دو۔ اسی کے ساتھ آپؐ نے فرمایا۔

"کیوں کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو" [۱]

یہ اخلاقی حدیث بہت مشہور ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے اقوال و احوال ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے باز رہنے اور نرمی برتنے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو خاص طور سے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ شدت، سختی، جفا اور اجڈپن مذموم حالات ہیں۔ اور ان کی وجہ سے خوبی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اور عفو، درگذر، حلم، صبر، نرمی، آسانی، فروتنی، انکساری محمود صفات ہیں۔ اور ان سے خوبی پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ غصہ، تیزی و تندی کو بڑائی خیال کرتے ہیں وہ لوگوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہوتے ہیں، چاہے بعض حالات میں ان کی بد کلامی، بدخلقی اور بد اطواری کی وجہ سے لوگ دب جائیں اور معلوم ہو کہ اس کا احترام ہو رہا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ شر و فساد سے بچنے کے لئے خاموش رہ جانا احترام کی بات نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ زبان و اخلاق کے نرم ہوتے ہیں ان سے محبت غیر شعوری طور پر ہوتی ہے۔

[۱] صحیح بخاری شریف

یہ کوئی سمجھانے کی چیز نہیں ہے بلکہ روزمرہ کا تجربہ ہے، اگر آپ نے ابتک تجربہ نہیں کیا ہے تو کسی تجربکار سے معلوم کرلیں، عمل کو باتوں کے ذریعہ زیادہ نہیں سمجھایا جاتا ہے، بلکہ عمل کرنے سے خود ہی سمجھ میں آجاتی ہے۔

ہر شخص نہ بنے مفتی :- حضرت ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے، ان میں سے ہر ایک کی یہی کیفیت تھی کہ جب کسی سے کوئی بات پوچھی جاتی تو وہ یہی کہتا تھا کہ اس کا بھائی اس کام کی کفایت کرتا ہے اور جب کسی سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تھی تو وہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا بھائی یہ حدیث روایت کردے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نبوت کے شمع علم کے پروانے اور علوم دینیہ کے ترجمان تھے مگر ان میں علمی برتری کا احساس نہیں تھا اور وہ یہی چاہتے تھے کہ یہ دینی مسائل اور قرآن و حدیث کی باتیں میرے علاوہ کوئی میرا بھائی بیان کرے۔ اہل علم کی یہی شان ہونی چاہئے اور اپنے علم پر غرور کرکے سب سے بڑا عالم نہیں بننا چاہیئے۔

مگر افسوس کہ یہ مرض ہمارے علماء میں موجود ہے اور وہ عام طور سے اپنے علم کے مقابلہ میں کسی کے علم کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور جاہلوں کو تو اپنے دینی علم و معلومات پر بڑا ناز و اعتماد ہوتا ہے اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی مسجد میں امام سے کوئی غلطی ہوجائے اور سلام پھیرنے کے بعد اس میں اختلاف ہو کہ سہو کا سجدہ کرنا ضروری تھا یا نہیں؟ یا پھر سرے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

جب یہ صورت پیدا ہوتی ہے تو پوری مسجد مفتیوں کا بازار بن جاتی ہے اور تقریباً ہر نمازی اپنے حق افتاء کو نہایت دلیری سے استعمال کرنے لگتا ہے، یہ تماشا یہاں کی مسجدوں میں عام طور پر ہوتا ہے اور وہ شور و ہنگامہ ہوتا ہے کہ مسجد کا احترام بھی ختم ہوجاتا ہے، یہ بہت بری بات، امام نے

غلطی کی یا کوئی اور بات ہوئی تو امام اور مولوی اس میں مان لیں گے اور اپنی ذمہ داری سمجھ کر کام کریں گے، تمام مصلیوں کو جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہو،

چار شعر :- ایک شاعر نے کہا ہے۔

تبسم اذا عبس الدهر لك : ودارو غلة في العيش كي تسلك

جب زمانہ تمہارے سامنے منہ بسورے تو تم ہنسو، اور وہ جہاں جہاں جائے اس کا پیچھا کرو،

وان تضحك فاعبس له : فمن سالم الدهر يوما هلك

اگر زمانہ تمہارے سامنے مسکرائے تو تم اس کے سامنے منہ بگاڑو کیوں کہ جو شخص زمانہ سے صلح و مصالحت کرتا ہے وہ کسی نہ کسی دن تباہ ہو جاتا ہے،

هو الغاشم المر لا يأتلي : يقلب ما يحتويه الفلك

زمانہ بڑا ہی تلخ اور شدید قسم کا دشمن ہے جو داؤں پاکر چھوڑتا نہیں ہے اور آسمان کے نیچے جو کچھ موجود ہے اس میں انقلاب لاتا رہتا ہے۔

يجور ويشتط في حكمه : ومن لا يجور اذا ما ملك

زمانہ ظلم کرتا ہے اور اپنے معاملات میں کج روی اختیار کرتا ہے اور کون ہے جو قابو پاکر ظلم نہیں کرتا۔

تین شعر :- ایک عرب شاعر اپنے ادیبانہ و حکیمانہ انداز میں کہتا ہے۔

وعين الرضا عن كل عيب كليلة

كما ان عين السخط تبدي المساويا

رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے جس طرح ناراضگی کی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

فان تدن منی تدن منک مودتی
وان تنأ عنی تلقنی عنک نائیا

اگر تم مجھ سے قریب ہوگے تو میری محبت تم سے قریب ہوگی، اور اگر تم مجھ سے دور ہوگے تو مجھے بھی اپنے سے دور پاؤ گے۔

کلانا غنی عن اخیہ حیاتہ
ونحن اذا متنا اشد تنائیا

ہم اور تم دونوں ایک دوسرے سے زندگی بھر بے نیاز اور الگ تھلگ رہے اور جب ہم مر جائیں گے تو بہت زیادہ دور ہو جائیں گے۔

ان تینوں اشعار میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔

(۱) محبت اور غصہ کی حالت میں توازن اور اعتدال باقی نہیں رہتا ہے، جس سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے اس کا ہر عیب ہنر اور برائی اچھائی معلوم ہوتی ہے۔ اور جس سے دشمنی اور نفرت ہو جاتی ہے اس کی ہر اچھی بات بری معلوم ہوتی ہے۔

(۲) ایک دوسرے سے تعلقات کا راز یہ ہے کہ تم دوسرے کے قریب جاؤ اور اس سے تعلق پیدا کرو، تم اگر کسی سے تھوڑا قریب ہوگے تو وہ زیادہ ہوگا۔

(۳) دنیا میں الگ تھلگ رہنے کی عادت اچھی نہیں ہے، ویسے دنیا میں کون کسی کی زندگی کو باقی رکھتا ہے، مرنے کے بعد تو دوری ہو ہی جائے گی، ابھی سے کیوں ایک دوسرے سے دور ہوا جائے۔

حج :- مسلمانوں کا عظیم اجتماع

(از :- جناب محمد الیاس فاروقی)

حج بیت اللہ ارکان اسلام کا پانچواں رکن ہے یہ دراصل مسلمانوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس ہے، یہ عظیم الشان سالانہ اجتماع مکۃ المکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینہ میں ہوتا ہے جس میں صاحب استطاعت مسلمان ایک عظیم تر اجتماعی مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں، یہ اجتماع دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانوں کو باہمی مشورہ اور انسانیت کو رنگ، نسل، وطن اور دوسری مصنوعی حدبندیوں سے نکال کر انسانی سطح پر محبت اور باہمی اعانت کے قابل بناتا ہے،

خانۂ کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی اور اس کام میں حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے برگزیدہ باپ کی مدد فرمائی پھر اس بیٹے کے ایثار، خلوص اور اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کر دینے کے پاک جذبہ نے اس مرکز کو وہ برکت دی کہ خدا نے قیامت تک کے لئے اسے "اپنا گھر" کہکر مرکز ہدایت اور مرکز امن قرار دیدیا،

حج کے دوران ان تمام باتوں سے منع فرمایا گیا جو انسان کو نیکی، پاکیزگی، محبت اور مؤدت کے راستے سے دور لے جائیں۔ اس لئے کہ یہ اجتماع تو ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسانوں کو خدا کی ذات کے قریب لیجا کر ان کی اجتماعی زندگی کو بہت ہی اعلیٰ و ارفع سطح پر منظم اور پاک بناتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش کے قول کے مطابق حج کے مناسک انجام دینے کی ایک خاص غرض و غایت ہے۔ یعنی جس شخص نے احرام باندھا گویا اس نے کفن پہن لیا، تمام شہوات و لذاتِ نفسانی سے دور رہنے کا عہد کیا اور دنیوی لذتوں اور راحتوں کو ترک کر دیا، اور اغیار کے ذکر سے روگردانی کی اور خواہشات نفسانی اور فاسد خیالات سے اپنے باطن کو صاف کیا اور نفس کو مجاہدے کی قربان گاہ میں قربان کرنے کی ٹھان لی، ایسی ہی قلبی کیفیت کے لئے حرم کعبہ صحیح معنوں میں جائے امن و سلامتی ہے۔

حج ہر سال ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میدان عرفات میں ہوتا ہے جو مکۃ المکرمہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے ہے اس تاریخ کو تمام عازمین حج اس مبارک اور تاریخی میدان میں پہونچ کر دعائیں مانگتے ہیں، اس دن حج ہوتا ہے اور دوسرے دن حجاج کعبہ کا طواف، سعی اور عمرہ ادا کرتے ہیں، ۸ ذی الحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں، یہ دن مکہ مکرمہ سے ارکان حج کی ادائیگی کے لئے روانگی کا دن ہے اس روز سورج نکلنے کے بعد حجاج منیٰ چلے جاتے ہیں۔ یہ مقام مکہ کے قریب واقع ہے یہاں پر ظہر، عصر، مغرب و عشاء اور نویں ذی الحجہ کی فجر کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں، ۹ ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد خوب دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورج نکلنے کے بعد عرفات کی جانب حجاج کا قافلہ روانہ ہو جاتا ہے جہاں غروب آفتاب تک لوگ عبادتوں میں مصروف رہتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر رحمت کے دریا بہاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس دن یعنی عرفہ کے دن سے زیادہ اللہ تعالیٰ کسی دن اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں فرماتا۔ اس دن وہ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے میرے بندے کیا لینے آئے ہیں؟

یہی وہ دن ہے جس کے متعلق خدا نے نبی کریمؐ سے کہا کہ ان لوگوں کو جو اس موقف میں کھڑے ہیں مطلع کر دو کہ میں نے ان سب کو بخشدیا، حضور اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس میدان میں اس دن آئے گا وہ اللہ کی جانب سے مغفرت کا پیغام پائے گا، عرفات کے اس وسیع میدان میں بندوں کی طرف سے آنسوؤں کی بارش اور پروردگار عالم کی جانب سے رحمت و مغفرت اور بخشش کی بارش ہوتی ہے، بے حساب خطائیں معاف کی جاتی ہیں،

اس شخص کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جس نے توبہ کرلی ہے اور اس مبارک دن گناہوں سے بیزار ہو کر مغفرت کا طلب گار اور اپنی کوتاہیوں پر شرمسار ہوا ہو، اس شخص سے زیادہ کون قسمت والا ہے جسے اس مقام پر ٹھہرنے کی سعادت اللہ کی رضا و مغفرت حاصل ہوگئی ہو، یہ ایسی ابدی سعادت ہے جس سے بڑی کوئی سعادت نہیں، البتہ وہ شخص جو اللہ کی نافرمانیوں کا عادی ہو کر اس کی رحمت و بردباری کے دھوکہ میں پڑا ہو اور اس سعادت سے محروم ہے اور ایسا شخص انتہائی بدبخت ہے۔

ظہر اور عصر کی نمازوں کے علاوہ عرفات میں اور کوئی نماز پڑھنے کی سخت ممانعت ہے، اس میدان سے روانگی اس وقت ہوتی ہے جب سورج غروب ہو جائے اس سے قبل یہاں سے کوچ کرنا اور مزدلفہ کی طرف روانہ ہونا ناجائز ہے۔ مغرب کی نماز نہ تو عرفات میں پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی راستہ میں بلکہ مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ملا کر مزدلفہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ عرفات سے واپسی پر رات مزدلفہ میں ہی گذارنی ضروری ہے، اور اگلے دن طلوع آفتاب سے پہلے ہی منیٰ کی طرف روانگی ہو جاتی ہے،

۱۰ ذی الحجہ کا دن یوم النحر کہلاتا ہے کیونکہ اسی روز قربانی کی جاتی ہے، اگر کسی وجہ سے اس روز قربانی نہ کی جا سکے تو ایام تشریق میں جتنی جلد ممکن ہو کرلی جاتی ہے۔ ایام تشریق

۱۱ر ۱۲ر اور ۱۳ر ذی الحجہ کی تاریخوں کو کہا جاتا ہے۔

حج مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی اجتماع ہے جس کے بعد ان کی ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے، مختلف ممالک کے اہل الرائے جمع ہو کر یہاں روحانی بلندی حاصل کرتے ہیں وہاں ملی ضرورتوں اور مسائل کو بھی طے کر سکتے ہیں۔ دنیا کے ہر گوشہ سے جمع ہونا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں جبکہ سفر اور دوسرے لوازمات کا مہیا کرنا خود ایک مرحلہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری عبادتوں نماز اور روزہ وغیرہ کی طرح یہاں عمومیت نہیں رکھی بلکہ جس طرح زکوٰۃ میں نصاب کی شرط ہے اسی طرح حج کے لئے استطاعت کی شرط ضروری قرار دی گئی ہے۔

نعت

از :- ماہر القادری

کس بیم و رجا کے عالم میں کعبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے اک سمت محبت ہوتی ہے

طیبہ کی ببولوں کے کانٹے پھولوں سے بھی نازک تر نکلے
تلوؤں کو بھی لذت ملتی ہے آسودہ طبیعت ہوتی ہے

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

اتممت علیکم فرما کر اللہ نے خود اعلان کیا ......
اتمام کرم اب ہو تو چکا بس ختم نبوت ہوتی ہے۔

عورتوں کا بین الاقوامی سال

اور اسلامی نقطۂ نظر

مقبول احمد سراج بی۔ایس۔سی (آنرس) جامع بارگی (ٹمل ناڈو)

۱۹۷۵ء کو اقوام متحدہ نے خواتین کا بین الاقوامی سال قرار دیا ہے، اس خصوصی موقع پر میکسیکو میں خواتین کی عالمی کانفرنس بھی منعقد کی جاچکی ہے جس کی روداد قارئین کے سامنے آچکی ہے، اس موقعے پر جن مسائل کو عالمی اہمیت دی جارہی ہے اور لے اس خاص موقع کے اغراض و مقاصد میں داخل کیا گیا ہے، وہ خواتین کی آزادی جیسے مختصراً مردوں کے ہم پلہ حقوق اور سماجی ارتقاء ہیں۔ تمام مسائل سنجیدہ غور و فکر کا تقاضہ کرتے ہیں، اس موقعے کو استعمال کرتے ہوئے عالمی تنظیموں کو پوری دوراندیشی سے عورتوں کے انسانی زندگی میں کردار کو متعین کرانا چاہئیے، اور ان کے واقعی مسائل کی جانب اقوام عالم کی توجہ منعطف کرا کے ان کے موزوں حل کی کوشش کرنی چاہئیے۔

مگر دوسری جانب اس موقعے پر جو مضحکہ خیز واقعات سامنے آئے ہیں وہ اس بات

غمازی کر رہے ہیں کہ مسئلہ کو انتہائی غیر سنجیدگی اور سطحیت کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ درا صل اس خصوصی برس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر میں خواتین کے حالات کی اصلاح اور ان کے مسائل کا حل اس طرح ڈھونڈا جائے کہ آئندہ آنیوالے برسوں میں بھی ان کے دور رس اثرات کو محسوس کیا جائے اور آئندہ عالم انسانیت پر گذرنے والا ہر لمحہ اور تاخیہ ان اقدامات سے مستفید ہوتا رہے۔ عورتوں کے مشاعرے، یوتھ فیسٹیول، کلچرل پروگرام، پولیس اسٹیشنوں کا قیام، ٹکٹ کا اجراء اور عورتوں کی ایڈریس سرائل تو ایسے اقدامات ہیں جو کسی تقریب کا حق تو ادا کر دیتے ہیں مگر عورتوں کے مسائل کے ٹھوس حل، ان کی مساوات، آزادی اور سماجی ارتقار کے لئے کوئی مثبت قدم ہرگز نہیں۔

اس خصوصی موقعے پر آزادی نسواں کے نام پر جو فحاشی کا سیلاب آرہا ہے وہ کسی صاحب بصیرت کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ گویا موجود ستمگر فحاشی کو یہ برس موسم بہار بن کر آیا ہو۔ بے حیائیوں کے اس طوفان نے مسلم معاشرے کو بھی متاثر کیا ہے اور اس سے بھی وہ نعرے فضار میں بلند ہو رہے ہیں جو اب تک نامانوس تھے، آزادی نسواں کے خوشنما نعرے خواتین کے لئے کونسی ناقدریاں، محرومیاں اور ذلالتیں لار ہے ہیں۔ ان کی جانب بہت کم نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔

(۱) مردوں کے ہم پلہ حقوق یعنی مساوات۔ اس موقعے پر جو سب سے پہلے نعرے کی بازگشت سنائی دیتی ہے وہ مساوات کا نعرہ ہے۔ ماہرین علوم معاشرت کا کہنا ہے کہ عورت اور مرد انسانی تہذیب کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں جن کا باہم ایک اور مساوی ہونا ضروری ہے ورنہ انسانی تہذیب کی گاڑی زیادہ دنوں تک اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے گی۔ یہ نام نہاد دانشور بھول جاتے ہیں کہ ہر گاڑی کے دو پہیئے باہم مساوی کر فرد ہوتے ہیں۔ ان کی منزل بھی ایک ہی ہوتی ہے مگر یہ دونوں اپنی مخصوص پٹری پر ہی چلتے ہیں اور گاڑی کی فلاح اسی میں ہے کہ اسکے دونوں پہیئے

اپنی مخصوص پٹری پر ہی چلتے ہیں، جس دن اور جس لمحے یہ دونوں پہیئے ایک پٹری پر پہونچ جائیں گے اسی دن بلکہ اسی لمحہ اس گاڑی کا انجام ہلاکت اور بربادی ہوگا۔

مساوات کا موجودہ مفہوم یہ ہے کہ خواتین کو تمام معاملات میں خواہ وہ معاشی ہوں، معاشرتی ہوں، سیاسی ہوں، تعلیمی ہوں یا قانونی، مردوں کے برابر حقوق حاصل ہونے چاہیئے، دونوں زندگی کے ہر میدان میں بلالحاظ جنس، صلاحیت، وقابلیت دوش بدوش، شانہ بشانہ کام کریں کسی بھی معاملہ میں ایک فریق کو جسمانی ساخت اور فطری صلاحیتوں کی بناء پر دوسرے فریق پر فوقیت نہ دی جائے۔ اور ہر شعبہ حیات میں دونوں کے لئے برابر مواقع موجود ہوں۔

دراصل مساوات کا یہ نعرہ اقوام یورپ کی پیداوار ہے۔ جن کی دولت کی حرص بے جانے صنعتی وزراعتی دنیا میں باہم مسابقت کے جذبے نے زیادہ سے زیادہ افرادی قوت کی مانگ کی تو انھوں نے مردوں سے نپٹنے کے لئے خواتین کو بھی میدان عمل میں اتار ڈالا، اس طرح صنف نازک نے پہلی بار میدان معاش میں قدم رکھا۔ آفسوں اور دفتروں میں خواتین نے مہم شروع کیا فیکٹریاں اور صنعتی یونٹوں میں خواتین جھونک دی گئیں اور آخرکار بازاروں اور دکانوں کے لئے بھی وہ مفید ثابت ہوئیں، اپنے جذبۂ عشق دولت کی خاطر خواتین کو صنعتی دنیا کی بھٹی میں جھونکنے والوں نے اپنے اس فعل کی توجیہ خواتین اور مردوں کے درمیان مساوات سے کی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان صنعت کاروں نے خواتین کو کم تنخواہیں دیں[1]، اور انھیں وہ مراعات نہ حاصل ہو سکیں جو مردوں کو حاصل تھیں، انھوں نے مردوں کے ہم پلہ حقوق کی خاطر سیاسی لڑائی شروع کی، صحافت کے میدان میں عورتوں کا داخلہ اپنے انہیں مطالبات کی خاطر ہوا تھا، پھر قانون اور اور تعلیم کے میدان میں بھی خواتین نے نفوذ کیا اور آخرکار انتخابات اور قانونی اسمبلیوں میں بھی ای

---

[1] صیہونیت کے گہوارے انگلینڈ میں آج بھی عورتیں مردوں سے کم تنخواہ پاتی ہیں۔

غرض سے عورتوں نے نشستیں حاصل کیں۔

اس طرح مساوات کی یہ کہانی اقوام یورپ کے عشق ودولت سے شروع ہوکر آج بین الاقوامی سال برائے خواتین تک پہونچ رہی ہے۔ اس دوران یورپ کے کسی صاحب بصیرت کی نگاہ عورتوں کی ان صلاحیتوں اور فطری ساخت کی جانب نہیں گئی جن کے باعث عورت یقیناً مردوں سے جداگانہ حیثیت کی حامل تھی، حالانکہ پچھلے دو برسوں میں یورپ نے ماہرین نفسیات اور عالمان طب کی افواج پیدا کیں۔ کیا ان تمام نے انسانیت کی ان دو جنسوں کے جداگانہ ساخت پر غور کرنے کے باوجود مساوات کے نعرے اور مطالبے کو منظور کرلیا، ہر معمولی علم و عقل کا انسان یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ عورت اور مرد یکسر جداگانہ اور منفرد ساخت کے حامل ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ان میں سے کسی کو دوسرے سے برتر نہیں کہا جاسکتا۔

اگر کوئی عام صاحب نظر عورت اور مرد کی خصوصیات، مزاج اور ساخت کی جانب نظر ڈالے تو صاف محسوس کرے گا کہ ایک طرف جہاں مرد کو مضبوط اعضاء دئے گئے ہیں وہاں عورت کو نسبتاً کمزور اور نازک بنایا گیا ہے۔ مرد کو انتہائی حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر دیا گیا ہے، اس میں جسمانی محنت مشقت اور جفاکشی کا مادہ پیدا کیا گیا، اس میں صبر و ضبط و تحمل کی صفات اعلیٰ درجے میں پائی گئیں، دوسری جانب عورت محبت و شفقت کا پیکر بنائی گئی۔ جذبات، رجحانات و میلانات میں عورت بڑی حساس واقع ہوئی، اس میں تلون مزاجی و زود رنجی کی کیفیت پائی گئی، انسان کی افزائش نسل میں بھی عورت نے بڑا رول ادا کیا اور اسی کی جسمانی ساخت کام آئی۔ پھر بچوں کی تعلیم و تربیت میں بھی پورا رول اس کی مادرانہ شفقت و الفت کا تھا۔

ان تمام حقیقتوں کے پیش نظر قرآن نے بھی مقام زن سے متعلق چند اصول پیش کئے ہیں، پہلی چیز یہ کہ قرآن اور اسلام نے کبھی بھی عورتوں کو مردوں کا غلام نہیں ٹھہرایا

بلکہ انہیں مردوں کا رفیق کار اور معاون قرار دیا۔ وہ بتاتا ہے کہ انسانی تمدن کا ارتقا دونوں کے اتحاد عمل سے وجود میں آتا ہے، دونوں زندگی کی تگ و دو میں برابر کے شریک ہیں، ان دونوں کے درمیان ہر شاہراہ حیات پر تعاون ہونا چاہیئے۔ زندگی کے بار گراں کو سنبھالنے کی ذمہ داری مساوی طور پر دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ کوئی قوم نہ تو عورت اور مرد کے اتصال کے بغیر وجود میں آسکتی ہے اور نہ ان کے تعاون کے بغیر باقی رہ سکتی ہے، اس طرح نوع انسانی کا وجود اور بقا دونوں دونوں عورت اور مرد کے باہمی تعاون ہی سے ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض۔ — مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

مگر قرآن نے عورت اور مرد کے دائرہ کار کو علیحدہ کر رکھا ہے، اسلامی نظام حیات میں شعبوں کی تقسیم اس طرح ہوئی ہے کہ ہر رفیق کو اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے مساوی حقوق ملے ہیں۔ اس طرح عورت اور مرد کو ان کی انفرادیت اور فطرت کے خلاف اسلام کام کرنے کی ہدایت نہیں دیتا بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان محنت کی تقسیم اس طرح کرتا ہے کہ ہر فریق کی انفرادیت بھی مجروح نہ ہو اور دوسری جانب اس شعبۂ حیات کا نظم مناسب ناظم کار کے ہاتھوں انجام پا جائے اس طرح اسلام عورتوں اور مردوں کے درمیان جبری مساوات نہیں بلکہ منصفانہ مساوات کا قائل ہے۔

اب اگر ہم اسلام کے تقسیم کار کے نظام پر نظر ڈالیں تو یہی پاتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی ملکہ قرار دیا ہے، اولاد کی ولادت کی ذمہ داری خود قدرت نے اس کے ذمے سونپی تھی اور اس کے بعد سلسلہ دو برس اس کی نگہداشت اور اس کے بعد کی زندگی میں تربیت کرنے کے لئے

مطلوبہ صفات سے بھی عورت ہی آراستہ تھی، دوسری جانب اس پر کسی قسم کے معاشی تقاضے نہیں کئے گئے، مرد کو حصول معاش کا ذمہ دار بنایا گیا۔ گھر کے تمام خارجی معاملات کی ذمہ داری اسی کو سونپی گئی، گھر کے وسائل فراہم کرنا، تجارت و زراعت اسی کے حصے میں آئے بلکہ ملکی نظام کی اصلاح اور جنگ و صلح کے معاملات اسی کے لیے جائز قرار دئے گئے۔

آج عورتوں اور مردوں کے درمیان محنت کی اس تقسیم کو مغربی مفکرین غلط بتاتے ہوئے اسلام پر یہ الزام چسپاں کرتے ہیں کہ اس سے ایک جنس کی صلاحیتوں کی ناقدری اور دوسری جنس پر کاموں کا بوجھ بڑھ رہا ہے، علم و بصیرت سے بے بہرہ لوگوں نے شاید دونوں کے درمیان کے فرق ہی کو نہیں سمجھا، یا پھر وہ منفرد چیزوں کو ایک کسوٹی پر پرکھنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، پھر دوسری حماقت جس کے مرتکب یہ نام نہاد مغربی دانشور ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ انھوں نے خود بخود یہ فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ سیاست، زراعت، تجارت، معاش کا حصول اور خارجی معاملات کی نگہداشت ہر لحاظ سے بچوں کی ولادت، پرورش، تربیت و تعلیم اور امور خانہ داری سے بہتر اور برتر ہے، آخر ان کے پاس کون سا پیمانہ تھا جس کی بناء پر انھوں نے موخر الذکر کاموں کو اول الذکر سے کمتر، حقیر تر اور فروتر سمجھا۔ کاموں کے یہ دو دائرے ہر حیثیت سے منفرد ہیں پھر دو منفرد چیزوں میں درجہ بندی کیسی؟ بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ اگر عورت پر بچوں کی ولادت، پرورش، اور تربیت (جو قدرتی طور پر ان کے حصے میں آئی ہے اور جسے کسی طرح ٹالا نہیں جا سکتا) کے علاوہ معاش کا حصول، سیاست اور دیگر اجتماعی ذمہ داریاں بھی ڈالی جائیں تو یہ صریح ظلم ہوگا نہ کہ مساوات،

تو کیا مغرب نے اس حماقت کا ارتکاب کر کے صنف نازک پر ظلم نہیں کیا؟
آزادی:۔ دراصل اس نعرے کے پیچھے کسی نہ کسی طرح وہ تمام ماحول موجود ہے

جس میں عورت کو آدم کو بہکانے والی شیطان کی ایجنٹ، دیو داسی، مردوں کی غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ جس میں اسے خلع وطلاق کی اجازت نہ تھی، جس میں اسکو بچپن میں باپ کی، جوانی میں شوہر کی اور بیوگی میں اولاد کی مملوک بن کر رہنا پڑتا تھا[1]۔ جہاں اسے اپنے مردہ شوہر کی چتا پہ اس سے وفاداری کے اظہار کے لئے کود کر جان دیدینی پڑتی تھی[2]۔ جہاں اسے ملکیت وورا ثت میں حقوق سے محروم رہنا پڑتا تھا۔ جہاں اسے نکاح میں اپنی مرضی کا کوئی اختیار نہ تھا، جہاں اسے منحوسیت کی علامت سمجھا جاتا تھا[3]۔ جہاں اسے زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ یہ ماحول دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ میں پایا جاتا ہے۔

جب اس دبے ہوئے ماحول میں صنعتی انقلاب کے بعد عورتوں کی ضرورت بھی محسوس ہونے لگتی ہے تو مغربی قومیں صنف نازک کو بھی گھروں سے باہر قدم نکالنے کی اجازت دیتی ہیں اب جبکہ عورت کو کم از کم معاشی منفعت کی خاطر ہی اس ماحول سے نجات حاصل ہوتی ہے، تھوڑی کھلی فضائیں راس آتی ہیں تو یکایک اس کے جذبات میں اُبال آجاتا ہے، پستی کے احساس ابھر پڑتے ہیں، آزادی کا نشہ سر چڑھ کر بولنا شروع کردیتا ہے۔ زندگی کے میدان میں مرد کے ساتھ صرف ایک قدم ہی اس کی شاہ راہ حیات اور میدان عمل تبدیل کردیتا ہے۔ اس کا مقصد، مدعا اور منتہا اب مردوں سے مساوات کا تقاضہ کرنے لگتا ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں اس کی پیہم دخل اندازیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ اب جب زندگی کے ہر میدان میں دو متقابل اصناف کا مقابلہ ہوتا ہے تو جنسی طلب جو پہلے ہی سے دونوں کے اندر فطری طور پر موجود ہے اور کافی قوی ہے، وہ یکایک اس آزادانہ صنفی اختلاط کے نتیجہ میں غیر معمولی حد تک ترقی کر جاتا ہے، دونوں اصناف کے اندر ایک دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ جاذب نظر بننے کی

---

[1] عورت سے متعلق وید کا قانون [2] ہندوؤں کا ستی کا قانون جس کو راجہ رام موہن رائے نے ختم کیا۔
[3] عربوں کے ایام جاہلیت کی صفت۔

تگ ودو شروع ہو جاتی ہے فیشن کی دنیا میں عظیم انقلاب رونما ہوتا ہے، لباس اور سنگھار کے اقدار روزانہ تبدیل ہوتے ہیں، مخلوط تعلیم، فلمیں، اشتہاری ایجنسیاں، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات رسائل اور جنسی لٹریچر جلتے پر تیل چھڑکتے ہیں۔ اس طرح عورتوں کی آزادی کے دو محرک پیدا ہو جاتے ایک تو معاشی محرک اور دوسرا جنسی محرک، مرد بھی اپنی خواہشات نفس کی خاطر عورتوں کی آزادی کا حامی بن جاتا ہے۔ عورت کا معاشی استقلال اسے مرد کی محتاجی سے آزاد کرا لیتا ہے، چنانچہ اب مرد سے واحد رشتہ کی نوعیت جنسی تسکین رہ جاتی ہے، یہ چیز اس قدر اہمیت کی حامل نہیں کہ اس کے لئے ایک خاندانی نظام کی بنیاد ڈالی جائے، گھر بسانے اور خانگی ذمہ داریاں قبول کرنے کا سبب بنایا جائے۔ چنانچہ ایک ہلہ میں خاندانی نظام کا قصر منہدم کر دیا جاتا ہے، اب رہ گئی جنسی تسکین کی بات تو ناجائز روابط کو جائز اور غیر معیوب ٹھہرا لیا جاتا ہے، اولاد کی پیدائش کے خطرہ کو منع حمل کی گولیاں سے ٹالا جاتا ہے اس کے بعد بھی اگر اولاد کی پیدائش کا خطرہ باقی رہا تو اسقاط حمل کو بھی جائز ٹھہرا لیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے بعد ناجائز اولاد کو بھی جائز ٹھہرا لیا جاتا ہے، اس کے بعد جائز اور ناجائز اولاد کے لئے برابر شہری حقوق کے کھلے بندوں مظاہرے ہوتے ہیں، اس طرح عورت کے میدان معاش میں قدم رکھنے سے جو اخلاقی برائیاں پیدا ہوئیں سب کو آزادی کے نعرے کی اہم شقیں قرار دیدیا جاتا ہے۔ ہر بار جب ایسے مسائل نے سر ابھارا تب آزادی نسواں کے مفہوم میں ترمیم کر دی گئی۔ اس آزادی نسواں کے تحت ناجائز روابط، منع حمل کی گولیوں کا استعمال، اسقاط حمل اور ناجائز ولادتیں سب کو یکے بعد دیگرے جائز قرار دے لیا گیا۔

اس کے بالمقابل اسلام نے ہمیں ایک معتدل نقطہ نظر دیا ہے، نہ تو قرآن حوا کو آدمؑ کے بہکانے کا سبب بتاتا ہے اور نہ عورتوں کو مردوں کا غلام قرار دیتا ہے، بلکہ دیو داسی کی حیثیت کو فعل حرام علی الاعلان قرار دیتا ہے، وقت نکاح اس کے ایجاب و قبول اور رضامندی

کو بالکل ضروری قرار دیتا ہے۔ اس کی پرورش کو اخروی فلاح[1] اور اس کی ہلاکت کو اخروی خسران کا باعث بتاتا ہے[2] اس کی جان، مال، عزت و آبرو کو مرد ہی کی طرح معزز و محترم قرار دیتا ہے، شوہر کی وفاداری میں ایسے غلو کو ناجائز قرار دیتا ہے جس کی خاطر عورت کو مرد کے ساتھ جان دے دینی پڑتی ہے۔

دوسری طرف اسلام اسے آزادی کے اس بام عروج سے بھی دور رکھتا ہے جہاں اس کی حیثیت محض ایک خوش نما کھلونا اور جنسی تسکین کے سامان کی ہوتی ہے۔ جہاں وہ نظروں کی بھوک کا سامان ہوتی ہے، جہاں وہ سیلز گرل اور مسافروں کی ہوائی میزبان فاتون ہوتی ہے، جہاں وہ مغنیہ، رقاصہ اور رنگ و رنگ کی محفلوں کی ہیروئن ہوتی ہے۔ جہاں وہ فلموں کا متحرک مجسم اور ریڈیو کا چہکتا ساز ہوتی ہے۔ جہاں وہ حسینۂ عالم اور اشتہاری ایجنسیوں کا ملوث ماڈل ہوتی ہے۔

اسلام نے عورت کو ان دونوں نقطہ ہائے انتہا سے بچا کر ایک معتدل اور مناسب مقام عطا فرمایا ہے، وہ مقدس اور معظم ماں ہوتی ہے جس کا درجہ باپ سے تین گنا بڑا ہوتا ہے[3]، جس کے قدموں تلے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اب کوئی عورت سے پوچھ لے کہ اسے وہ نقطہ ہائے انتہا پسند ہیں یا وہ مقام جو اسلام نے اس کے لئے تجویز کیا ہے۔

اسلام نے مرد کو حصول معاش کی ذمہ داری اور عورت کو امور خانہ داری سونپ کر ایک باہمی انحصار کا خاندانی نظام تعمیر کیا ہے، جس میں دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں اور خاندانی نظام کا شیرازہ منتشر نہیں ہونے پاتا۔ یہاں عورت اور مرد کا طلاپ

---

[1] قرآن میں عورتوں کے بچیوں کے زندہ دفن کرنے کی عادت پر سخت زجر و توبیخ سے اخذ۔
[2] وہ حدیث جس میں رسول اللہ نے ماں کے حقوق پر تین بار اصرار کے بعد چوتھی مرتبہ باپ کا حق بتایا۔

صرف جنسی تسکین کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ صالح افراد کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے، پھر افزائش نسل کو محدود کرنے والے تمام ذرائع اسلام نے حرام ٹھہرا کر ازدواجی تعلقات کو ہمیشہ باقی اور خوشگوار رکھنے کا ایک اور ذریعہ فراہم کر دیا۔ پھر بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی سرپرستی عطا فرما کر خود ان میں انسانی اوصاف کے پروان چڑھنے کا ذریعہ بنا دیا۔ طلاق کے لئے بھاری شرائط رکھ کر اسلام نے معصوم بچوں اور کتنی عورتوں کی زندگیاں اجیرن ہونے سے بچائیں۔ ایک سے زائد نکاح کی اجازت دیکر کتنی خواتین کو مایوسیوں کے غار میں امیدوں کے چراغ دکھائے اور کتنی بیواؤں کی سرپرستی کا انتظام کر دیا اور معاشرے کو ناجائز جنسی اختلاط سے پیدا ہونے والی بداخلاقیوں اور خرابیوں سے بچایا۔ کیا یہ سب برکتیں کسی اور نظام نے دی تھیں یا دے رہا ہے۔

اس بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ آزادیٔ نسواں کے یہ علم بردار ابتک آزادی کی تشریح نہیں کر سکے ہیں، اس سلسلے میں ان کا کہنا بس اتنا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر آزادی ملنی چاہیئے، مگر ان منکرین نے خود ابتک مردوں کی آزادی کی بھی صحیح تعریف نہیں کی ہے مردوں کی آزادی کا معیار، پیمانہ اور حد اگر متعین ہو جائے تو بآسانی عورتوں کی آزادی بھی معلوم کی جا سکتی ہے، اگر آزادی کی تعریف یہ ہے کہ فحاشی، زنا، بے حیائی اور بدکاری کی کھلی چھوٹ دیدی جائے، جسموں سے کپڑے اتار دے جائیں۔ انسانوں کو حیوانوں میں تبدیل کر دیا جائے حیات انسانی کے تقاضوں کو بھلا دیا جائے تو ایسی آزادی تو اسلام نے مردوں کے لئے بھی حرام قرار دیا ہے۔ کجا وہ صنف نازک کو ایسی آزادی دے، بدکاری، بے حیائی اور زنا مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں طور پر حرام ہیں۔ عورتوں ہی کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ

لہ یورپ میں بڑھتی ہوئی جرائم کی شرح میں ایک اہم نکتہ خاندانی نظام کا بکھرا ہوا شیرازہ ہے جہاں ماں باپ کی سرپرستی کا عدم وجود بچوں میں سفاکیت اور بربریت پیدا کرتا ہے۔

مردوں کو بھی عورتوں سے پردے کا حکم دیا گیا ہے، دونوں پر غضِّ بصر کی پابندی ہے، پھر بھی اسلام کے معاملہ میں یہ الزام رکھنا کہ اس نے عورت اور مرد کی آزادی میں تفریق رکھی ہے انتہائی غلط ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کا طرزِ عمل آج دوسرا کردار پیش کر رہا ہے۔ بہر حال یہ صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں یا مسلم ممالک کے طرزِ عمل کو اسلام پر چسپاں کیا جائے۔

سماجی ارتقاء :۔ اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنا نہیں ہے کیوں کہ آج جن اصولوں کی بنیاد پر عورتوں کی سماجی ترقی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ان کا تجزیہ اسلام کی روشنی میں پہلے کیا جا چکا ہے، البتہ اس شبہ کو دور کر دینا بہتر ہوگا کہ آج مسلم عورتوں کی سماجی ترقی کے لئے جو نام نہاد روشن خیال رہنا پیش کر رہے ہیں انھوں نے اسلامی اصولوں کو مسخ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ مثلاً اسلام ضرورت اور مجبوری کے تحت چند شرائط، قیود اور پابندیوں کے عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے، ہاتھ منہ کھولنے، حصولِ معاش کرنے، مسجدوں کو جانے اور علمِ دین سیکھنے کی اجازت دیتا ہے، مگر ان اجازتوں کو ہمارے علماء اور دانشوروں نے اس طرح کی آزادیٔ نسواں کے لئے جواز ٹھہرا لیا جیسی کچھ مغربی ممالک کو حاصل ہے۔ اس معاملے کو سمجھنے کے لئے اتنی سی بات کافی ہے کہ علماء و دانشوران یہ سمجھ لیں کہ سماجی زندگی میں عورتوں کے رول کی یہ آخری حد ہے نہ کہ یہاں سے آزادیٔ نسواں کا سفر شروع ہوتا ہے۔

اس طرح عورتوں کی سماجی ترقی کے سلسلے میں ہمارا موقف واضح ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے ہم کسی بھی سماجی ترقی کو تسلیم نہیں کرتے، مگر ہم اس بات سے بھی انکار نہیں کرتے کہ آج مسلم معاشرے میں خواتین کے لئے اس مساوات اور آزادی کا خیال نہیں کیا جا رہا ہے جو اسلام نے دولیت کی ہے۔ اس سلسلے میں اب تک کی کوتاہیوں کا ازالہ ہونا چاہیئے اور آگے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جس سے مسلم خواتین کے حالات شرعاً

جا سکیں جہاں [illegible]

(۱) مسلم خواتین کی دنیوی و دینی تعلیم کے لئے مناسب مدرسوں کا قیام۔

(۲) جہیز کی رسم کا خاتمہ کر کے خواتین کی شادی کو سہل بنانے کا انتظام۔

(۳) رشتۂ ازدواج کے موقع پر لڑکیوں کی رضامندی کا لحاظ رکھنا۔

(۴) مہر کی ادائیگی کی فرضیت کا واضح شعور مسلمانوں میں ابھارا جائے اور بروقت ادائیگی کا انتظام

(۵) عورتوں کے حقوق وراثت کے مطابق انھیں وراثت میں حصہ دینے اور ان کی مرضی کے مطابق اسے مصرف میں لانے کا بندوبست۔

(۶) خواتین کو ناگزیر حالات میں شرعی اجازت کے مطابق خلع کے حق کو استعمال کی اجازت۔

(۷) مسلمانوں کے شرعی معاملات خصوصاً ازدواجی معاملات کے مقدموں کے لئے شرعی عدالتوں کے قیام کا انتظام۔

(۸) مسلم خواتین کے لئے جائز تفریحات کا انتظام۔

(۹) مسلم خواتین کے مختلف معاملات کے لئے متعلقہ اداروں کا قیام۔

آیاتِ قرآنی

متعلقہ مناسک حج وزیارت

(۱۱)

خواجہ محمود اسمٰعیل صاحب حیدرآباد

آیت (۲۱) اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (پ ۷ ع ۳)	حلال کر دیا گیا تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے لئے۔ اور حرام کر دیا گیا تم پر خشکی کا شکار جب تک تم حالتِ احرام میں ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف (پاس) تم اکٹھے کئے جاؤ گے

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دریا کا شکار وہ ہے جس کو ہمارے ہاتھ شکار کریں اور اس کا کھانا وہ ہے جس کو دریا نے گھیر لیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا کھانا وہ ہے جو کچھ اس میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا کھانا وہ ہے جس کو دریا پھینک دے، یعنی سب دریائی جانور خواہ وہ شکار کے ذریعہ حاصل کئے

جائیں یا بغیر شکار کے باہر نکلیں سب کا کھانا حالت احرام میں حلال ہے۔

یعنی احرام کی حالت میں صرف خشکی کا شکار حرام ہے۔ دریائی شکار حرام نہیں ہے اور جو جانور گھریلو ہوں اور آدمیوں سے مانوس ہو چکے ہوں ان کا ذبح کرنا احرام میں منع نہیں ہے جیسے اونٹ، گائے، بکری، مرغی وغیرہ۔ شکار سے وہ جانور مراد ہیں جو وحشی ہوں آدمیوں سے بھاگتے ہوں جیسے جنگلی جانور اور پرندے۔ خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام ان کا مارنا حالت احرام میں درست نہیں۔

شکار کی حرمت عام ہے۔ احرام والے کو نہ صرف خود شکار کرنا حرام ہے بلکہ کسی دوسرے شخص کو بھی شکار کرنے میں کسی قسم کی اعانت کرنا خواہ صرف اشارہ ہی کیوں نہ ہو ممنوع ہے۔

آیت ۹۶ تا ۹۳ میں احرام کی حالت میں شکار سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں۔ احرام کی حالت میں شکار سے متعلق چند مسائل یہ ہیں۔

(۱) شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو وحشی ہوں اور ان کو پکڑنے کے لئے کسی تدبیر یا حیلہ کی ضرورت پڑتی ہو جیسے ہرن۔ نیل گائے وغیرہ

(۲) عام گھریلو جانور جیسے مرغی، بکری، اونٹ، گائے، وغیرہ جو عادتاً شکار نہیں کئے جاتے اور روزانہ صرف ذبح کر کے کھائے جاتے ہیں۔ ان کا ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے۔

(۳) حدود حرم میں تو شکار ہر وقت اور ہر حالت میں حرام ہے لیکن احرام والے کے لئے حدود حرم سے باہر بھی احرام کی حالت میں شکار حرام ہے۔

(۴) شکار ہر جانور کا حرام ہے خواہ وہ ماکول ہو یا غیر ماکول یعنی جس کا گوشت کھانا حلال ہو

یا حرام ہو۔

(۵) حالت احرام میں نہ صرف شکار کرنا حرام ہے بلکہ شکار کرنے میں اعانت جیسے شکار کی طرف اشارہ کرکے شکاری کو بتلانا (خواہ شکاری احرام میں ہو یا نہ ہو) یا نیزہ بندوق کارتوس وغیرہ اس کو دینا۔ یا شکار ہو جانے کے بعد اس کو ذبح کرنا، کاٹنا وغیرہ بھی حرام ہے۔

(۶) غیر احرام والے کے شکار کا گوشت احرام والے کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس نے شکاری کی کسی قسم کی اعانت شکار میں نہ کی ہو، اور شکاری نے بھی اس نیت سے شکار نہ کیا ہو کہ وہ احرام والے کو کھلائے گا۔ اگر احرام والے کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا تو وہ احرام والے کے لیے حلال نہیں ہے۔

(۷) موذی جانور جیسے کوا، چیل، بچھو، چوہا، دیوانہ کتا، سانپ، چھپکلی اور گرگٹ کا مارنا ہر حال میں جائز ہے، خواہ حدود حرم ہی میں کیوں نہ ہو، البتہ درندوں کا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ حملہ کریں اور بغیر مارے ان کو ہٹانا ممکن نہ ہو۔ ورنہ ان کو بھی نہیں مارنا چاہیے یہ مسلک امام اعظمؒ کا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک درندوں کا مارنا ہر حال میں جائز ہے۔

(۸) اگر کوئی احرام والا شخص شکار کرے (خواہ حلال جانور کا ہو یا حرام) خواہ عمداً یا خطاءً یا بھول سے، حرم میں کرے یا باہر ہر حالت میں اس پر کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس جگہ جانور مارا گیا ہو وہاں کا لحاظ کرتے ہوئے دو عادل شخص مارے ہوئے جانور کی قیمت مشخص کریں، پھر اسی قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی حدود حرم میں ذبح کرکے خیرات کر دے یا اس کی قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقہ فی مسکین نصف صاع کے حساب سے فقراء میں خیرات کر دے یا بحساب فی نصف صاع اناج کے ایک روزہ رکھے، نصف صاع کی اگر کوئی کسر بچ رہتی ہو تو اس کے بدلے بھی ایک روزہ رکھے، یا تی نصف

صاع غلہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر مشخصہ قیمت جو تجویز کی گئی ہے، قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں کچھ رقم بچ جائے تو اس سے خواہ دوسرا جانور خریدے یا غلہ خرید کر خیرات کردے، یا اس غلہ کا حساب کر کے روزے رکھ لے،

جانور خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول کفارہ کے علاوہ اس کے مالک کو بھی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

غیر ماکول جانور کی صورت میں کفارہ بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہوگا خواہ جانور کتنا ہی بڑا اور قیمتی ہو۔

(۹) جس طرح مارنے پر کفارہ ہے جس کا ذکر اوپر کے نقرہ میں ہوا اسی طرح زخمی کرنے سے بھی تخمینہ کرا کے زخمی ہونے کی وجہ سے اس جانور کی قیمت جس قدر کم ہوگی اس مقدار میں کفارہ دینا ہوگا۔ اس میں بھی مذکورہ بالا تینوں صورتیں جائز ہوں گی، اگر زخم کھا کر شکار غائب ہو جائے اور اس کی موت و حیات کا پتہ نہ ہو تو جانور کی پوری قیمت دینی ہوگی۔

(۱۰) نقرہ ۸، ۹ میں جو کفارہ مقرر ہوگا قارن کو دوگنا کفارہ دینا ہوگا کیونکہ اس نے احرام دو نسک کا باندھا ہے۔

(۱۱) بے احرام والا شخص اگر حرم میں شکار کرے تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ احرام والے کے لئے حکم ہے لیکن بے احرام والے کو صرف یہ اختیار ہے کہ اس قیمت کا ہدی حرم میں ذبح کرے یا اناج خرید کر مساکین کو دیدے، مگر اس کے بدلے روزے رکھنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس پر یہ تاوان ہے کفارہ نہیں ہے۔

آیت (۲۲) جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ اللہ نے بنا دیا حرمت والے گھر کعبہ کو

الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

(پ ۷، ع ۳)

لوگوں کے لئے قائم رہنے کا سبب اور عزت والے مہینہ کو اور ہدی[1] اور قلائد[2] کو بھی، یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بے شک اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔

یعنی چار چیزیں کعبۃ اللہ، حرمت والے مہینے، ہدیٰ، اور قلائد صفحۂ ہستی پر انسانوں کی بقار کا سبب ہیں، انسانوں کا وجود اس دنیا میں اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ان چار چیزوں کا احترام کیا جاتا رہے گا۔

یہ بات علم الٰہی میں پہلے ہی سے مقدر ہو چکی تھی کہ نوع انسانی کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کے لئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے اور اسی جگہ کو آپ کی جائے ولادت کا شرف حاصل ہوگا، یعنی بیت اللہ کو تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح و اخلاق اور تکمیل روحانیت اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ قرار دیا گیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی چیز کے قیام و بقا کا انحصار مرکز پر ہوتا ہے، اس لئے قیاماً للناس سے مطلب یہ ہو کہ کرۂ ارض پر انسانوں کی حفاظت اور نگہداشت کا ذریعہ اور سبب یہی چار چیزیں ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ اس لئے دنیا کی آبادی اسی وقت تک قائم ہے جب تک

---

[1] ہدی سے مراد وہ جانور جو کعبہ کو قربانی کے لئے لیجایا جائے۔ یا بھیجا جائے۔

[2] قلائد سے مراد وہ جانور جو کعبۃ اللہ کو قربانی کے لئے لیجائیں اور ان کے گلے میں پٹے ہوں۔

خانہ کعبہ اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے، جس وقت خدا کا ارادہ ہوگا کہ کارخانۂ عالم کو ختم کر دیا جائے تو تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہے گی جب تک اس حرمت والے گھر کی (یعنی مکہ اور کعبہ کی) تعظیم کرے گی جیسا اس کا حق ہے، اور جب ضائع کریں گے (اس تعظیم کو) تو ہلاک ہو جائیں گے۔[1]

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کو ویران کرے گا دو چھوٹی پنڈلیوں والا (جو حبشیوں میں سے (ہوگا) اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں اس کو دیکھتا ہوں کہ وہ کالا اور بھدا ہے کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑتا ہے۔ نیز بخاری ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا اس گھر کا یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اس گھر کا حج کیا جائے گا۔

دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے، اور آپ ہی کے وقت میں یاجوج ماجوج نکلیں گے پھر آپ کی دعا سے سب مر جائیں گے۔ اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللہ کا حج کریں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے اس وقت تک کعبہ باقی رہے گا۔ اس کے بعد جب قیامت بالکل قریب آجائے گا تو ایک وقت

---

[1] ابن ماجہ، مشکوٰۃ۔ [2] عربی لفظ افحج ہے یعنی جس کے پاؤں کے درمیان پنجے پاس پاس ہوں اور ایڑیاں آپس میں دور ہوں۔

ایسا بھی آئے گا کہ حج موقوف ہو جائے گا۔

آیت (۴۲) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ

(پ ۷ ع ۱۷)

اور یہ کتاب (قرآن) ہے (جو کہ) ہم نے اتاری برکت والی اور تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے (کی) ہیں، اور تا کہ آپ ڈرائیں مکہ والوں کو اور (ان کو) جو اس کے اطراف ہیں۔

ام القریٰ بستیوں کی اصل یا جڑ کو کہتے ہیں، مراد اس سے مکہ معظمہ ہے۔ مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں کعبۃ اللہ واقع ہے۔ اور جس جگہ کعبۃ اللہ واقع ہے وہ وہ خطۂ ارض ہے جو سب سے پہلے وجود میں لایا گیا اور پھر سارا کرۂ ارض اسی سے بڑھایا گیا۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ مرکزی مقام ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۲ اور ۴۳۔ "جو اس کے اطراف" ہے سے مراد ساری دنیا ہے، یعنی یہ کہ قرآن ساری دنیا کے لئے ہے۔

آیت (۴۳) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۹ ع ۱۸)

اور ان لوگوں میں کیا بات ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے (ان پر عذاب نہ لائے) دراں حالیکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں جبکہ وہ اس کے متولی بھی نہیں، اس کے متولی تو بس متقی ہی ہو سکتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر علم (بھی) نہیں رکھتے۔

اس آیت کے قبل سے جو مضمون چلا آرہا ہے وہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اگر اسلام واقعی دین حق ہے جس کی ہم شدت سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم پر

عذاب خارق نازل نہیں ہوا جیسا کہ اگلی امتوں پر ہوا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین جو عذاب الٰہی (خارق) طلب کر رہے ہیں اس کے لئے دو چیزیں مانع ہیں ایک حضور پاک کا وجود مبارک اور دوسرے استغفار کرنے والوں کی موجودگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، جیسا کہ منقول ہے کہ مشرکین مکہ بھی تلبیہ و طواف میں "غفرانک" "غفرانک" کہا کرتے تھے۔

اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین پر عذاب خارق نہ آنے کے دو سبب ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ ان مشرکین کی شرارتیں اور ظلم و شقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آجانا چاہئے تھا۔ اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ مسلمانوں کو حرم شریف (مسجد حرام) میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے بلکہ ان کے وطن (مکہ معظمہ) سے ان کو نکال کر یہ کوشش کی کہ ہمیشہ کے لئے علاقے بیاباد اور عبادت گزار یہاں آنے ہی نہ پائیں، اور اپنی اس حرکت کے جواز کے لئے یہ کہتے ہیں کہ وہ حرم شریف کے متولی ہیں اور ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں آنے دیں اور جس کو چاہیں نہ آنے دیں۔ حالانکہ اولاً تو متولی کو بھی اس کا حق نہیں کہ مسجد میں لوگوں کو نماز کے لئے آنے یا عبادت کرنے سے روکے اور یہ دوسرے یہ کہ ان کو حق تولیت پہونچتا ہی نہیں کیوں کہ حرم شریف کے متولی تو صرف متقی اور پرہیز گار بندے ہی ہو سکتے ہیں اور یہ حق تو صرف اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جو پرہیزگار ہوگا اسی کو حاصل ہوگا، مشرک یا بے انصاف کو کوئی حق نہیں۔

(باقی باقی)

باب الافتاء

حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب

س:۔ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے اگر کوئی رمضان شریف کا روزہ سفر میں رکھے تو کیا گنہ گار ہوگا، رمضان شریف کا روزہ اگر سفر میں نہ رکھا جائے تو بعد میں اس کا رکھنا ضروری ہے یا نہیں۔

ج:۔ رمضان المبارک میں سفر کی حالت میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہے اگر روزہ رکھے گا تو گنہ گار نہیں ہوگا ہاں اگر تکلیف کا سفر نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور اگر تکلیف کا اندیشہ ہو یا ساتھیوں کو تکلیف اور پریشانی ہو تو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے لیکن اس صورت میں بعد میں روزہ رکھنا ضروری اور لازم ہے، در مختار میں ہے:۔ ویندب لمسافر الصوم ان لم یضرہ فان شق علیہ او علیٰ رفیقہ فالفطر افضل انتہی مختصرا

(ص ۱۲۷ ج ۲)

س:۔ زید کی عمر تقریباً ستر سال ہے اپنی جگہ پر چل پھر لیتا ہے مگر جسمانی اعتبار سے بے حد کمزور ہے اس کے پیٹ میں السر ہے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ کسی وقت خطرناک صورت

اختیار کر سکتا ہو، زید محسوس کرتا ہے کہ سفر سے اسکو بے حد تکلیف ہوگی اس نے ابتک فریضہ حج ادا نہیں کیا ہے، اس پر کافی عرصہ سے حج فرض ہے۔ کیا ان حالات میں وہ حج بدل میں کسی کو حج کے لئے بھیج سکتا ہے۔

ج:۔ چونکہ حج بدل کے لئے اصل کا بالکل عاجز و معذور ہونا شرط ہے کہ خود کسی طرح حج کو نہ جا سکے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زید پر خود حج کرنا فرض ہے۔ دوسرے کو حج بدل کے لئے بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اس سے اسکا حج فرض ادا نہیں ہوگا۔ در مختار میں ہے: والمرکبۃ منہما کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط لکن بشرط دوام العجز الی الموت (ص ۳۸۹ / ج ۲)

س:۔ زید صاحب اولاد نے اپنا نکاح ثانی ہندہ سے کیا اور ہندہ کی بہن زبیدہ سے اپنے لڑکے بکر کا نکاح کرا دیا جو پہلی بیوی سے ہے۔ پس بکر کا نکاح زبیدہ سے درست ہوا یا نہیں، خلاصہ یہ کہ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

ج:۔ یہ نکاح جائز ہے، قرآن مجید میں ہے۔ واحل لکم ما وراء ذلکم (سورہ نساء)

س:۔ فجر کی جماعت ہو رہی ہو ہمیں یقین ہے کہ سنت پڑھنے کے بعد نماز مل جائے گی تو ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے سنت پڑھنا چاہیئے یا جماعت میں ملنا چاہیئے، ایک شخص کہتا ہے کہ قرأت سننا واجب ہے تو ایسی حالت میں ہم سنت پڑھتے ہیں تو واجب چھوٹ جاتا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک کیا حکم ہے۔

ج:۔ سنت فجر کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے اور جماعت کی بھی بڑی فضیلت اور تاکید ہے اور ترک جماعت پر وعید بھی ہے لہذا کوشش کرنا چاہیئے کہ دونوں فضیلتیں میسر ہو جائیں پس صورت مسئولہ میں سنت نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ لیکن جماعت کی صف میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ مسجد کے

باہر کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھنا چاہیئے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصہ میں جماعت ہو رہی ہو تو باہر کے حصہ میں پڑھنا چاہیئے اور اگر باہر کے حصہ میں جماعت ہو رہی ہو تو اندر کے حصہ میں دور تک پڑھنا چاہیئے۔ اگر مسجد میں دو درجے نہ ہوں تو ستون وغیرہ کے آڑ میں پڑھنا چاہیئے کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے۔ اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی منع ہے۔ اکثر عوام و جاہل اسکا خیال بالکل نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر شروع کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ کبیری میں ہے:

ثم السنة المؤكدة التي يكره خلافها في سنة الفجر وكذا في سائر السنن هو ان لا ياتي بها مخالطا للصف بعد شروع القوم في الفريضة ولا خلف الصف من غير حائل وان ياتي بها اما في بيته وهو الافضل او عند باب المسجد ان امكنه ذلك بان ثمه موضع يليق للصلوة وان لم يمكنه ذلك ففي المسجد الخارج ان كانوا يصلون في الداخل او في الداخل ان كانوا في الخارج ان كان مسجد ان صيفي وشتوي وان كان المسجد واحدا فخلف اسطوانة ونحو ذلك كالعمود والشجرة وما اشبهها في كونها حائلا والاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه ومخالطا للصف كما يفعله كثير من الجهال اشد كراهة لما فيه من مخالفة الجماعة (ص ۳۴۹)

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ جب تکبیر نماز فرض فجر کی ہو گئی اور امام نے فرض نماز شروع کر دی تو سنت فجر کی صف کے پاس پڑھنا تو سب کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے، اگر صف سے دور جہاں پردہ ہو امام و جماعت سے۔ دوسرے مکان میں سنت پڑھ کر پھر شریک جماعت ہو سکے سو سنت کو ترک کر دے اور جماعت میں شریک ہو جاوے پھر سنت کو بعد طلوع آفتاب پڑھے

بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں، یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے انتہی مختصراً (ج۱ ص۱۰۲)

کفایۃ المفتی میں ہے، کراہت کے ساتھ ادا کرنے سے چھوڑ دینا چاہیے۔ لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ (ج۳ ص۱۷۶)

س:- زید مدرسے اپنے گھر کے ارادہ سے چلا راستہ میں مسافر رہا گھر پہنچنے سے پہلے دس میل کے فاصلہ پر سسرال میں جاتے ہوئے چار دن ٹھہرا رہا اور گھر سے واپسی پر بھی سسرال میں ایک ہفتہ ٹھہرا رہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سسرال میں جتنے دنوں قیام کیا وہ شخص مسافر رہا یا نہیں، واضح ہو کہ مدرسہ اور گھر کے درمیان کئی سو میل کی مسافت ہے اور اس سے دس میل کم مدرسے سسرال کی مسافت ہے۔

ج:- زید مدرسے گھر کے ارادہ سے جاتے ہوئے سسرال میں مسافر رہا اور گھر سے واپسی کے وقت سسرال میں مسافر نہیں رہا۔ کنز الدقائق میں ہے۔

من جاوز بیوت مصرہ مریدا سیرا وسطا ثلثۃ ایام فی بر او بحر او جبل قصر الفرض الرباعی حتی یدخل مصرہ او ینوی اقامۃ نصف شہر ببلدۃ او قریۃ انتہی مختصراً (ص۴۱)

بحر الرائق میں ہے۔ فلو طاف الدنیا من غیر قصد الی قطع مسیرۃ ثلثۃ ایام لا یترخص (ج۲ ص۱۲۸)

در مختار میں انہیں مضامین کے درمیان مذکور ہے: ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر (ج۱ ص۸۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم

عطر مجموعہ نمبر ۲۹۱۸
دل پسند خوشبوؤں کا نچوڑ
یہ نایاب عطر پاکیزہ اور سفید پوشش نازیوں اور نفستعرے لوگوں کے لئے
ایک نیا تحفہ، شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کے لئے ایک خاص ہدیہ ہے
جو انجمنوں، بزموں اور دینی جماعت کا سنگھار ہے۔
نوٹ:۔ آپ ہمیشہ ہمارے مال کی سربند شیشیاں ہی خریدفرمائیے تاکہ آپ کو اصل
مال مل سکے "عطر مجموعہ" کی مقبولیت سے کچھ لوگ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش
کرتے ہیں اور عطر مجموعہ کے نام سے نقلی مال فروخت کرتے ہیں۔ خریدنے سے پہلے
نمبر ۲۹۱۸ ضرور دیکھ لیجئے اور اس کی سربند شیشیاں ہی خریدفرمائیے۔
ہمارے یہاں ہر اقسام کے عطریات، روغنیات، عرقیات اور اگربتی وغیرہ
بھی مناسب نرخ پر دستیاب رہتے ہیں مزید معلومات کے لئے فہرست طلب کیجئے۔
ٹیلیفون ۳۳۲۸۲۵
تار کا پتہ "مجموعہ" بمبئی
حافظ محمد زکریا برادران تاجران عطر و تیل سردار ولبھ بھائی پٹیل روڈ مشرقی بمبئی ۳
برانچ ملا مینارہ مسجد، محمد علی روڈ بمبئی نمبر ۳

ریلایبل روڈ ویز
ٹرانسپورٹ کنٹراکٹر
۴۵-۱ محمد علی روڈ بمبئی ۳
حجاج کرام کی خدمت کیلئے
روزانہ اندور، اجین۔ بھوپال، بیراگڈھ، ساگر۔ گوالیار، جبل پور، کٹنی، ستنا
سدھولی ریلیا ہماری سروس پابندی وقت اور دیانتداری کے ساتھ مال پہنچاتی ہے۔

Registered with Registrar of newspaper for India under No. 14477/57

The AL BLAG monthly
OCTOBER 1975
Regd. no. M.H. BY South 424

کلامِ الٰہی

آپ فرمادیں کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانے کے
مالک ہوتے تو ضرور روک لیتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں،
اور انسان تنگ دل ہے۔ (قرآن حکیم)

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے کچھ اچھائیاں رکھتا ہے اور ساتھ ہی کچھ برائیاں بھی رکھتا ہے اور اگر اس پر اچھائیوں کا غلبہ ہوجائے اور تعلیم و تربیت اور ماحول کی وجہ سے اس کے خیر کا پہلو نمایاں ہوجائے تو پھر وہ بہترین انسان بن جاتا ہے، اور دنیا کے لئے مفید ہوتا ہے، اور اگر اس میں برائیوں کا مادہ کام کرنے لگے اور بُرے خیالات اور برے اعمال ابھرنے لگیں تو پھر وہ بدترین آدمی ہوجاتا ہے اور انسانیت اس سے پناہ مانگنے لگتی ہے، شر کے پہلو میں تنگ دلی، حرص، اور بخل بہت نمایاں خرابیاں ہیں۔ اور ان کی وجہ سے آدمی اجتماعی زندگی کے لئے خطرناک بن جاتا ہے، چنانچہ آدمی اللہ کی دی ہوئی دولت میں بڑا بخل کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق دینے میں پس و پیش ہوتا ہے اس کی فطرت اس معاملہ میں اس قدر آگے ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں کا مالک ہوجائے اور اس کے قبضہ میں ان کا دروازہ بند ہو تو کسی دوسرے کو ایک دن بھی زندہ نہ رہنے دے اور چاہے کہ سب میرے ہی قابض رہیں اور سانپ کی طرح ان کو چاروں طرف سے گھیر کر دیکھتا رہوں کہ اس میں ذرہ برابر کمی نہ ہوجائے۔

اسلام ہی انسان کے اندر سیر چشمی، آسودگی، بے نیازی اور دوسروں کے ساتھ احسان و سلوک کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور ہر آدمی کو یہ باور کراتا ہے کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز پر ہر انسان کا حق ہے۔